

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# پاکستان در تہ

کلمہ توحید کی بہترین تشریح اور مفہوم  
قرآن حکیم کی روشنی میں

مصنف

قاری عبدالاحق ارشدی صاحب

ترجمہ

حاجی محمد ایوب صاحب

مدیر و نایب

جامعہ عالی المرتضیٰ حبیب پورہ قصبہ

مکتبہ عالی المرتضیٰ حبیب پورہ قصبہ



فزاں محمد  
سازگار ایڈیٹر  
بکریا بانی - بریلو



Jamnia  
2009

Principal

Al Daawah Model School

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# پاکستان در تفسیر

کلمہ توحید کی بہترین تشریح اور مفہوم  
قرآن حکیم کی روشنی میں

مصنف

قاری عبدالحق رشیدی

ابن

حاجی محمد ایوب

مکتبہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما

حبیب پورہ قصو



# جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

297.43

ع 29 ب

۹۱۲۹۱۲

نام کتاب: پاکیزہ درخت  
مصنف: قاری عبدالحق رشیدی

ابن حاجی محمد ایوب صاحب (رحمۃ اللہ)

کمپوزنگ: مولانا محمد صدیق حقانی

اشاعت: اپریل 2008

تعداد: 1000

باہتمام: حافظ عرفان حیدر

پرنٹرز: الفلاح ایڈورٹائزر

اردو بازار لاہور 042-7234218

ملنے کا پتہ

مکتبہ علی المرتضیٰ

حبیب پورہ قصور 0492-765462, 0300-4314419



PA-11-1011



## خصوصی گزارش

تمام انبیاء کرام توحید کی دعوت دینے کے لئے بھیجے گئے تھے تمام انبیاء کے بعد سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کیلئے نبی ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس توحید کے لئے سب سے زیادہ اذیت برداشت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دنیا میں خصوصاً برصغیر پاک و ہند میں اولیاء کرام نے اسکے لئے محنت فرمائی ہے لیکن آج انکی قبروں پر وہی معاملات ہو رہے ہیں جنکی نہ انہوں نے تعلیم دی اور نہ خود ایسا عمل کیا اس سب کچھ کو دیکھ کر دل پریشان ہوتا تھا لیکن موضوع کی اہمیت اور اپنی کم علمی کی بناء پر جرأت نہیں ہو رہی تھی لیکن اللہ کی توفیق سے قلم اٹھایا اور رحمت ہو گئی۔



## انتساب

میں اپنی اس کتاب کی نسبت اپنے والد صاحب مرحوم و مغفور جناب حاجی محمد ایوب صاحب مرحوم کی طرف کرتا ہوں جن کی محنت اور دعاء سے بندہ نے یہ دن دیکھا ہے اور اپنی والدہ محترمہ کے نام جن کی دعاؤں کی برکت سے بندہ گنہگار دینی علوم کی خدمت میں مصروف ہے۔

(آمین یا لہ العالمین)



## اظہار تشکر

مسجد نبوی (ﷺ) میں، میں اس کتاب کے مسودہ کے اندر مصروف تھا اچانک محترم جناب حاجی لیاقت صاحب المعروف الفجر اچھرہ والے ملے، دریافت کرنے پر کتاب کا مختصر سا تعارف ہوا، از خود ہی انہوں نے اس کتاب کی خدمت کو اپنے ذمہ لے لیا اور کلمہ توحید کیلئے اس ”پاکیزہ درخت“ کی ہر قسم کی خدمت اپنے ذمہ لی اور آج یہ انکی وساطت سے آپکے ہاتھ میں ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ انکو اور انکے بڑے بیٹے حافظ محمد عرفان صاحب اور انکے اہل و عیال اور انکے والدین کو اجر عظیم عطا فرمائے

(آمین یا لہ العالمین)



نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	افتتاحیہ	11	64	معبود کے ساتھ کونسا تعلق عبودیت ہے	214
2	زبان کے اعمال	21	65	عقیدہ توحید کی حفاظت	217
3	فضائل کلمہ اخلاص	23	65	پکار عبادت ہے	221
4	کلمہ توحید کے فوائد	30	66	مشرک کی پکار	224
5	اسماء کلمہ توحید	32	67	مسلم کی پکار	225
6	کلمہ توحید اور اعزاز	37	68	کلمہ توحید کیلئے شرطیں	229
7	کلمہ توحید پڑھنے والے کا مقام	40	69	اللہ اور الوہیت	234
8	واقعہ	41	70	اللہ کا الہ ہونا	242
9	ایک موتی	42	71	اللہ کی شان	244
10	ایک سنہرا قول	44	72	اللہ	250
11	کلمہ توحید کی عظمت	48	73	چند مخلوقات پر ایک نظر	256
12	نکتہ	49	74	نملہ (چیونٹی)	259
13	قابل غور	51	75	نیونٹی کی ذہانت اور قرآن	260
14	واقعہ	52	76	ہد ہد	263
15	لطیف بات	53	77	ایک موتی	265
16	کلمہ توحید کی وصیت	55	78	وجود الہی اور موسیٰ	265
17	ابراہیم یعقوب کی وصیت	55	79	وجود باری اور ابراہیم	267
18	نوح علیہ السلام کی وصیت	56	80	وجود باری اور ایک دیہاتی	269
19	احمد ابن حنبلؒ	56	81	ایک حرفی بات	269
20	امام الانبیاء علیہم السلام کی وصیت	57	82	وہ کب تک ہے؟	270
21	ذات حق کی انفرادی وصیت	58	83	وہ کہاں ہے؟	270



271	الظاہر	84	58	ذات حق کی اجتماعی وصیت	22
271	الباطن	85	59	وحدانیت کا دعویٰ	23
272	لطیفہ یزدانی	86	60	توحید کے گواہ	24
274	اللہ کا وجود معرفت	87	63	کلمہ توحید کے اقرار کی حقیقت	25
278	معرفت الہی کا حصول	88	98	لطیفہ روحانیہ	26
280	تین چیزوں پر غور	79	73	کلمہ توحید کا درخت	27
ایضا	کون	90	75	لا الہ الا اللہ کے لفظی فوائد	28
ایضا	قرآن	91	78	انبیاء کرام اور کلمہ توحید	29
ایضا	معجزات	92	81	توحید اور اعتراض	30
283	عظمت الہیہ	93	86	تین نبیوں کا ایک انداز	31
284	ابوبکر اور عظمت الہی	94	90	کلمہ توحید کی دعوت مختلف زمانوں میں	32
ایضا	عمر اور عظمت الہی	95	91	تین نبیوں کے دلائل کا خاتمہ	33
285	عثمان اور عظمت الہی	96	93	سرور کونین اور کلمہ توحید	34
ایضا	علی اور عظمت الہی	97	96	وحدانیت اور جدال	35
ایضا	ابی ابن کعب اور عظمت	98	97	وحدانیت اور تقلید	36
286	بلال اور عظمت	99	98	کلمہ توحید قرآن میں	37
ایضا	خباب اور عظمت	100	100	رکن اول	38
ایضا	خالد بن ولید اور عظمت	101		کلمہ توحید کی شہادت	39
287	عبداللہ بن حزام اور عظمت	102	112	صالحین کی عبادت اور نوح کی دعوت	40
ایضا	ابودرداح اور عظمت	102	114	دوسرا، یثوق، یعوق، نسرکون؟	41



ایضا	عروۃ اور عظمت	104	117	برادرو میں سے پہلے عرب ہونے؟	42
288	ابن ابی ذئب اور عظمت	105	119	انکی شکلیں	43
288	سفیان ثوری اور عظمت	106	122	عرب کے اندر بت پرستی	44
ایضا	اللہ محبوب ہوتا ہے	107	125	یہود کی خاص توجہ	45
290	اسباب محبت	108	129	طاعوت اور فیض محمدی ﷺ	46
292	اللہ کا عرش	109	130	طاعوت کے پجاری اور لا الہ الا اللہ	47
295	عرش کہاں؟	110	132	آواز توحید اور گستاخ مشرک	48
296	حملۃ العرش	111	134	قبور	49
297	فضائل امت توحید	112	142	اونچی قبر اور سید کونین ﷺ	50
299	سرور کونین اور توحید	113	143	توحید کے لغوی معنی	51
ایضا	توحید اللہ کا حق ہے	114	143	توحید کا اسلامی اصطلاحی مفہوم	52
300	توحید لٹ قرآن ہے	115	152	اول دین توحید	53
ایضا	توحید سے محبت	116	154	انبیاء اور اسلام	54
ایضا	ضرورت رسول	117	155	دین توحید میں اختلاف کیوں؟	55
304	انبیاء اور رسول	118	161	لا الہ الا اللہ کے مخاطبین	56
306	کمال اخلاق	119	190	اولیاء کا تذکرہ قرآن میں	57
307	سید کونین کے اخلاق	120	192	امت کو تعلیم	58
310	نسب نامہ	121	197	کلمہ توحید اور ایمان	59
313	نبی اور رسول	122	201	کلمہ توحید اور کھجور کا درخت	60
314	رسول اور نبی میں فرق	123	202	مسلم اور لا الہ	61
315	رسول پر ایمان	124	208	حقیقت اور کلمہ توحید	62
316	تعداد اور سل	125	213	کلمہ توحید ان تہم کے الفاظ میں	63



319	زمانہ فترۃ	126			
323	اسم محمد ﷺ	127			
326	آپ کی ذات پر اعتقاد	128			
327	آپ کی خصوصیات نبوت	129			
329	آپ کی رسالت	130			
331	عقیدہ	131			



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## افتتاحیہ

کثیر احادیث نیز امت کا اجماع ہے کہ کلمہ شہادت کے دونوں جزء یعنی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ - مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اسلام کی اصل بنیاد اور رکن ہیں انہی پر اعمال کا دار و مدار ہے کوئی عمل انکے بغیر قبول نہیں۔

سرور کونین ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ بنی الاسلام علی خمس (بخاری ج 1) یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے جسکی تفصیل اس طرح ہے

یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود اور اسکی توحید پر پختہ ایمان۔  
آپ ﷺ کی رسالت پر کامل ایمان کہ آپ ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں۔

پھر اس کی تائید اور تصدیق کے لئے نماز، روزہ، حج زکوٰۃ اعمال ہیں۔  
اگر آپ ان پانچوں ارکان اسلام کو گہری نظر سے دیکھیں گے تو یہ پانچوں ارکان انسان کو اسلام سے جوڑ کر رکھنے کیلئے اہم ستون ہیں۔ مسلمان انسان کا کوئی گوشہ ان سے خالی نہیں ہے۔

پانچ ارکان کی تفصیل نمبر وار اس طرح ہے

نمبر 1: کلمہ توحید، یہ انسان کے دل پر حاوی ہے۔ مسلمان کا دل کلمہ توحید کے ساتھ وابستہ ہے ارشاد الہی ہے ﴿كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمْ﴾



الإيمان ﴿ یعنی انکے دل میں ایمان لکھ دیا۔ المجادلہ ﴾

نیز ارشاد الہی ہے ﴿ وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا  
وَأَهْلَهَا ﴾ (انکے لئے کلمہ توحید کو اللہ نے لازم کر دیا اور وہ اسی لائق  
ہیں، لفتح)

سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے ﴿ وكذاك الايمان حين يخالط  
بشاشة القلوب ﴾ (ایمان ایسا ہی ہوتا ہے جب دل کی گہرائیوں میں  
پہنچ جائے، بخاری)

**نمبر 2:** نماز، اسکا تعلق انسان کے تمام اعضاء کے ساتھ ہے بندہ اور رب  
سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان ایک پر اعتماد رابطہ ہے۔

**نمبر 3:** زکوٰۃ، جب بندے کا نماز کے ذریعے اپنے رب سے رابطہ ہو گیا  
جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے ﴿ ینا جی ربہ ﴾ یعنی نمازی اپنے رب  
سے راز و نیاز میں باتیں کرتا ہے اب رب کی مخلوق کے ساتھ رشتہ  
جوڑنے کے لئے زکوٰۃ ہے، اس طرح کہ اغنیاء دینے والے، فقراء لینے  
والے، درمیان میں رب سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ قبول فرمائی والی ہے  
ارشاد ہے ﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ  
وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ ﴾ (یعنی اللہ توبہ قبول فرماتا ہے بندوں سے  
اور صدقات وصول فرماتا ہے، التوبہ ۱۰۴)

**نمبر 4:** روزہ، جب بندے کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور مخلوق دونوں سے رابطہ  
ہو گیا تو اب قابل غور ہے کہ بندہ دو چیزوں سے مرکب ہے، روح اور جسم



سے، جسم کی صفائی کے لئے طہارت کا حکم ہے وہ پانی کے ساتھ ہو جاتی ہے لیکن روح کی طہارت کے لئے روزہ کو رکھا گیا ہے کیونکہ اس سے روح اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اسی لئے روزہ کی حکمت کے بارے میں ارشاد ہے ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ) اور ظاہر ہے کہ پرہیزگاری روح اور نفس کے تزکیہ سے حاصل ہوتی ہے۔

**نمبر 5: حج**، اب دل ایمان سے بھر گیا اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو گیا اب ملت اسلامیہ جسکے افراد دور دور آفاق میں ہو سکتے ہیں انکے باہمی اجتماعی رابطہ کے لئے حج کو رکھا گیا ہے تاکہ باہمی اجتماعی رابطہ باقی رہے۔ اسی لئے قرآن حکیم کے اندر حج کو الناس کے ساتھ ذکر فرمایا۔

﴿وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ﴾ (یعنی لوگوں پر اللہ کیلئے حج فرض ہے) ظاہر ہے کہ الناس دنیا کے تمام اطراف کے افراد ہو سکتے ہیں۔ نیز ارشاد ہے ﴿وَآذِنُ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ﴾ (اے ابراہیم! لوگوں میں حج کا اعلان کرو دور دراز علاقوں سے لوگ آئینگے، پیدل بھی اور ہر قسم کی سواریوں پر بھی، الحج)۔

ایک اور انداز سے

پانچ ارکان اسلام کو اس طرح بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ

**نمبر 1:** کلمہ توحید اور رسالت کو رکھا گیا ہے دل کے امتحان کے لئے، کہ



بندہ ہر قسم کے طاغوت سے اور اللہ کے ماسوا سے صرف رب سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کیلئے تعلق کو توڑتا ہے یا نہیں؟

**نمبر 2:** نماز: یہ امتحان ہے اعضاء کا، کہ ان اوقات کے اندر بندہ اپنے رب کی کتنی تعظیم کرتا ہے اسی لئے نماز کو مختلف اوقات میں رکھا گیا ہے ارشاد ہے ﴿إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَّوْقُوتًا﴾ (ایمان والوں پر نماز وقت مقرر میں فرض ہے، النساء) **نمبر 3:** روزہ: یہ امتحان ہے کہ بندہ اپنے رب کے لئے شہوات کو کتنا ترک کرتا ہے۔

**نمبر 4:** زکوٰۃ: یہ امتحان ہے کہ بندہ اپنے رب کیلئے کیا قربانی دے سکتا ہے۔

**نمبر 5:** حج: یہ امتحان ہے کہ بندہ اپنے رب کے لئے سفری مشقت کتنی برداشت کر سکتا ہے۔ اسی لئے حج کے ساتھ فرمایا (مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) (یعنی جو سفر کی طاقت رکھتا ہو، آل عمران)۔

حج سے فراغت کے بعد کیلئے فرمایا ﴿وَلْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ﴾ (یعنی اب اپنے میل کچیل کو دور کر لیں الحج۔) ظاہر ہے کہ میل کچیل کے اندر مشقت ہے جو پورے حج میں باقی رہتی ہے۔

ایک اور انداز

پانچ ارکان اسلام کو اس طرح بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے

**نمبر 1:** کلمہ توحید: جب انسان توحید اور رسالت کی گواہی دیتا ہے



تو اب دل ایمان سے منور ہو گیا، اب اس کا عکس باقی ظاہری اعضاء پر پڑتا ہے جسکی وجہ سے جسم کا ہر حصہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ملاقات کا خواہش مند ہو جاتا ہے۔

فرمان سفیان ثوری: حتیٰ کہ امام سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ اگر کلمہ توحید کا یقین دل میں ایسا آجائے جیسا آنا چاہیے تو انسان پرندے کی طرح اڑنے لگ جائے جنت کے شوق اور جہنم کے خوف سے (فتح الباری ج 1 ص 48)

نمبر 2: نماز: اب جب باقی تمام اعضاء ملاقات کرنے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو انتہائی خشوع کے ساتھ پورا جسم کھڑا ہو جاتا ہے۔ دل پر خشوع چھایا ہوا ہوتا ہے۔ زبان اپنے رب سے ہدایت اور صراط مستقیم کی طلبگاری کے لئے ﴿ایاک نعبد و ایاک نستعین﴾ (یعنی ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں) کے ساتھ راز و نیاز کرتی ہے باقی اعضاء بالکل خاموش ہاتھ باندھ کر ادب کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

رکوع سجدہ:

پھر انسان رکوع اور سجدہ کرتا ہے۔ اس حمد و تسبیح کی حالت میں زبان حال یہ کہہ رہی ہوتی ہے ﴿لن ارکع ولن اسجد الا لمن خلقنی﴾ و رزقنی و هدانی ﴿ (یعنی میں رکوع اور سجدہ کسی کے لئے نہیں کر سکتا اپنے خالق رازق اور ہادی کے سوا)۔



اسی ایک ذات کے لئے میرا سجدہ مجھے تمام سجدوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اسی لئے تو نماز کے بارے میں فرمایا ﴿مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (یعنی تمہارا اسی کی طرف رجوع ہو، تمہیں اسی کا ڈر ہو، اسی کیلئے نماز ہو، اسکے ماسوا کو شامل کر کے مشرک نہ بنو، الروم)۔

نمبر 3 زکوٰۃ: اسکے بعد بندہ ہر طرح رب کا ہو جاتا ہے اب اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو نفس کے خلاف قربانی کا حکم دیتے ہیں کہ اپنے مال کا اپنے غریب بھائیوں کے لئے ایثار کر دے یعنی اپنی ضرورت کو دبا کر انکی ضروریات کو پورا کرے جسکی تعریف اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس طرح فرمائی ﴿يُؤْتِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ (یعنی دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں چاہے اپنے کو ضرورت بھی ہو الحشر) چنانچہ زکوٰۃ دینا، قربانی کرنا، صدقہ فطر دینا اسی لئے ہے۔

نمبر 4 روزہ: انسان اگر امیر ہے تو اسکے اندر طغیانی اور سرکشی کا خطرہ ہے غریب ہے تو ناامیدی کا خطرہ ہے اسکا علاج روزہ ہے۔ نیز اسکے علاوہ نفس کی تہذیب، روح کی تقویت، نفس کو شہوات اور لذات سے روکنا ضروری ہے، اسکے لئے روزہ ہے وہ ان تمام کا علاج کرتا ہے اسی لئے ارشاد ہے ﴿وَأَن تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ الْبَقْرَةَ﴾ (روزہ رکھنا تمہارے لئے بہتر ہے۔

نمبر 5 حج: آپ جانتے ہیں کہ اسلام ایک عالمی نیز اجتماعی دین ہے۔ دنیا



کے کسی بھی کونے میں مثلاً مشرق میں رہنے والے مسلمان کا مغرب کے اندر رہنے والے مسلمان سے رابطہ ضروری ہے اس باہمی رابطے کیلئے حج ہے۔

نیز قرب و جوار کے مسلمان آپس میں رابطہ میں رہنے چاہئیں۔ اول تو اسکے لئے نماز کو باجماعت رکھا گیا تاکہ انسان اپنے گلی محلے کے مسلمان سے نماز باجماعت میں رابطہ کر سکے اور اسکے حال معلوم کر سکے، دوسرے درجے میں نماز جمعہ کو رکھا گیا ہے۔

جمعہ: پھر اپنے شہر اور اسکے اطراف کے مسلمانوں سے نماز جمعہ کے وقت اجتماعی احوال معلوم کر سکے، نیز ایک آدمی کو بطور خطیب کے مقرر فرمایا گیا تاکہ دیگر تمام مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی حالات سے دوسرے مسلمانوں کو آگاہ کر سکے۔ توحید و سنت سے تعلق، احکام اسلام پر عمل کا طریقہ، شرک و بدعت سے بچنے کا طریقہ بیان کر سکے۔ پھر اسکے علاوہ باقی تمام اطراف عالم کے مسلمانوں کے ساتھ اجتماعیت برقرار رکھنے کے لئے حج کو رکھا گیا، تاکہ سالانہ خبر گیری ہوتی رہے اس میں بھی ایک خطیب رکھا گیا تاکہ خطبہ کے ذریعے تمام اطراف عالم کے مسلمانوں کو دینی، دنیاوی معاملات سے آگاہ کرتا رہے۔ خطبہ حجۃ الوداع کے تمام روشن پہلو جس میں اسلام کی سیاسی قوت، نیز جہاد، احکام پر مضبوطی سے عمل، کفار سے معاملات، مسلمانوں کے باہمی اختلافی معاملات میں مصالحت، خلافت کا قیام، معاشی، معاشرتی



اور کسبِ حلال کے طریقے اور صراطِ مستقیم پر بدعات سے بچ کر قائم رہنے کی اہمیت معلوم ہو جائے۔ اس آیت پر غور فرمائیں کہ ﴿وَآذِنُ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ، لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ فِي أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَالْهُكْمُ لِلَّهِ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ﴾ (یعنی لوگوں میں حج کا اعلان کیجئے، لوگ پیدل اور ہر قسم کی توانا اور ناتواں سواریوں پر دور دراز سے چل کر آئیں گے تاکہ اپنے دینی و دنیاوی فوائد حاصل کر سکیں رضائے الہی کیلئے جانور قربان کر سکیں، ملتِ اسلامیہ کے تمام افراد اس بات کو یاد رکھیں کہ معبودِ برحق ایک ہی ہے اور اس ہی کیلئے جان اور مال کو قربان کرنا ہے۔

اس آیت میں مختلف علاقوں سے آنیوالے مسلمانوں کا مقصد ایک ہی بتایا گیا ہے

یعنی دنیاوی اور اخروی فوائد کا حصول ذکر الہی ایک ہی ذاتِ رضا جوئی، ایک ہی ذات کی فرمانبرداری، پھر تمام ملتِ اسلامیہ کو ایک ہی صفت عطا فرمائی گئی کہ یہ سب محبتیں ہیں یعنی رب کے سامنے عجز اور نیاز مندی کا اظہار کرنیوالے، (الحج)

مقدمہ لا الہ الا اللہ زرکشی ص 35-33)

کلمہ توحید کی جامعیت: یہ جو کچھ ہم نے ابھی پڑھا، کلمہ توحید اور باقی



اسلامی ارکان یہ مکمل دین نہیں بلکہ دین کے اندر اسکے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں، مثلاً آپ جانتے ہیں کہ ایک گھر ہوتا ہے اسکے چارستون ہیں لیکن گھر میں یہ چارستون ہی نہیں ہوتے بلکہ اسکے علاوہ اور بھی بہت چیزیں ہوتی ہیں لہذا کلمہ توحید اور یہ ارکان ہی مکمل دین نہیں بلکہ یہ کلمہ توحید تمام دینی احکامات کے لئے جامع ہے۔ جس طرح ایک بیج ہوتا ہے اس سے ایک تن آور درخت پیدا ہوتا ہے لیکن اس سارے درخت اور اسکے پھول پتے ہر ایک چیز میں بیج کا اثر ہوتا ہے اسی طرح کلمہ توحید کا دین کے ہر حکم کے اندر اثر ہے۔ اسی لئے قرآن حکیم میں کلمہ توحید کی مثال پاکیزہ درخت سے دی گئی ہے۔ کلمہ توحید کے چشمہ سے جو اعمال اور احکام پھوٹتے ہیں بقول علامہ ابن حجر عسقلانیؒ اسکی تین قسمیں ہیں۔

(1) اعمال قلب (دل۔ کے اعمال) ان سب کی بنیاد عقیدہ اور نیت ہے اور یہ 24 چوبیس ہیں۔

(1) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات و صفات اور توحید پر ایمان اور اس بات کا عقیدہ کہ کل کائنات کے اندر اسکی کوئی مثل نہیں جیسا کہ ارشاد الہی ہے ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ (یعنی انکی کوئی مثل نہیں)۔ نیز انکے علاوہ کل کائنات حادث (فنا ہونیوالی) ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے ﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ (تم کو اور تمہارے ہر عمل کو اللہ نے پیدا کیا ہے)۔ ظاہر ہے پیدا ہونیوالی چیز حادث ہے نیز، ﴿كُلُّ نَفْسٍ



ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ﴿﴾ (نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے)۔

(2) ملکہ پر ایمان

(3) کتابوں پر ایمان

(4) تمام رسولوں پر ایمان

(5) تقدیر خیر و شر پر ایمان

(6) قیامت پر ایمان

(7) قیامت کے ساتھ ہی سوال قبر و حشر، بعد الموت حشر نثر، حساب،

میزان، پل صراط، جنت جہنم سب داخل ہیں۔

(8) اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ سے محبت۔

(9) کسی سے بغض اور محبت اللہ کے لئے۔

(10) رسول اللہ ﷺ کی محبت اور اس بات کا عقیدہ کہ آپ ﷺ کا اللہ

کے ہاں کیا مقام ہے۔ آپ پر درود و سلام، اتباع سنت۔

(11) اخلاص اور اسکے اندر ریا اور نفاق کا ترک کرنا۔

(12) توبہ، خوف و رجاء صبر، رضا بالقضاء، توکل، رحمت تواضع،

پھر اسکے اندر بڑے کی عزت، چھوٹے کا احترام سب داخل ہیں۔

(13) عجب، تکبر کو ترک کرنا، حسد اور کینہ کو چھوڑنا، غضب کو ترک کرنا۔



## زبان کے اعمال

زبان کے اعمال یہ (7) سات ہیں

- (1) توحید کا اقرار ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، مُحَمَّدٌ﴾
- (2) تلاوت قرآن ﴿أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ مِنَ الْكِتَابِ﴾ (یعنی جو قرآن آپ کی طرف وحی ہو رہا ہے اسے پڑھئے، عنکبوت)
- (3) تعلیم و تعلم ﴿يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾ (انکو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے، البقرہ)
- (4) دعا ﴿أَدْعُوَانِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (مجھے پکارو میں قبول کروں گا، مؤمن)
- (5) ذکر ﴿اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا﴾ (اللہ کو کثرت سے یاد کرو)
- (6) استغفار ﴿اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ﴾ (اپنے رب سے استغفار کرو)
- (7) لغویات سے اجتناب ﴿وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتُهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا﴾ (جنہوں نے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا ہے، اور دنیا کے دھوکے میں مبتلا ہیں ان سے تعلق توڑ لو، الاعراف)

### اعمال بدن

یہ (38) ہیں۔ ہر قسم کی طہارت، ستر عورت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، مقروض کی گردن چھڑانا، سخاوت، اس میں کھانا کھلانا، مہمان کا اکرام، روزہ



فرض، نفل، حج و عمرہ، طواف، اعتکاف، لیلة القدر کی جستجو، دین بچانے کی فکر، نذر کی وفا، پختہ ایمان کی کوشش، کفارات کی ادائیگی، نکاح کے ساتھ پاکدامنی، اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، اولاد کی تربیت، صلہ رحمی، مولیٰ کی اطاعت، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک، عدل و انصاف کا قیام، اتباع جماعت مسلمین، حکمران کی اطاعت، اصلاح بین الناس، باغیوں سے جہاد، نیکی پر تعاون، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، جہاد اور خمس کی ادائیگی، قرض کی ادائیگی، پڑوسی کا اکرام، حسن معاشرت، انفاق فی سبیل اللہ، اسراف اور فضول خرچی سے بچنا، سلام کا جواب دینا، دوسرے کی چھنک پر رحمک اللہ کہنا، لوگوں اپنی ایذا سے بچانا، لہو و لعب سے اجتناب، تکلیف دہ چیزوں کو ہٹانا۔

یہ تمام اسلامی افعال، اعمال اور اخلاق کلمہ توحید لا الہ الا اللہ سے پھوٹتے ہیں۔ (فتح الباری ج ۱ ص ۷۲)

۹۷۹۱۷



## فضائل کلمۃ الاخلاص

نمبر 1: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ نہ تو کسی گناہ کو باقی چھوڑتا ہے اور نہ کوئی عمل اس سے آگے بڑھ سکتا ہے۔ (ابن ماجہ عن ام ہانی)۔

سلف صالحین میں سے کسی کو کسی نے خواب میں دیکھا اس سے حال دریافت کیا تو فرمایا کہ لا الہ الا اللہ نے کسی گناہ کو باقی نہیں چھوڑا۔

نمبر 2: ایک حدیث میں ارشاد ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے ایمان کی تجدید کیا کرو، ہم نے عرض کیا ایمان کی تجدید کیسے کریں؟ فرمایا کہ لا الہ الا اللہ کہا کرو زمین و آسمان بھی ایک پلڑے میں رکھ دئے جائیں تو یہ سب پر بھاری ہے (مسند احمد)

نمبر 3: یہ کلمہ توحید تمام حجاب اور پردوں کو پھاڑ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ تک پہنچتا ہے، کوئی پردہ اسکے لئے رکاوٹ نہیں بن سکتا۔ ایک حدیث میں ہے ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں (ترمذ)۔

نمبر 4: لا الہ الا اللہ کے پڑھنے والے کی طرف اللہ سبحانہ تعالیٰ نظر رحمت فرماتے ہیں، اسکی دعا کو قبول فرما کر اسکی حاجت کو پورا فرمادیتے ہیں۔ (عمل الیوم واللیلۃ نسائی)

نمبر 5: تمام انبیاء کے کلمات میں سب سے افضل کلمہ لا الہ



الا اللہ ہے (موطا امام مالک)

نمبر 6: ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کو امرتہ پڑھنا ایسا ہے جیسے ۴۲ ع

بی غلام آزاد کرنا (بخاری و مسلم)

نمبر 7: قبروں سے اٹھتے وقت مسلمانوں کا شعار یہ کلمہ

ہوگا۔ (مجمع الزوائد ھیشمی ج 10)

نمبر 8: ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

قیامت کے دن ﴿لا الہ الا اللہ﴾ پڑھنے والے مسلمان بھی

گناہوں کی بنا پر جہنم میں جائینگے تو مشرکین انکو طعنہ دینگے کہ تمہیں

﴿لا الہ الا اللہ﴾ پڑھنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ اس پر اللہ سبحانہ

و تعالیٰ غضبناک ہونگے اور ﴿لا الہ الا اللہ﴾ پڑھنے والوں کو جہنم سے

نکال دینگے (مجمع الزوائد ھیشمی ج 10)

نمبر 9: ایک طویل حدیث کے اندر ارشاد ہے کہ حضرت ابو ذر

نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ لا الہ الا اللہ حسنات میں سے ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ (احسن الحسنات) ہے یعنی تمام نیکیوں سے

بڑھکر ہے۔ (مجمع الزوائد)

نمبر 10: فرمان عمر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کلمہ کو کلمہ

تقویٰ فرمایا ہے۔

نمبر 11: یہ کلمہ اخلاص ہے۔

نمبر 12: یہ کلمہ شہادت حق ہے ارشاد الہی ہے ﴿الا من شہد



بالحق، الزخرف ﴿

نمبر 13: یہ کلمہ دعوت حق ہے ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ، الرعد﴾

نمبر 14: یہ کلمہ شرک سے برأت کا پروانہ ہے۔

نمبر 15: اسی کلمہ توحید کے مقصد کے لئے تخلیق کائنات ہے،

جیسا کہ ارشاد الہی ہے کہ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں یعنی میری وحدانیت کا اقرار کریں، الذاریات)

نمبر 16: انبیاء کرام کی بعثت اور آسمانی کتب کا نزول اسی کلمہ

توحید کی دعوت کو پورا کرنے کے لئے ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (آپ سے پہلے جتنے رسول آئے ہیں سب کو یہی

حکم ہوا کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، میری توحید پر قائم رہو، الانبیاء)

نیز ارشاد الہی ہے ﴿يُنزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ

يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونِ﴾ (یعنی

اللہ فرشتوں کو وحی دیکر نازل فرماتا ہے جس بندے پر چاہتا ہے جس میں یہ

حکم ہوتا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے مجھ ہی سے ڈرو، النحل)

گویا اس آیت میں اسی توحید کو تقویٰ کہا جا رہا ہے۔

اس کلمہ کی وجہ سے سورۃ النحل کا نام سورۃ النعم ہے۔ کیونکہ کلمہ توحید سے

بڑی کوئی نعمت نہیں ہے۔ اور اس سورت کے شروع میں کلمہ توحید کا ذکر



ہے جیسا کہ ارشاد الہی ہے ﴿أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونَ﴾،  
ایضاً ﴿

نیز کلمہ توحید اہل جنت کے لئے ایسا ہی ہے جیسا کہ اہل دنیا کے لئے ٹھنڈا  
پانی۔ اسی کلمہ توحید کی وجہ سے ثواب اور عقاب رکھا گیا ہے تاکہ اسکے  
پابند رہنے والوں کو ثواب ہو منکرین کو عقاب ہو۔

نمبر 17: اسی کلمہ توحید کی وجہ سے جہاد مقرر فرمایا گیا ہے جو اسکا

پڑھنے والا ہوگا اسکا جان و مال محفوظ ہے جو انکار کرے اسکا جان مال  
اور خون حلال ہے۔ ارشاد صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ﴿امرت ان

اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله فاذا قالوا لا اله

الا الله عصموا مني دماءهم و اموالهم﴾ (مجھے حکم ہے کہ جب

تک لوگ کلمہ توحید کا اقرار نہ کریں تو میں ان سے جہاد کروں۔ جب وہ

اسے قبول کر لیں تو ان کی جان اور مال محفوظ ہیں۔ مسلم بروایت جابرؓ)

نمبر 18: لا اله الا الله جنت کی چابی ہے۔

نمبر 19: یہ کلمہ انبیا کرام کی دعوت کی چابی ہے۔

نمبر 20: یہی کلمہ توحید ہے جسکی وجہ سے موسیٰ کو شرف کلام بخشا

گیا، قرآن حکیم کے اندر ارشاد ہے ﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا

فَاعْبُدْنِي﴾ (اے موسیٰ میری وحی کو غور سے سن بیشک میں اللہ ہوں

میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو، طہ)

نمبر 21: لا اله الا الله جنت کی قیمت ہے (کامل ابن عدی ج



6 روایت انسؓ۔)

نمبر 22: جسکا آخری کلام لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل

ہوگا، (مسند احمد ابو داؤد۔)

نمبر 23: لا الہ الا اللہ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

نمبر 24: آپ ﷺ نے مؤذن کی آواز سنی جب اس نے اَشْهَدُ

أَنَّ لَإِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ کہا آپ ﷺ نے فرمایا یہ جہنم سے نکل گیا (مسلم شریف ج 1)

نمبر 25: یہ کلمہ مغفرت اور بخشش کا سبب ہے۔ ایک دفعہ

آپ ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر سب سے یہ کلمہ پڑھوایا اخیر میں فرمایا تمہیں

مبارک ہو تم سب کی مغفرت ہوگئی۔ (مسند احمد شداد بن اوس نیز عبادہ

بن صامت)

نمبر 26: لا الہ الا اللہ تمام نیکیوں میں سب سے اعلیٰ درجہ کی نیکی

ہے۔

نمبر 27: لا الہ الا اللہ تمام گناہوں اور خطاؤں کو مٹا دیتا ہے۔

نمبر 28: کلمہ توحید تجدید ایمان کا باعث ہے۔

نمبر 29: تمام اذکار میں افضل ذکر ہے (ترمذی ابن ماجہ)

نمبر 30: قبر کی وحشت سے یہ کلمہ نجات ہے۔ (حلیہ ابو نعیم)

نمبر 31: قاضی عیاض نے اس کلمہ توحید کو اسم اعظم قرار دیا ہے کہ

یہ کلمہ ہی اسم اعظم ہے (فتح الباری کتاب الدعوات تلخیص الحبیر ج



حق یہ ہے کہ اس کلمہ کے فضائل کو انسان شمار نہیں کر سکتا تاہم سمندر سے ایک ذرے کا کروڑواں حصہ ہم نے نقل کر دیا ہے۔ کیا یہ فضیلت کم ہے کہ اسی کلمہ کی وجہ سے انسان کفر، الحاد، شرک، نفاق کے گڑھے سے نکل کر مرکز توحید ایمان اخلاص میں داخل ہو جاتا ہے۔ دنیا میں مسلم، مؤمن، موحد اور کافر مشرک اور منافق کے درمیان یہ کلمہ تمیز کر دیتا ہے۔

یہ کلمہ انسان کے اندر حریت فکر پیدا کر دیتا ہے اور یہ بتا دیتا ہے کہ کل کائنات کے اندر تیرا سر اور چہرہ کسی کی عبادت کے لئے نہیں جھکنا چاہئے، شدت اور مصیبت اور حاجات کے لئے تجھے کسی کے سامنے آہ و زاری نہیں کرنا چاہئے اور کل کائنات نہ ہی تیری فریاد رس ہے تیری فریاد کو اس وحدہ لا شریک ذات کے سوا کوئی نہیں پہنچ سکتا لہذا تجھے اسی کے سامنے جھکنا چاہئے اس کلمہ پر ایمان، قوت ہے اور عزت، سعادت اور فلاح ہے، آخرت اور دنیاوی ترقی کا باعث ہے اس کلمہ کے منکرین کے لئے خسران، ذلت، تذبذب اور بے چینی انکا مقدر ہے یہ کلمہ سمجھاتا ہے کہ نفع ضرر، حیات موت، رزق و تنگدستی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جب یہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے کسی کے سامنے جھکنے کی اور کسی سے خوف رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں لہذا جھکنا، خوف، شکر و حمد سب اسی ذات کے لئے ہے اس کلمہ کی وجہ سے مؤمن کے اندر تکبر غرور، فرعونیت پیدا



نہیں ہوتی کہ وہ سمجھتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں سب قوتیں اللہ کے لئے ہیں۔ اسی لئے تو کلمہ کے شروع میں لا ہے، اسی لئے مؤمن کو وقتاً فوقتاً ﴿لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ﴾ پڑھنے کا کہا گیا ہے۔ اور اسے جنت کا خزانہ بتایا گیا ہے، فرمان نبوی ﷺ۔ جو اس کلمہ کا منکر ہے اسکے پاس مال آئے تو یا تو فرعون ہو کر خدائی کا مدعی بن جاتا ہے یا قارون ہو کر کہتا ہے کہ ﴿إِنَّمَا أُوتِيْتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ﴾ (یہ سب کچھ میرے کمال ہنر کی بناء پر ملا ہے، القصص) نیز کلمہ توحید بندے کو اپنے آپکو رب سے ملاقات کے لئے تیار کرتا ہے، تزکیہ نفس اور نیک اعمال کے ذریعے اور منکر اپنی زندگی کو لہو و لعب، کفر شک الحاد میں برباد کر دیتا ہے۔ مؤمن پر زمین آسمان کے دروازے بھی بند ہو جائیں پھر بھی اسکے دل میں معرفت الہی کی خوشی باقی رہتی ہے لیکن کافر کی زندگی گھبراہٹ، بے چینی اور مایوسی میں بدل جاتی ہے۔

کلمہ توحید عجیب کلمہ ہے مسلمان ہونے کے لئے دل کے اندر سب سے پہلے داخل ہوتا ہے اور موت کے وقت سب سے آخری کلمہ ہوتا ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ﴿مَنْ كَانَ آخِرُ كَلِمَاتِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (مسند احمد حاکم بروایت معاذ)



## کلمہ توحید کے فوائد

(۱) کلمہ توحید کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ مسلمان کیلئے جہنم سے نجات اور خلاصی کا ذریعہ ہے اسکے بغیر نجات ممکن ہی نہیں ارشاد الہی ہے ﴿ اِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَا وَاوَاهُ النَّارُ ﴾ (یعنی جو شرک کرے گا اسکے لئے جنت حرام اسکا ٹھکانہ دوزخ کی آگ ہے) (المائدہ ۷۲)

(۲) گناہوں کی معافی کا ذریعہ توحید ہے حدیث قدسی ہے کہ اے آدم کی اولاد! اگر تو زمین کے حجم کے برابر بھی گناہ لائے لیکن تیرے گناہوں میں شرک نہ ہو تو میں تجھے زمین کے حجم کے برابر مغفرت سے نوازوں گا (ترمذی عن انس)

(۳) توحید پرست کے تمام اعمال قبول ہو جاتے ہیں توحید کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ارشاد الہی ہے ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَمِثْلَهُ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ ﴾ (یعنی اگر زمین اور اسکے مثل اور بھی عذاب کے بدلہ میں دینا چاہے تو وہ بھی قبول نہیں) (المائدہ ۳۶)

نیز ارشاد ہے ﴿ لِيَنْ اَشْرَكَتَ لِيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ ﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے بھی شرک کیا تو آپ کے تمام اعمال برباد ہو جائیں گے، (الزمر ۶۵)



سورة الانفال کے اندر (۱۸) انبیاء کرام علیہم السلام کا ایک ہی مقام پر ذکر کر کے فرمایا کہ اگر یہ شرک کریں تو انکے بھی سب اعمال برباد ہو جائیں گے ارشاد الہی ہے ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (اگر یہ شرک کریں تو انکے بھی تمام اعمال برباد، الانعام)

(۴) توحید پرست کو دنیا اور آخرت کے اندر امن ہے ارشاد ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبَسُوا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولَئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کے ساتھ شرک نہ ملایا انکے لئے امن ہے وہ ہدایت یافتہ ہیں) (الانعام ۸۲)

(۵) دنیا اور آخرت میں عزت اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مدد ارشاد ہے ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ الْاَشْهَادُ﴾ (ہم اپنے رسول اور ایمان والوں کی مدد کریں گے دنیا اور آخرت میں بھی) (مومن ۵۱) نیز ﴿اَنْتُمْ الْاَعْلٰوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ﴾ (تم غالب رہو گے اگر ایمان پر ہوئے) (ال عمران ۱۳۹)

(۶) دخول جنت کا پختہ وعدہ ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا وَعَدَالِلُهٗ حَقًّا﴾ (یعنی ایمان والوں کو جنت میں داخل کریں گے یہ اللہ کا پکا وعدہ ہے) (النساء نمبر ۱۲۲)



## اسماء کلمہ توحید

یہ کلمہ طیبہ جس قدر عظیم ہے اسکی عظمت کی وجہ سے اس کے نام بھی کثیر اور بہت زیادہ ہیں جنکو ہم نمبر وار بیان کر دیتے ہیں، پڑھیں اور بندہ گنہگار کو دعادیں۔

نمبر ۱: کلمہ توحید۔ اسلیے کہ یہ اللہ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور کلی طور پر ہر قسم کے شرک کی نفی کرتا ہے

نمبر ۲: کلمہ اخلاص

نمبر ۳: کلمہ احسان قرآن میں ارشاد ہے ﴿هَلْ جَزَاءُ

الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (یعنی احسان کا بدلہ احسان ہے) اس میں

پہلے احسان سے مراد ایمان ہے جو کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ سے حاصل

ہوتا ہے (بحوالہ قرطبی جلد ۱) نیز قرآن میں ارشاد ہے ﴿لِلَّذِينَ

أَحْسَنُوا الْحُسْنَى﴾ (ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان اختیار

کیا،) یہاں احسان سے مراد ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ہے، یونس

(۲۶) (القرطبی ج ۱۵)

نمبر ۴: دعوة الحق ارشاد ہے ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ (اس ہی

کے لیے ہے سچی پکار، الرعد ۱۴)

ابن عباس فرماتے ہیں کہ دعوة الحق سے مراد ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ہے۔

(درمنثور ج ۳)



نمبر ۵: کلمۃ العدل ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ﴾ (یعنی اللہ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے، انحل ۹۰) یہاں عدل سے مراد کلمہ تو حید ہے۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ کہتے ہیں میں نے اسلام آپ ﷺ سے حیا کرتے ہوئے اختیار تو کر لیا لیکن میرے دل میں شکوک و شبہات باقی تھے۔ ایک دن میں آپ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص آسمان سے اتر رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ جبریل ہے انہوں نے آکر ارشاد فرمایا کہ اے محمد ﷺ! اللہ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔ (عدل سے مراد لا الہ الا اللہ کی شہادت ہے اور احسان سے مراد وظیفہ عبودیت پر قائم ہونا ہے) اسی دن اسلام میرے دل میں راسخ ہو گیا۔

لطیفہ: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات کے بارے میں عدل کا حکم دیا ہے۔ جبکہ انسان کو عورت کے بارہ میں فرمایا تم عورتوں کے درمیان عدل نہیں کر سکتے، جو انسان عورت کے بارے میں عدل نہیں کر سکتا وہ ذاتِ اقدس کے معاملہ میں عدل کیسے کر سکتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ انسان کو ذاتِ حق سبحانہ و تعالیٰ کے بارے میں عدل کا حکم کیسے ہوا۔

جواب یہ دراصل اشارہ ہے کہ اے انسان! دیکھ صنفِ نازک میں تو ضعیف ہے عدل نہیں کر سکتا۔ ذاتِ اقدس کے ساتھ عدل کرنے میں تجھے قدرت دی گئی ہے۔ اس لیے سمجھ لے کہ سب کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ



کے ہاتھ میں ہے جس مقام پر جو چاہے قدرت عطا فرمادے۔

نمبر ۶: طیب من القول ارشاد الہی ہے ﴿وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ﴾ (حج ۲۲) اس کو طیب اس وجہ سے کہا کہ ہزار سالوں کا مشرک نجس ناپاک (إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ) ﴿مشرک نجس ہے﴾ جب اس کلمہ کا اقرار کرتا ہے تو پاک ہو جاتا ہے (عجائب القرآن، رازی)

نمبر ۷: کلمہ طیبہ ارشاد الہی ہے ﴿كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ﴾ (پاکیزہ کلمہ کی مثال جیسے پاکیزہ درخت) ابراہیم (۲۲)

نمبر ۸: قول ثابت ارشاد الہی ہے ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (یہاں قول ثابت سے مراد کلمہ توحید ہے ابراہیم (۲۷)

نمبر ۹: کلمہ التقوی ارشاد الہی ہے ﴿وَالزَّمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى﴾ یہاں کلمہ تقوی سے مراد ﴿لا اله الا الله﴾ ہے۔

نمبر ۱۰: کلمہ باقیہ ارشاد الہی ہے ﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ﴾ یہاں کلمہ باقیہ سے مراد ﴿لا اله الا الله﴾ ہے۔ اس کو باقی رہنے والا کلمہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے حاصل ہونے والی توحید باقی رہتی ہے کسی گناہ کی وجہ سے وہ ختم نہیں ہوتی بلکہ باقی تمام گناہ اس توحید کی وجہ سے زائل ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۱۱: كَلِمَةُ اللَّهِ الْعُلْيَا (اللہ کا بلند کلمہ) ارشاد الہی ہے ﴿وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا، التَّوْبَةُ﴾



نمبر ۱۲: المثل الاعلیٰ ارشاد الہی ہے ﴿وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی﴾ (اللہ ہی کی شان بلند ہے، روم) یہاں مثل اعلیٰ سے مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے

نمبر ۱۳: کلمہ سوا ارشاد ہے ﴿قُلْ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ﴾ (ایسے کلمے کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے، آل عمران) ابوالعالیہ کہتے ہیں کہ یہاں کلمہ سوا سے مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔

نمبر ۱۴: کلمۃ النجاة ارشاد الہی ہے ﴿اَدْعُوْکُمْ اِلٰی النَّجٰتِ وَتَدْعُوْنِنِیْ اِلٰی النَّارِ﴾ (میں تمہیں نجات کی طرف بلاتا ہوں تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو، المؤمن)

نمبر ۱۵: کلمہ عہد یہاں عہد سے مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے (درمنثور ج ۱)

نمبر ۱۶: کلمۃ استقامت ارشاد الہی ہے یہاں استقامت سے مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے (ابن مسعود درمنثور ج ۴)

نمبر ۱۷: ارشاد الہی ہے ﴿مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (یعنی زمین آسمان کی چابی) یہاں مقالید سے مراد ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ ہے۔ (ابن عباس، قرطبی ج ۱۶)

نمبر ۱۸: قول سدید (درست بات) ارشاد الہی ہے ﴿قَوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا﴾ (الاحزاب ۷۵)



نمبر ۱۹: البر (اصل نیکی) ارشاد الہی ہے یہاں بر سے مراد ﴿لا الہ الا اللہ﴾ ہے

نمبر ۲۰: الدین الخالص، دین و عقیدہ، ارشاد الہی ہے ﴿الا للہ الدین الخالص﴾ (الزمر ۳)

نمبر ۲۱: الصراط ارشاد الہی ہے ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ (الفاتحہ ۴)

نمبر ۲۲: کلمۃ الحق ارشاد الہی ہے ﴿اِلَّا مَن شَهِدَ بِالْحَقِّ﴾ (مگر جو حق کی گواہی دے، آل عمران) یہاں حق سے مراد لا الہ الا اللہ ہے (الخازن ج ۴)

نمبر ۲۳: عروۃ الوثقی ارشاد الہی ہے ﴿فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾ (البقرہ ۲۵۶) یہاں عروۃ الوثقی سے مراد ﴿لا الہ الا اللہ﴾ ہے (القربطی - ج ۱۷)

نمبر ۲۴: کلمۃ الصدق ارشاد الہی ہے ﴿وَجَاءَ بِالصَّدَقِ﴾ یہاں صدق سے مراد ﴿لا الہ الا اللہ﴾ ہے۔ (بحوالہ عجائب القرآن، امام رازی)

عجائب القرآن، امام رازی



## کلمہ توحید اور ۱۰ اعزاز

لا الہ الا اللہ پڑھنے والوں کا ۱۰ طرح اکرام

کلمہ توحید والے مومنین کا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے 10 طریقے سے اکرام فرمایا ہے۔ قرآن حکیم کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان اعزازات کا اعلان بھی فرمادیا ہے جو ترتیب وار مندرجہ ذیل ہیں۔ (آپ غور سے پڑھیں اور بندہ کو دعا دیں۔)

نمبر 1: مغفرت و بخشش عام: ارشاد الہی ہے ﴿قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يَغْفِرَ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ﴾ (کافروں سے کہہ دیں اگر وہ باز آئیں کفر و شرک سے ان کے تمام گزشتہ معاملات معاف ہو جائیں گے الانفال 38)۔

نمبر 2: امن عام: ارشاد الہی ہے ﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ (جو ایمان لائے اور ایمان کے اندر شرک کی ملاوٹ نہ ہوئی ان کے لئے امن عام ہے اور وہ ہدایت یافتہ ہیں، الانفال 82)۔

نمبر 3: ہدایت، ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ﴾ (ایمان اور نیک اعمال والوں پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان کے ایمان کی بدولت مزید ہدایت کی راہیں کھول دیگا، یونس 9)



نمبر 4: زیادہ انعام، ارشاد الہی ہے ﴿لِّلَّذِينَ أَحْسَنُوا  
الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾ (اچھائی کرنیوالوں کیلئے اچھا مقام ہوگا اور زائد  
انعام ہوگا) جو کہ دیدار الہی بھی ہو سکتا ہے، یونس 26)

نمبر 5: فلاح و کامیابی، ارشاد الہی ہے ﴿قَدْ أَفْلَحَ  
الْمُؤْمِنُونَ﴾ (ایمان والے) (توحید پرست) کامیاب ہوئے  
(المؤمنون 1)

نمبر 6: ثابت قدمی، ارشاد الہی ہے ﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا  
بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ (اللہ ایمان والوں کو کلمہ توحید کے ذریعے ثابت  
قدم رکھے گا ابراہیم)

نمبر 7: شفاعت، ارشاد الہی ہے ﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ  
إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ﴾ (کسی کی سفارش کسی کے کام نہ آئیگی  
قیامت کے دن سوائے اسکے جسکو سفارش کی راجازت دے) (طہ  
109)

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ﴾ (اور جسکے لئے پسند کرے،  
الانبیاء)

﴿وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا﴾ (شفاعت وہ کریگا جس کی بات کو رب پسند  
کرے، طہ)

﴿وَقَالَ صَوَابًا﴾ (شفاعت کیلئے شرط ہے کہ شفاعت کرنیوالا  
درست بات کہے النبأ)



نمبر 8: اصلاح اعمال، ارشاد الہی ہے ﴿وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا  
يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ﴾ (درست بات کہو) (یعنی کلمہ توحید) اللہ  
تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیگا، الاحزاب۔)

نمبر 9: بشارت، ارشاد الہی ہے ﴿وَأَبَشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي  
كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾ (جس جنت کا وعدہ تھا وہ تمہیں مبارک ہو،)

نمبر 10: سلام اور رویت الہی، ارشاد الہی ہے ﴿سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ  
رَّبِّ رَحِيمٍ﴾ (رب رحمن کی طرف سے سلام ہوگا، یس)

﴿إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہونگے،  
القیمہ۔) (بحوالہ عجائب القرآن ابو بکر رازی)



## کلمہ توحید پڑھنے والے کا مقام

جب کوئی بندہ کلمہ توحید صدق دل اور اخلاص سے پڑھ لیتا ہے تو وہ مؤمن کہلاتا ہے، لا الہ الا اللہ کہنے کے ساتھ ہی اس نے گویا اپنے اور اپنے رب کے درمیان سے تمام واسطوں کو ختم کر دیا۔ براہ راست دامن وحدت سے وابستہ ہو گیا اسکی وجہ سے اسے کل کائنات میں فضیلت بخشی گئی ہے۔

دس مقامات پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس کلمہ گو مسلم کو اپنی ذات کے بعد کل کائنات میں تیسرا نمبر عطاء فرمایا ہے وہ دس مقامات یہ ہیں۔

- نمبر 1: مراقبہ
- نمبر 2: ولایت
- نمبر 3: موالات
- نمبر 4: صلوة
- نمبر 5: عزت
- نمبر 6: اطاعت
- نمبر 7: مشاقہ
- نمبر 8: اذی
- نمبر 9: التجا
- نمبر 10: شہادت۔



## واقعہ

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں کہ جو آدمی اپنے اندر تین چیزیں پیدا کرے اسکو چاہئے کہ اپنے آپ کو سعادت مند سمجھے۔ نمبر 1 اللہ کی ہیبت اور خوف۔ نمبر 2 سرور کو نبین ﷺ کی عظمت۔ نمبر 3 نیک پرہیزگار لوگوں سے حیا۔

نمبر ۲ مقام ولایت: اس کا مطلب یہ ہے کہ محبت اور دوستی کرنے کے لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی دوستی کے بعد تیسرے نمبر کا دوست مؤمن کو قرار دیا ہے ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ (تمہارا دوست اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں مائدہ 55)۔ دیکھئے! اس آیت میں اول دوست اللہ سبحانہ و تعالیٰ پھر رسول اللہ ﷺ پھر کلمہ گو مؤمنین۔

ذرا غور کیجئے حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے نبی ہیں رب سے ولایت اور دوستی کا مطالبہ کرتے ہیں ﴿أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (میرے مولا تو میرا دوست ہے دنیا اور آخرت میں، یوسف 101)۔ یوسف علیہ السلام کو دعا میں یہ کہنے پر انکو حکومت اور عزت ملی۔

اور یہاں تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود کہتے ہیں کہ میں تمہارا دوست ہوں اندازہ کیجئے کہ مؤمن کو پھر کیا نہیں ملے گا؟



## ایک موتی

اس آیت میں اہل ایمان سے کہا گیا ہے کہ مؤمن تمہارے دوست ہیں۔ اب غور کیجئے کہ اول مؤمن صحابہ ہیں لہذا وہ بعد والے مسلمانوں کے دوست ہوئے ارشاد الہی ہے ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُتَوَاتِرَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ﴾ (یعنی ایمان والے مرد ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کے دوست ہیں، توبہ 71)۔

اب ہمیں چاہئے کہ ہم صحابہؓ سے محبت کریں کیونکہ دوست ہوئے تو صحابہ ہماری شفاعت کریں گے کیونکہ دوست دوست کی تکلیف پر راضی نہیں ہوتا، لہذا حب صحابہؓ سے شفاعت ملے گی اور بغض صحابہؓ کی وجہ سے آپ صحابہؓ کی شفاعت سے محروم ہوں گے۔

نمبر 3 مقام عزت: اس میں بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایمان والوں کو تیسرا درجہ عطاء فرمایا ہے۔ اول عزت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی، دوئم عزت رسول اللہ ﷺ کی، سوئم عزت اہل ایمان کی، جیسا کہ ارشاد الہی ہے ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ﴾ (عزت اللہ کیلئے اور اسکے رسول اور ایمان والوں کیلئے ہے المنافقون 8)۔

دیکھئے اہل ایمان کو تیسرا نمبر دیا گیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ اللہ کی عزت، عزت ربوبیت ہے، رسول اللہ ﷺ کی عزت نبوت ہے، اہل ایمان کی عزت لالاہ الا اللہ کا اقرار ہے۔



نکتہ: مؤمن کا اعزاز یہ ہے کہ مؤمن کا رب کافی ہے۔ قرآن شافی ہے  
رسول اللہ ﷺ وافی ہیں اور مؤمن کا نام اللہ کے نام المؤمن کا ہمنام  
ہے۔ مؤمن کی زبان اللہ کی حمد گو ہے۔ مؤمن کا نفس رضا الہی کا طلبگا  
رہے۔ مؤمن کا دل محل نظر الہی ہے۔ مؤمن کا چراغ معرفت الہی ہے۔  
مؤمن کی شہادت محبت الہی ہے۔ مؤمن کی بصیرت مشتاق رویت الہی  
ہے۔ لہذا مؤمن کی عزت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عزت کے ساتھ متصل  
ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عزت علو اور عظمت کے ساتھ ہے، ارشاد الہی  
ہے ﴿وہو العلی العظیم﴾ (وہ بلند عظمت والا ہے البقرہ 255  
-)

رسول ﷺ کی عزت رفعت کے ساتھ ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَرَفَعْنَا لَكَ  
ذِكْرَكَ﴾ (ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کر دیا انشراح 4)  
اہل ایمان کی عزت قبولیت اور مغفرت کے ساتھ ہے ارشاد الہی ہے ﴿  
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ (بیشک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔  
زمر 53)۔

نیز اللہ کی عزت معبودیت ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ﴾  
(میں ہوں رب تمہارا میری بندگی کرو الانبیاء 92)۔

رسول اللہ ﷺ کی عزت متبوعیت ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَاتَّبِعُواهُ  
لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ (اسکی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ، الاعراف 155)۔



اہل ایمان کی عزت عبودیت سے ہے، ارشاد ہے ﴿یا عبادی﴾ (اے میرے بندو زمر 53)

## ایک سنہرا قول

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی عزت بغیر ذلت کے چاہتا ہے، رعب بغیر بادشاہت کے، امیری بغیر مال کے، اور حسب بغیر نسب کے اسے چاہئے کہ معصیت کی ذلت سے نکل کر اطاعت کی عزت میں داخل ہو جائے۔

خلیفہ ہارون الرشید نے منصور سے سوال کیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا عاقل کون اور جاہل کون؟ امیر کون اور عزت والا کون؟ منصور نے جواب دیا کہ بڑا عقلمند وہ ہے جو نیکی کر کے ڈرے اور جاہل وہ ہے جو بدکار ہونے کے باوجود بے خوف ہو۔ امیر وہ ہے جو قناعت پسند ہو بڑی عزت والا وہ ہے جو پرہیزگار ہو۔ (عجائب القرآن)

نمبر 4: مقام اطاعت اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ اہل ایمان کی اطاعت کو مخصوص درجہ میں لازم قرار دیا ارشاد الہی ہے ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِيَ الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾ (اطاعت کرو اللہ کی اور اسکے رسول کی اور جو تم میں سے مؤمن حکمران ہیں)۔ اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے بعد تیسرے نمبر پر ﴿اولی الامر﴾ مؤمنین کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔



نمبر 5: مشاقہ یعنی ہم کو چاہئے کہ اللہ کی مخالفت، رسول کی مخالفت، اور اہل ایمان کے اجماعی راستے کی مخالفت سے بچیں کیونکہ اس سے منع فرمایا گیا ہے، یعنی حکم الہی کی مخالفت منع ہے۔ یہی حق تیسرے درجے پر اہل ایمان کو دیا گیا ہے کہ اہل ایمان کے راستے کی بھی مخالفت نہ کی جائے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (جو ہدایت واضح ہونے کے بعد سرور کونین ﷺ کی مخالفت کرے، اور ایمان والوں کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اسکی رسی دراز کر دیتے ہیں اور اسکے جہنمی ہونیکا فیصلہ فرما دیتے ہیں) اس میں اہل ایمان کو تیسرا نمبر دیا گیا ہے۔

نمبر 6: ایذا یعنی اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دینا جرم قرار دیا گیا ہے، اسی طرح تیسرے درجے پر اہل ایمان کو ایذا پہنچانے سے منع فرمایا گیا ہے ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ (جو اللہ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں، الاحزاب 57) اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہے ﴿وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (جو ایذا دیتے ہیں ایمان والے مردوں اور عورتوں کو) اس آیت میں اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے بعد تیسرے درجے میں ایمان والوں کو ایذا دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔

نمبر 7 التجا: یعنی مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اول درجہ کا رازدار اللہ



تعالیٰ کو بنائیں، دوم رسول کو، تیسرے درجے میں ایمان والوں کو  
 ارشاد الہی ہے ﴿لَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ  
 وَلَا الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اللہ اور اسکے رسول ﷺ اور ایمان والوں کے سوا کسی  
 کو اپنا رازدار نہیں بناتے) اس آیت میں ان لوگوں کی تعریف کی گئی  
 ہے جو اللہ اور رسول اور اہل ایمان کو اپنا رازدار بناتے ہیں

نمبر 8 شہادت: یعنی شہادت توحید پہلے اللہ نے پھر فرشتوں  
 نے پھر ایمان والوں نے دی ہے ارشاد الہی ہے ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا  
 إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ﴾ (گواہی دی اللہ نے کہ اسکے سوا  
 کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے۔) غور کیجئے!  
 شہادت کے اندر ایمان والوں کا تیسرا نمبر ہے۔

نمبر 9 موالات: یعنی سرور کونین ﷺ کی دوستی کیلئے پہلی  
 ذات اللہ سبحانہ و تعالیٰ پھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور تیسرے  
 نمبر پر ایمان والے ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلَ  
 وَصَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ (اللہ آپ کا دوست ہے اور جبریل اور نیک ایمان  
 والے) اس آیت میں دوستی کیلئے ایمان والوں کو تیسرے نمبر پر منتخب فرمایا  
 گیا۔

نمبر 10 صلوٰۃ و سلام: یعنی سرور کونین ﷺ صلوٰۃ و سلام کیلئے پہلی  
 ذات اللہ سبحانہ و تعالیٰ پھر فرشتے تیسرے نمبر پر ایمان والے ارشاد الہی  
 ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ



آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلَّمُوا تَسْلِيمًا ﴿اللَّهُ اور اسکے فرشتے صلوة  
 وسلام بھیجتے ہیں نبی ﷺ پر ایمان والو! تم بھی اس عظمت کو حاصل کرتے  
 ہوئے صلوة وسلام بھیجو﴾ اس آیت میں صلوة وسلام کیلئے تیسرا نمبر ایمان  
 والوں کا ہے۔



## کلمہ توحید کی عظمت

کلمہ توحید ایک ایسا کلمہ ہے جو ہر کسی کے لئے آخری جائے پناہ ہے۔ چاہے وہ کافر ہو یا مسلم۔ اللہ کا دوست بھی اور دشمن بھی گھبراہٹ کے وقت اسی کی پناہ لیتا ہے۔

غور کیجئے کہ فرعون عدو اللہ (اللہ کا دشمن) ہے جب غرق ہونے لگا تو اس نے اسی کلمہ کا سہارا لیا ارشاد الہی ہے ﴿أَمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ﴾ (میں نے یقین کیا بیشک معبود وہی ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اسکے سوا کوئی معبود نہیں، یونس)۔ دیکھا آپ نے کہ فرعون دشمن خدا نے بھی غرق ہونے کے وقت اسی کلمہ توحید کا سہارا لیا ہے۔

دوست بھی اس کا سہارا لیتا ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب سمندر کی تاریکیوں میں تھے تو فرمایا کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (یعنی تو ہی معبود ہے تیری ہی ذات ہے جو مچھلی کے پیٹ میں انسان کو زندہ رکھ کر اسکی حفاظت کرتا ہے اس جگہ تیرے سوا کسی اور کی قدرت نہیں ہو سکتی) مجھ سے غلطی اور بھول ہو گئی ہے مجھے معاف فرما۔



## نکتہ

یہ کلمہ فرعون نے بھی کہا اور حضرت یونس علیہ السلام نے بھی، لیکن یونس علیہ السلام کا قبول ہوا اور فرعون کا قبول نہ ہوا اسکی کیا وجہ ہے؟ اگر آپ غور کریں تو آپکو اس فرق کی وجہ خود ہی معلوم ہو جائیگی،

نمبر 1: حضرت یونس علیہ السلام کو اس کلمہ کے ساتھ پہلے سے تعارف تھا اسی معرفت کی وجہ سے قبولیت ہو گئی، فرعون کو پہلے اس کلمہ تو حید سے کوئی معرفت نہیں تھی اس سے پہلے تو وہ اپنی ذات کے لئے مدعی تھا جیسا کہ ارشاد ہے ﴿فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ (میں سب سے بڑا رب ہوں، النازعات)

نیز کہتا تھا کہ ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرِي﴾ (یعنی مجھے معلوم نہیں کہ میرے سوا تمہارا کوئی اور بھی معبود ہو سکتا ہے)

نمبر 2: حضرت یونس علیہ السلام اس سے پہلے بھی اس کلمہ تو حید کو پکارتے تھے اس وجہ سے انکا قبول ہوا فرعون کا قبول نہ ہو، اگر یونس علیہ السلام بھی پہلے سے موحد نہ ہوتے تو اس موقع پر انکا بھی قبول نہ ہوتا، قرآن حکیم کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود ارشاد فرما رہے ہیں ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلبِثَ فِي بَطْنِهِ أَلَى يَوْمٍ بُعْثُونَ﴾ (یعنی اگر حضرت یونس علیہ السلام تو حید پرستوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ کے اندر رہتے، الصافات)



نمبر 3: حضرت یونس علیہ السلام اور فرعون کے کلمہ توحید پڑھنے میں فرق ہے وہ اس طرح کے حضرت یونس علیہ السلام نے یہ کلمہ خطاب کر کے فرمایا تھا ﴿انت﴾ (تو ہی تو ہے) اور فرعون نے خود خطاب نہیں کیا بلکہ بنی اسرائیل کے حوالے سے کہا کہ جس خدا پر وہ ایمان لائے، یہ نہیں کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی اب میں اپنے معبود برحق پر ایمان لایا، اس لئے مردود ہوا۔

نمبر 4: فرعون بنی اسرائیل کے ایمان کی تقلید کرنا چاہتا تھا خود ایمان کا اظہار نہیں کر رہا تھا۔ اور حضرت یونس علیہ السلام نے تو اپنی عاجزی انکساری کا ذکر کیا اور ذات حق سے مدد کے طلبگار ہوئے اور اضطراری کیفیت کا اظہار فرمایا لہذا قبولیت ہو گئی۔

نمبر 5: فرعون نے عبادت کے طور پر نہیں بلکہ غرق ہونے سے بچنے کے لئے کلمہ توحید پڑھا تھا، جبکہ حضرت یونس علیہ السلام نے غرق ہونے کی پرواہ نہ کی اپنی اطاعت میں کوتاہی کی معافی مانگی لہذا معافی اور نجات دونوں ملیں۔

اس کلمہ کی عجیب شان ہے اس طرح کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بے شمار عبادات مثلاً، نماز، روزہ، حج زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے، لیکن کوئی عبادت ایسی نہیں جسکے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بندے کے ساتھ موافقت کی ہو۔ یعنی اسکو خود بھی ادا فرمایا ہو سوائے کلمہ توحید کے اسکے پڑھنے کا بندوں کو حکم فرمایا اور اس کلمہ توحید کو خود بھی پڑھا، ارشاد ہے ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ



لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالسَّلْكَهُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿﴾ (یعنی اللہ گواہ ہے کہ اسکے سوا کوئی معبود نہیں فرشتے اور اہل علم بچاں گواہ ہیں اور اللہ انصاف پر قائم ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہی غالب حکمت والا ہے۔) اس آیت کے شروع میں پہلے خود ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کی گواہی عطا فرمائی ہے، آل عمران) اس آیت میں کلمہ توحید دو مرتبہ ہے۔ اول میں بھی اور آخر میں بھی۔ یہ اشارہ ہے کہ اے اولاد آدم اپنی زندگی کے اول اور آخر دونوں میں اس کلمہ توحید پر قائم رہو تا کہ دنیا اور آخرت کی فلاح حاصل ہو۔

## قابل غور

اس اوپر والی آیت کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کلمہ توحید کا اقرار کر نیوالے بندوں کو ایک اہم مقام سے نوازا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اپنی ذات کے بعد کل مخلوقات میں سے تیسرا درجہ عطاء فرمایا ہے۔ اس طرح کہ شہادت کے اندر اول درجہ اپنی ذات عالیہ کے لئے ہے ارشاد ہے کہ ﴿شَهِدَ اللَّهُ﴾ دوسرا درجہ فرشتوں کا ہے ﴿وَالْمَلَائِكَةُ﴾ تیسرا درجہ ﴿وَأُولُو الْعِلْمِ﴾ یعنی کلمہ توحید کا اقرار کر نیوالوں کا ہے۔ اس سے زیادہ باعث فخر کیا چیز ہے؟



## واقعہ

حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی وزیر کی ضرورت تھی، جبریل امین تشریف لائے اور حکم الہی سنایا کہ فلاں آدمی کو وزیر بنا دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اس آدمی کو دیکھا تو اسکو معمولی سمجھا۔ حکمت دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ شخص ہے جس نے بچپن میں عزیز مصر کے سامنے آپکے پاکباز ہونیکے گواہی اور شہادت دی تھی اور آپ پاکباز ٹھہرے تھے۔ لہذا اسکا آپ پر حق شہادت ہے اس لئے اسکو اپنا وزیر بنائیں۔

غور کیجئے کہ مخلوق کیلئے شہادت دینے پر یہ اجرت ہے، جو انسان مالکِ جل و علاء کیلئے شہادت دیگا اسے دنیا کے اندر معرفت الہی اور آخرت میں رحمت الہی کیسے حاصل نہ ہوگی۔



## لطیف بات

حدیث شریف میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ جس کی آئین فرشتوں کی آئین کے موافق ہوگی اسکے تمام گناہ معاف۔ غور کیجئے کہ آئین کی فرشتوں کے ساتھ موافقت ہو تو یہ فضیلت ہے اور جسکی شہادت توحید شہادت الہی کے موافق ہو اسکی کیا فضیلت ہوگی اور اسکو کیا کچھ نہ ملے گا۔ جس کی طرف قرآن حکیم نے مختلف حالات کے حامل بندوں کیلئے مختلف اشارے اس طرح فرمائے ہیں کہ

اگر کلمہ توحید والا عام مومن طبعی موت مرا ہے تو اسکے لئے ارشاد ہے ﴿لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ﴾ (انکا اجر کبھی نہ ختم ہوگا، الانشقاق) نیز ارشاد ہے ﴿عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْذُونٍ﴾ (ایسی مہربانی جو کبھی ختم نہ ہوگی، ہود)

اگر کلمہ توحید کی اشاعت کیلئے جان دیکر شہید ہوا ہے تو اسکے لئے ارشاد ہے

﴿لَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ﴾ (انکو مردہ بھی نہ کہو یہ زندہ ہیں، البقرہ)

اور اگر کلمہ توحید پر موت پائیوالے انبیاء اکرام علیہم السلام ہیں تو انکے لئے ارشاد ہے ﴿سَلَّمَ عَلَى الْمُرْسَلِينَ﴾ (تمام رسولوں پر سلام، ص)

اگر خاص نبی حضرت نوح علیہ السلام ہیں تو ارشاد ہے ﴿سَلَّمَ عَلَى



نُوحٍ فِي الْعَالَمِينَ ﴿٥٤﴾ (قیامت تک نوح علیہ السلام پر سلام ہو،  
الصافات)

اور اگر حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام ہیں تو ارشاد ہے ﴿سَلِّمْ عَلٰی  
مُوسٰی وَهَارُونَ﴾ (قیامت تک موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر سلام  
پہنچے، الصافات)

اگر ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ارشاد ہے ﴿سَلِّمْ  
عَلٰی اِبْرٰهٖمَ﴾ (ابراہیم علیہ السلام پر سلام ہو، الصافات)

کلمہ توحید پر محنت کر نیوالے صاحب لولاک، امام الرسل، سید العرب  
والعجم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالیہ ہو تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے  
ہیں ﴿وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا﴾ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کا عظیم  
الشان فضل ہے، النساء)



## کلمہ توحید کی وصیت

حکیم لقمان جنکا تذکرہ قرآن میں موجود ہے جب وہ دنیا سے جانے لگے تو انہوں نے اپنے عزیز بیٹے کو بلایا اور کلمہ توحید یعنی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ پر رہنے کی وصیت کی اور عقیدہ توحید کو مضبوط پکڑے رکھنے کا حکم دیا۔ اور یہ کہا کہ توحید پر قائم رہنا بیٹا شرک نہ کرنا ارشاد الہی ہے ﴿يُبْنَىٰ لَا تُشْرِكُ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ (یعنی اے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے، لقمن)

## حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب کی وصیت

حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب علیہما السلام نے اپنے بیٹوں کو کلمہ توحید پر پختہ رہنے اور مرنے تک اسی پر قائم رہنے کی وصیت فرمائی تھی ارشاد الہی ہے ﴿وَوَصَّي بِهَا إِبْرَاهِيمَ بَنِيهِ وَيَعْقُوبَ بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمْ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (اسی دین توحید اور اسلام کی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی اپنے بیٹوں کو اور یہ کہا کہ اللہ نے تم کو یہ دین توحید چن کر دیا ہے لہذا اسی دین توحید اسلام کی حالت میں تمہیں موت آنی چاہئے البقرہ)



## حضرت نوح علیہ السلام کی وصیت

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹے کو بلا کر کلمہ توحید یعنی ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کی وصیت فرمائی اور یہ کہا کہ میں تجھے ﴿لا الہ الا اللہ﴾ پر قائم رہنے کا حکم دیتا ہوں، زمین و آسمان سے یہ کلمہ وزنی ہے (مسند احمد بروایت ابن عمر)

### امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ جنکا مقام کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کس کو معلوم نہیں کہ انہوں نے دین حنیف کے لئے کیا کیا قربانیاں دی ہیں۔ جب انکی موت کا وقت آیا انکا بیٹا پاس موجود تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ کی زبان سے یہ کلمہ نکل رہا تھا ﴿لا بعد لا بعد﴾ (ابھی نہیں ابھی نہیں) بیٹے نے کہا کہ والد محترم یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ اس وقت نزع میں ہیں انہوں نے فرمایا کہ شیطان میرے پاس آ کر کھڑا ہوا اپنی انگلیاں کاٹ رہا ہے اور کہہ رہا ہے احمد تم مجھ سے بچ گئے میں کہہ رہا ہوں کہ ابھی نہیں جب تک کہ میری موت کلمہ توحید اور خاتمہ ایمان پر نہ ہو جائے۔

(حلیۃ الاولیاء ابو نعیم ج 9 ص 170، مناقب امام احمدؒ از ابن الجوزیؒ ص



(546)

عبدالغافر فارسی فرماتے ہیں کہ ابو بکرؓ لباد کی موت کے وقت انکے پاس موجود تھا انکی جان نکل رہی تھی اور وہ اسماء حسنی میں ﴿الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِيءُ الْمَصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ کا ورد فرما رہے تھے (یہ حقیقت میں کلمہ توحید ہی تو ہے) تاریخ نیسا پور (ص ۳۶)

## امام الانبیاء سید الکونین ﷺ کی وصیت

امام الانبیاء سید کونین ﷺ کی وصیت کے بارہ میں عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آپ ﷺ کی آخری وصیت کو پڑھنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ سورۃ الانعام آیت نمبر 161 تا 163 پرھے۔ (ترمذی طبرانی وغیرہ)

(کیونکہ ان آیات کے اندر کلمہ توحید کی دعوت ہے، رشیدی)



## ذات حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے انفرادی وصیت

خود ذات وحد صمد سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندوں کو زندگی کے آخری لمحات میں اس کلمہ توحید پر قائم رہنے کی انفرادی وصیت فرمائی ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾ (تمہیں موت اس حال میں آئے کہ تم مسلمان ہو، آل عمران) ظاہر ہے کہ کلمہ توحید کے بغیر تو اسلام نہیں رہ سکتا۔

## ذات واحد حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اجتماعی وصیت

ذات واحد سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے ایک اجتماعی وصیت ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنْ اتَّقُوا اللَّهَ﴾ (یعنی اولین و آخرین کو ہم نے خاص اجتماعی حکم دیا ہے تقویٰ پر قائم رہنے کا، النساء)۔ ظاہر ہے کہ توحید سے بڑا تقویٰ کیا ہو سکتا ہے؟ اسی لئے ارشاد گرامی ہے ﴿مَنْ كَانَ آخِرَ كَلِمَةٍ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (جس کا آخری کلمہ لا الہ الا اللہ ہو وہ جنت میں جاوگا)



## وحدانیت کا دعویٰ

ہر دعویٰ اور بات کا کوئی گواہ ہوتا ہے کیا تو حید کا بھی کوئی گواہ ہے؟  
ضرور ہے قرآن سے معلوم کیجئے قرآن آپ کو کلمہ تو حید اور تو حید کے گواہ  
بتائے گا اور اس کا دعویٰ از بھی بتائے گا۔

وحدانیت اور کلمہ تو حید کا مدعی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ ہے  
ارشاد الہی ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (یعنی جان لو، سن لو،  
سمجھ لو، ﴿إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ایک حقیقت ہے، محمد

حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر گئے اس ذات احد صمد نے اپنا تعارف  
کروایا ﴿إِنِّي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ (میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی  
معبود نہیں ہے، طہ)

جو اس دعویٰ کو قبول نہ کرے اور اس پر اپنی پوری زندگی کونہ کھپائے ذات  
برحق سبحانہ و تعالیٰ نے اسے بد بخت اور متکبر قرار دیا ارشاد ہے ﴿أَنَّهُمْ  
كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ (یہ وہ بد بخت  
ہیں جب انکے سامنے لا الہ الا اللہ کا دعویٰ پیش ہوتا تو یہ تکبر  
کرتے، المؤمنون)

حضرت یونس علیہ السلام خدائی جیل میں ایسے گرفتار ہوئے جہاں کسی کی  
رسائی نہ تھی، شک بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ اس جیل میں بھی کوئی قید ہو سکتا  
ہے قرآن نے خود جسے ﴿ظلمات﴾ کہا ہے حضرت یونس علیہ السلام کو



وہاں سے جو رہائی ملی وہ صرف اسی وجہ سے ملی کہ وہ اس دعویٰ کے ماننے والے تھے اور اس عجیب و غریب جیل میں بھی اسی کی دہائی دے رہے تھے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾ (تو ہی اللہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، الانبیاء)

اگر وہ اس دعویٰ توحید کے ماننے والوں میں نہ ہوتے تو قیامت تک رہائی نہ پاسکتے ارشاد الہی ہے ﴿فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلبِثَ فِي بَطْنِهِ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾ (اگر لا الہ الا اللہ کے تسبیح خواں نہ ہوتے تو قیامت تک عجیب و غریب خدائی جیل (مچھلی کے پیٹ) میں رہتے، الصافات)

ارشاد ہے ﴿هُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (یہ دعویٰ سورۃ الحشر کے آخر میں تین مرتبہ موجود ہے، الحشر)

## توحید کے گواہ

نمبر 1: سب سے بڑا گواہ اللہ خود ہے چنانچہ ارشاد ہے ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، آل عمران﴾ (یعنی لا الہ الا اللہ کا خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ گواہ ہے۔)

نمبر 2: لا الہ الا اللہ کی حقیقت کے فرشتے بھی گواہ ہیں اسی آیت میں ارشاد ہے ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ﴾ (اور فرشتے



لا الہ الا اللہ کی حقیقت کے گواہ ہیں)

نمبر 3: تمام اہل علم کلمہ توحید ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کے گواہ ہیں اسی آیت میں ارشاد موجود ہے

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ﴾

(اور علم والے گواہ ہیں۔) (مختصر سبل الہدیٰ و لرشاد)

نمبر 4: تمام عقلاء کلمہ توحید ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کے گواہ ہیں بشرطیکہ عقل صحیح ہو۔ اسکے لئے زمانہ جاہلیت کے توحید پرستوں کی فہرست پر نظر ڈالئے۔ حضرت قیس بن ساعدہ ایادی، حضرت ورقہ بن نوفل، حضرت زید وغیرہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

نمبر 4: ہر انسان کی فطرت کلمہ توحید ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کی گواہ ہے کیونکہ اس توحید کی تخم ریزی عہد ﴿الست﴾ کی صورت میں انسان کی فطرت میں رکھی گئی ارشاد الہی ہے ﴿وَإِذْ أَخَذْنَا مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا﴾ (یعنی تیرے رب نے تمام بنی آدم کی پشتوں سے انکی اولاد کو نکال کر اپنی جانوں پر گواہ بنایا اور اقرار کروایا کیا میں تمہارا رب نہیں سب نے کہا بالکل ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں، اعراف ۱۷۲)

پھر اسی فطرت توحید پر ہر انسان ماں کے پیٹ سے بنتا چلا آ رہا ہے ارشاد الہی ہے ﴿فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (اللہ نے



اسی فطرت پر انسان کو پیدا فرمایا ہے، (الروم)

اگر معاشرہ انسان کو غلط رہنمائی نہ کرے تو انسان اسی فطرت توحید پر

رہے گا ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ

فَأَبَوَاهُ أُنْ يَهُودَ أَوْ نَصْرَانِيَةً أَوْ يَمَجَسَانِيَةً﴾ (ہر پیدا

ہونے والا بچہ اسی دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے والدین اسکو

یہود و نصاریٰ بناتے ہیں) (بخاری، و مسلم)

نمبر 6: آفاق کائنات بھی کلمہ توحید کے گواہ ہیں ارشاد عالی ہے ﴿

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ

أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (ہم انکو آفاق اور انکی اپنی جانوں میں قدرت کی نشانیاں

دکھلائیں گے انکو اسکا حق ہونا واضح ہو جائیگا، فصلت ۵۳)



## کلمہ توحید کے اقرار کی حقیقت

ہمیں یہ بات خوب سمجھ لینا چاہئے کہ کلمہ توحید کے اقرار کا مفہوم صرف یہی نہیں ہے کہ اللہ کے موجود ہونے پر ایمان لائے کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کو تو مشرکین مکہ بھی جانتے تھے بلکہ توحید کی ایک خاص قسم توحید ربوبیت کے قائل تھے کہ رب صرف وہی ہے یعنی پالنے والا رازق اور مدبر کائنات محیی و ممیت وہی ہے اس درجہ میں وحدانیت کے قائل تھے اور کہتے تھے کہ ان صفات کا مالک اللہ ہے اسکے سوا کوئی نہیں غور کیجئے سورہ یونس آیت نمبر 31 میں ہے کہ

﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾ (اے محمد ﷺ آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان وزمین میں رازق کون ہے؟)  
 ﴿أَمَّن يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ﴾ (کان آنکھ کا مالک کون ہے؟)

﴿وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ (زندہ کو مردہ سے اور مردے کو زندہ سے نکالنے والا کون ہے؟)  
 ﴿وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ﴾ (مدبر کائنات کون ہے؟)

﴿فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ﴾

ان تمام باتوں کا جواب انکی طرف سے یہی تھا کہ ان سب صفات اور افعال کا مالک صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی ہے انکے سوا کوئی نہیں ہے



اسی کو تو حیدر بوبیت کہتے ہیں لیکن اس سب کے باوجود وہ مشرک کہلائے۔ معلوم ہوا کہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو موجود ماننا، اپنا پیدا کرنے والا ماننا، رازق تسلیم کرنا، خداوند قدوس کو آسمان اور زمین کا خالق ماننا کلمہ توحید کا اقرار نہیں ہے بلکہ توحید الوہیت کو ماننے کا نام کلمہ توحید کا اقرار ہے، اجمالی طور پر اس کا مفہوم اس طرح ادا کیا جاسکتا ہے اور لا الہ کے ساتھ الوہیت والی صفت کی کل کائنات کے ہر فرد سے نفی کی جاسکتی ہے ہر چیز کا نام لیکر بار بار اسکی نفی کرینگے تو آپ کو لا الہ خوب سمجھ آگازرا کہہ کر دیکھئے۔

﴿لا الہ﴾ کوئی اس بات کے لائق نہیں کہ اس کے لئے تعظیم میں رکوع کیا جائے یا سجدہ کیا جائے۔

﴿لا الہ﴾ کوئی اس لائق نہیں کہ اسکی اتنی تعظیم کی جائے جس سے عبادت کا درجہ پیدا ہو جائے۔

اسی لئے احادیث میں اس بات سے منع فرمایا گیا ہے کہ ایک آدمی بیٹھا ہو اور لوگ ہاتھ باندھے اسکی تعظیم کے لئے کھڑے ہوں۔

﴿لا الہ﴾ کوئی اس لائق نہیں کہ دل کے اندر اس سے اتنی محبت رکھی جائے جتنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہونی چاہیے بلکہ اشد درجہ کی محبت اسی ذات سبحانہ و تعالیٰ سے ہونی چاہیے ارشاد الہی ہے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (اور جو مومن ہیں انکو صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہی سب سے زیادہ محبت ہے، البقرہ ۱۶۵)



﴿لا اله﴾ یعنی اسکے سوا کسی کے پاس میرا نفع نہیں یا اسکے سوا کوئی

نافع نہیں ہے ﴿و لا ینفعہم، یونس﴾

﴿لا اله﴾ اسکے سوا کسی کے پاس میرا نقصان نہیں یا کوئی ضار نہیں

﴿و لا یضرہم، یونس﴾

﴿لا اله﴾ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے نفع آئے تو کائنات میں

کوئی اس لائق نہیں کہ اس نفع کو روک سکے ارشاد الہی ہے ﴿مَآ یَفْتَحِ

اللہ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكٍ لَهَا﴾ (الفاطر ۲)

﴿لا اله﴾ اگر وہ ذات واحد نفع کو روک دے تو کوئی اس لائق نہیں

کہ نفع پہنچا سکے ارشاد الہی ہے ﴿وَمَا یُمْسِكُ فَلَا مُرْسِلَ لَہِ، مِنْ

بَعْدِہ﴾

﴿لا اله﴾ اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ اسکے سوا کوئی شافی نہیں

ہے شفا اسی سے مانگ ابراہیم علیہ السلام نے اس حقیقت کا اعتراف اس

طرح فرمایا ﴿وَإِذَا مَرَضْتُ فَهُوَ یَشْفِئُنِ﴾ (جب میں بیمار ہوا

اسی نے مجھے شفاء بخشی، الشعراء ۸۰)

آپ غور کریں گے کہ جب ابراہیم نے اپنی بیماری کا ذکر فرمایا تو ماضی کا صیغہ

استعمال فرمایا جو کہ یقین پر دلالت کرتا ہے۔

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فعل یعنی شفاء اسکو فعل مستقبل کے ساتھ ذکر فرمایا۔

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میرا بیمار ہونا یقینی ہے اور کبھی نہ کبھی میں

بیمار ہوا تھا اسی سے شفاء مانگی تھی اس ہی نے اس وقت بھی شفاء عطا فرمائی



تھی اگر آئندہ بیمار ہوا پھر بھی شفاء وہی دے گا نہ پہلے کسی کے پاس میری شفاء تھی نہ مستقبل میں بلکہ ماضی اور مستقبل میں سب کچھ اس ہی کے پاس ہے۔

﴿لا الہ﴾ آپکو یہ سمجھاتا ہے کہ اسکی کوئی نظیر اور مثال نہیں ہے کیونکہ اگر کوئی اسکی مثل ہو تو اسکے اندر بھی معبود ہونے کی خوشبو ہوگی ارشاد ہے ﴿لیس کمثلہ شئی﴾ (یعنی اسکے مثل کوئی چیز نہیں، البقرہ)

نیز ارشاد ہے اسکے لئے کوئی مثال مت دے اسی کو تو فرمایا ﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ﴾ (النحل ۷۶)

﴿لا الہ﴾ ہر کلمہ گو مسلم کو یہ دعوت دیتا ہے کہ اس ذات واحد کے لئے کوئی کفو (برابر ہم پلہ) نہیں ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ﴾ اسکا کوئی ہمسر نہیں ہے (الاخلاص ۵)

﴿لا الہ﴾ آپکو یہ کہتا ہے کہ اس کے لئے کوئی ند (مقابل، نظیر، مثل، شریک) نہیں ہے ارشاد الہی ہے ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا﴾ (مت ٹہراؤ اللہ پاک کے مقابل، البقرہ ۲۲)

اس آیت کریمہ پر غور فرمائیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ تم اللہ کے لئے ند نہ بناؤ یعنی ایک چیز یا ایک معاملہ جو تم اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ کرتے ہو مثلاً عاجزی، پکار، دعا، نذر، منت، غرض کہ جو بھی کچھ تم اللہ کے ساتھ کرتے ہو وہ کسی اور کے ساتھ نہ کرو مثلاً مؤمن بندہ اپنے



کسی بھی معاملہ کو اللہ کی مشیت میں دیتا ہے اسے چاہئے کہ صرف اللہ کی مشیت ہی کے حوالے کرے مخلوق میں سے کسی کے حتی جناب اقدس ﷺ کی مشیت کے حوالے بھی نہ کرے کیونکہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے ایسا کرنے پر فرمایا ﴿اجعلتنی للہ ندا﴾ (اس نے کہا تھا کہ جو اللہ چاہے اور آپ چاہیں، آپ نے فرمایا کہ تو نے مجھے اللہ کا شریک بنا دیا ہے؟ صرف یہ کہہ جو اللہ چاہے، سنن نسائی بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ)۔

آپ نے کبھی غور فرمایا ہے عبادت کے بعد سب سے اہم درجہ سرکار دو عالم ﷺ پر درود شریف کا ہے اس میں بھی یہ کہنے کی تعلیم فرمائی گئی ہے ﴿اللہم صل﴾ اے اللہ محبوب کائنات پر تو رحمت نازل فرما۔ آپ کی ذات عالیہ کے لئے بھی رب سبحانہ و تعالیٰ سے مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے اسی لئے تو اس درود کو تمام درود پر فضیلت حاصل ہے۔

﴿لا الہ﴾ آپ کو یہ سمجھاتا ہے کہ اس ذات واخذ کے لئے کوئی بیوی نہیں ہے کیونکہ بیوی کا خاوند پر کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے اور جو اثر کو قبول کرے وہ معبود نہیں ہو سکتا۔

بیوی کی طرف دل کا میلان ہوتا ہے اور جو دل اور دل کے میلان کے ہاتھوں مجبور ہو وہ کبھی بھی الہ نہیں ہو سکتا اسی لئے تو فرمایا کہ ﴿لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا﴾ (یعنی اس ذات معبود نے نہ کسی کو اپنی بیوی بننے کا شرف بخشا ہے نہ ولدیت کا، الاسراء) نیز ارشاد ہے ﴿وَلَمْ تَكُنْ لَه



صاحبة ﴿ (اسکی کوئی بیوی نہیں ہے، الانعام) نیز ارشاد ہے ﴿ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا - إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا تِي الرَّحْمَنِ عَبْدًا ﴾ (یعنی بیٹا تو اسکی شان کے مناسب نہیں کل کائنات اسکی غلام ہے غلاموں کو بیٹا کیسے بنایا جاسکتا ہے؟ مریم، ۹۱)

### لطیفہ روحانیہ

غور فرمائیں کہ قرآن حکیم کے اندر کسی عورت کا نام نہیں ہے سوائے حضرت مریم کے اور یہ نام متعدد مرتبہ آیا ہے یہ صرف اس لئے کہ کچھ ملعون کہتے تھے کہ حضرت مریم اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بیوی ہے۔

رب کائنات جل و علی نے حضرت مریم کا نام لے کر دنیا کو سمجھا دیا کہ مریم میری بیوی نہیں ہے کیونکہ غیرت مند انسان اپنی بیوی کا کسی کے سامنے نام لینا پسند نہیں کرتا اگر مریم میری بیوی ہوتی تو غیرتوں کا پیدا فرمانے والا سب سے بڑا غیرت مند (جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سعد کی غیرت کو نہیں دیکھتے میں سعد سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ مجھ سے بھی بہت زیادہ غیرت والے ہیں (بخاری ج 2) اللہ کبھی بھی اپنی بیوی کا نام قیامت تک آنے والی مخلوق کو نہ سناتا (تفسیر عثمانی، از علامہ شبیر احمد عثمانی)،

نیز قیامت کے دن کل کائنات کے سامنے اپنی بیوی کو حاضر نہ کرتا جبکہ یہ



طے شدہ حقیقت ہے کہ حضرت مریم بھی ﴿علیٰ رئوس الخلائق﴾ حاضر ہوگی۔

نیز حضرت مریم کے بارے میں نام لے کر اپنی طرف سے انکے ہلاک کر دیتے کا تذکرہ فرمایا اگر مریم بیوی ہوتی تو اسکی ہلاکت کا تصور بھی نہ ہوتا ارشاد ہے ﴿إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ (یعنی اگر اللہ حضرت عیسیٰ بن مریم اور انکی ماں اور تمام زمین والوں کو ہلاک کر دے تو کون بچا سکتا ہے؟ المائدہ ۱۶)

اسلئے لا الہ آپ سے تقاضہ کرتا ہے کہ اسکے لئے رشتہ ولادت مت مانیں

اللہ تعالیٰ کے لیے رشتہ ولادت ماننا کہ اسکا کسی سے کوئی رشتہ ہے یہ کتنا خبیث کلمہ ہے خود خداوند قدوس کے ارشاد حقانی سے سنئے ﴿كَبُرَتْ كَلِمَاتٌ تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ﴾ (یہ بہت بڑی بات ہے جو انکے منہ سے نکلی ہے، الکہف)

اسکے بڑے ہونے کا اندازہ فرمائیں ارشاد ہے ﴿تَكَادُ السَّمُوتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا أَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمَنِ وَلَدًا﴾ (یعنی آسمان پھٹ سکتا ہے زمین شق ہو سکتی ہے پہاڑ ریزہ ریزہ ہو سکتے ہیں رب رحمن کے لیے ولدیت کا رشتہ ماننے سے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس رشتے سے پاک ہیں، مریم)

قرآن حکیم کے اندر ایک آیت مبارکہ میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی



طرف سے ایک ایمان افروز اعلان کروایا گیا ہے جو کہ ہر مسلم کے لیے ایک ہدایت نامہ ہے۔ ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنْ كَانَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا فَنَا أَوْلُ الْعَابِدِينَ﴾ (یعنی بالفرض اگر رب رحمن کے لیے کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اسکی الوہیت کو مانتا اور اسکا عبادت گزار بنتا، الذخرف)

ظاہر ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی عبادت کرتے تو باقی امت کے متعلق آپکا کیا خیال ہے؟

اس سے یہ بات سمجھائی کہ اس ذات واحد کیلئے سلسلہ اولاد کو فرض بھی نہیں کیا جاسکتا۔

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ آپ سے یہ تقاضہ کرتا ہے کہ کل کائنات کے اندر اس ذات کے سوا کسی کے لیے کوئی اختیارات نہ مانے اس بات کا یقین رکھے کہ اس ذات کی اجازت کے سوا کوئی حرکت بھی نہیں کر سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام عظیم الشان مقدس فرشتہ انکی اجازت کے بغیر زمین کی طرف سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کے لیے بھی نہیں آ سکتا ارشاد الہی ہے ﴿وَمَا نَنْزِلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ﴾ (یعنی ہم رب سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کے بغیر اتر بھی نہیں سکتے، مریم)

نیز ارشاد عالی ہے ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپکو بھی کوئی اختیار نہیں۔ آل عمران)

نیز ارشاد مبارک ہے ﴿إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهُ﴾ (تمام اختیارات



اسی کے پاس ہیں، ہود)

نیز ارشاد ہے ﴿بَلِّغْ لِلَّهِ الْأَمْرَ جَمِيعًا﴾ (یعنی تمام اختیارات اللہ ہی

کے پاس ہیں، الرعد)

نیز ارشاد ہے ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ﴾ (کل کائنات میں کسی کیلئے

کوئی اختیار نہیں ہے، القصص)

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ آپکو یہ سمجھاتا ہے کہ کل کائنات کے اندر کسی کو ایسا

سفارشی نہ سمجھو کہ اللہ کی مرضی کے بغیر اس سے کچھ کروالے گا ارشاد الہی

ہے ﴿مَنْ ذِي الذِّئْبِ يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ (یعنی وہ کون ہے

جو اسکی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ البقرہ)

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ آپکو یہ سمجھاتا ہے کائنات کی ہر چیز کی تاثیر اللہ سبحانہ

تعالیٰ ہی کے قبضہ میں ہے اس ذات کے حکم کے بغیر کوئی چیز اثر پذیر نہیں

ہو سکتی قرآن حکیم کے اندر ارشاد مبارک ہے ﴿قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ

كُلِّ شَيْءٍ﴾ (کہہ دیجیے کون ہے وہ جسکے ہاتھ میں ہر چیز کی تاثیر ہے)

امید ہے کہ آپ نے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے مفہوم کو خوب سمجھ لیا ہوگا اور یہ بات

بھی سمجھ آگئی ہوگی کہ مشرکین مکہ کو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی ضرب صرف اسی لیے

برداشت نہیں ہو رہی تھی کہ یہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا کلمہ مبارک کائنات کی ہر مخلوق

سے الوہیت والی صفت کی نفی کرتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کائنات

کے اندر کوئی بھی اس قابل نہیں کہ اسکے اندر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ ہونے کی اہلیت

ہو۔



اگر کوئی فرشتہ بھی جنکی طاقت اور قوت اور قرب الہی کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے اگر ان میں سے بھی کوئی کہے کہ ﴿إِنِّي إِلَهُ مِّنْ دُونِهِ فَذَلِكَ نَجْزِيهِ جَهَنَّمَ﴾ (یعنی میں الہ ہوں اس کی سزا جہنم ہے) (الانبیاء)

کفار یہ سن کر کہہ رہے تھے ﴿أَجْعَلِ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (یعنی عجیب بات ہے کہ تمام معبودوں کے بجائے صرف ایک ہی ذات معبود ہے)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ سے دعاء ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کلمہ توحید و حقیت کو ہمارے دلوں میں ایسا ہی اتار دے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ اس کی محنت فرما رہے تھے۔



## کلمہ توحید کا درخت

انسان اس دنیا کے اندر رہتا ہے انسان کا کل نظام جس طرح ایام کے ساتھ ملا ہوا ہے اسی طرح زمانہ کے ایام بھی انسان کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ سال ایک وقت کی طرح ہے مہینے اسکی شاخ ہیں دن اسکے ٹہنے ہیں، گڑھیاں اسکے پتے ہیں، سانس اسکے پھل ہیں، جسکے سانس اطاعت میں گزرتے ہیں اسکے درخت کا پھل میٹھا اور پاکیزہ ہے اور جسکے سانس نافرمانی میں گزرتے ہیں اسکا پھل تھور کی طرح کڑوا ہے۔

اس درخت کا پھل قیامت کے دن ٹوٹے گا اس دن کڑوے اور میٹھے پھل کا فرق معلوم ہوگا۔

بالکل اسی طرح کلمہ توحید بھی دل کے اندر ایک درخت ہے اور اعمال اسکی شاخیں ہیں اور اسکا پھل دنیا اور آخرت میں میٹھا ہے جس طرح جنت کا پھل نہ تو کبھی ختم ہوگا اور نہ اس سے رکاوٹ ہوگی اسی طرح کلمہ توحید کا پھل نہ ختم ہوگا نہ رکاوٹ ہوگی، ارشاد الہی ہے ﴿كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ، تُؤْتِي أَكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا﴾ (پاکیزہ کلمہ ایسا ہے جیسے پاکیزہ درخت ہوتا ہے، مضبوط، بلند سدا بہار درخت کی طرح اس کلمہ توحید



کی جڑ بھی مضبوط ہے اس سے نکلنے والے اعمال کی شاخیں آسمانوں تک بلند ہیں، ہر زمانے میں اس کا پھل سدا بہار ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے، ابراہیم)۔

کلمہ توحید کو ترک کرنے سے شرک، ریاء (دکھلاوا) اور کذب اسکا بھی دل کے اندر ایک درخت پیدا ہوتا ہے، یہ اس گندے درخت کی طرح ہے جس کی نہ تو جڑیں مضبوط ہیں، نہ شاخیں بلند ہیں، نہ پھل مزیدار ہے، اسی کو قرآن نے خبیث درخت کہا ہے، ارشاد الہی ہے ﴿وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ﴾ (گندی بات کی مثال گندے درخت کی طرح ہے جو زمین سے اکھڑا ہوا ہوا اسکے لئے کوئی ٹھراؤ نہیں، ابراہیم) اسکا پھل آخرت میں زقوم (تھور) کی شکل میں برآمد ہوگا ارشاد ہے ﴿إِنَّ شَجَرَةَ الزَّقُّومِ طَعَامُ الْآثِمِينَ﴾ (یعنی زقوم کا درخت بدکاروں کی خوراک ہوگا، الدخان)

اس ساری مثال سے معلوم ہوا کہ کلمہ توحید اس درخت کی طرح ہے جس پر پھل بھی ہوں، جس طرح پھل اسوقت تک تندرست نہیں رہ سکتا جب تک کہ درخت مضبوط اور تندرست نہ ہو اسی طرح کلمہ توحید ایک درخت ہے باقی اسلامی احکام اسکے پھل ہیں جب تک کلمہ توحید پر بندہ پختہ، مضبوط، ثابت قدم نہ ہوگا اسکے باقی اعمال بھی درست نہیں ہو سکتے۔



## لا الہ الا اللہ کے لفظی فوائد

### نفی اور اثبات

ایک نفی ہوتی ہے اور ایک ہوتا ہے اثبات۔ قانون یہ ہے کہ اثبات نفی سے مقدم ہوتا ہے لیکن کلمہ توحید کے اندر نفی کو مقدم فرمایا گیا ہے اور اثبات کو مؤخر، اسکی پانچ وجوہات ہیں:

نمبر 1: یہاں مقصود اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کا ثبوت ہے تاکیدی طریقہ سے اسلئے نفی کو پہلے لائے کیونکہ نفی کے بعد تاکید زیادہ مضبوط ہوتی ہے۔

نمبر 2: ﴿لا الہ الا اللہ﴾ اسکے اندر بظاہر کلام کی ابتدا نفی سے ہو رہی ہے اور اسکے لفظوں میں آپکو نفی نظر آرہی ہے لیکن حقیقت میں اگر آپ غور فرمائیں گے تو یہ کلام مثبت ہے کیونکہ ﴿لا الہ الا اللہ﴾ اسکا معنی بنتا ہے کہ ﴿اللہ موجود وحدہ﴾ (یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ موجود ہیں وحدہ لا شریک ہیں) لہذا کلام کی ابتداء مثبت ہوئی۔

نمبر 3: اس کلمہ توحید کے اندر نفی اور اثبات اسلئے بھی رکھا گیا ہے کہ کسی انسان کے اندر دو دل نہیں ہوتے ارشاد الہی ہے ﴿مَا جَعَلَ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ﴾ (یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک آدمی کے پیٹ میں دو دل نہیں رکھے، الاحزاب۔) نیز ایک دل میں دو چیزیں بھی نہیں سما سکتی۔ اگر دل میں دو چیزیں ہوں تو جو حصہ ایک



سے مشغول ہے دوسری سے محروم رہے گا۔ لہذا پہلے ﴿لا﴾ کے ذریعے نفی کروا کر غیر اللہ سے دل کو خالی اور فارغ کر دیا گیا اب دل کا ہر گوشہ خالی تھا، اب ﴿اِلا اللہ﴾ کی ضرب لگوا کر دل کے ہر گوشہ اور ہر جہت اور سمت کو اللہ کی ذات عالیہ کے ساتھ مستحکم کر دیا گیا، اسی کو فرمایا گیا ﴿كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ (یعنی انکے دل میں ایمان لکھ دیا گیا ہے، الاحزاب) نیز لہذا فرمایا ﴿حَبَّبَ اِلَيْكُمْ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ﴾ (تمہارے لئے ایمان کو پسند کیا اور تمہارے دلوں کو زینت بخشی، الحجرات) لہذا دل انوار الہیہ کے ساتھ روشن اور مزین ہو گیا۔

نمبر 4: ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ اس پورے کلمہ توحید کے اندر تمام حروف جوفی ہیں (یعنی منہ کے اندر سے ادا ہوتے ہیں) ہونٹ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کوئی انسان ان کلمات کو اگر صرف زبان سے ادا کر لے تو اسکا کوئی فائدہ نہیں جب تک دل کی گہرائی سے ادا نہ کرے ارشاد ہے ﴿اِذَا جَاآءَكَ الْمُنَافِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ﴾ (جب آپ کے پاس منافق آئیں اور آپ کے اللہ کے رسول ہونیکے گواہی دیں اللہ تو پہلے ہی جانتا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں لیکن منافق بے ایمان جھوٹے ہیں، المنافقون) (انہیں اس گواہی کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ صرف ہونٹ کی حد تک ہے دل کی گہرائیوں سے نہیں ہے، از رشیدی)



نمبر 5: اس کلمہ توحید میں اول تا آخر کوئی حرف نکتہ والا نہیں ہے،  
 نکتہ سے مجرد اور خالی ہے اشارہ ہے اس کلمہ توحید کے پڑھنے والے  
 مؤمن کو بھی اپنا دل ماسوا اللہ سے خالی رکھنا چاہئے ارشاد ہے ﴿ اَنْ  
 اَعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴾ (اللہ کی عبادت کرو ماسوا اللہ  
 سے اجتناب کرو، الزمر) (معنی لا الہ الا اللہ علامہ زرکشی بدرالدین محمد  
 بن عبد اللہ زرکشی متوفی 794ھ

جیسے ایک مشہور فصیح کلام کے اندر کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

لا الہ الا اللہ

ما فی قلبی غیر اللہ



## انبیاء کرام اور کلمہ توحید

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت دین کے اندر اصل الاصول ہے، اسکے علاوہ باقی تمام فروع ہیں۔ اسی لئے کلمہ یعنی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے اندر اول توحید کو رکھا گیا ہے۔

نیز قرآن مجید کے اندر بھی پہلے اسی کا درجہ ہے، ہر نبی کی زبان پر بھی پہلے اسی کا تذکرہ ہے۔ دیکھئے قرآن کریم کے اندر ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ (یعنی آپ یقین کیجئے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں سے استغفار کیجئے، محمد)۔ اس آیت میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ یہ اصول توحید کا بیان ہے ﴿وَاسْتَغْفِرْ﴾ (استغفار کیجئے) یہ فروع دین ہے اسکو بعد میں رکھا گیا کلمہ توحید کو پہلے۔

اس کلمہ توحید کو جو کہ اصل دین ہے سب سے پہلے اس لئے رکھا گیا ہے کہ اس سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کی معرفت ہوتی ہے اور باقی فروع دین کے اندر اطاعت ہے۔ ظاہر ہے کہ ذات الہی کی معرفت اطاعت سے پہلے ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے لئے دعا فرمائی تو پہلے ذات سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت مانگی جو کہ اصل توحید ہے۔ اسکے بعد اطاعت کا درجہ مانگا ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقِّنِي بِلَا



الصَّالِحِينَ ﴿ (اے میرے رب مجھے حکم عطا فرما اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما، الشعراء) اس آیت میں حکم سے مراد ذات الہ الحق کی معرفت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پہلے اسی کو مانگا ہے ﴿ وَالْحَقُّنِي بِالصَّالِحِينَ ﴾ کے اندر قوت عمل ہے اسکو دوسرے نمبر پر مانگا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی تو اسی ترتیب سے یعنی پہلے توحید پھر باقی دین ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَأَنَا خَلَقْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ﴾ (یعنی میں نے تجھے چن لیا ہے وحی کو کان لگا کر سن میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں میری عبادت کر میری یاد کیلئے نماز کی پابندی کر، طیبہ)

دیکھئے! توحید اصل ہے اسکو پہلے بیان فرمایا اور نماز فروع دین ہے اسکو بعد میں بیان فرمایا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب بچپن میں ماں کی گود کے اندر کلام فرمایا تو اس وقت اسی توحید کو اول نمبر پر بیان فرمایا ارشاد الہی ہے ﴿إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا ﴾ (میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے مجھ پر کتاب نازل فرمائی اور مجھے نبی بنایا ہے، مریم) اس آیت میں توحید (جس کا ذکر اپنی عبدیت سے فرمایا) اسکو پہلے بیان فرمایا۔



آپ نے غور کیا کہ چار نبی تمام انبیاء کے اندر افضل ہیں یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور اکرم ﷺ۔ ان چاروں کی زبان سے پہلے توحید کو بیان کروایا گیا ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اول حق انسان پر توحید ہے اسی لئے تمام انبیاء پر پہلے ذات الہ الحق کی وحدانیت کا نزول ہوا ہے۔

غور کیجئے! سورۃ نحل کی اس آیت پر ﴿يُنزِّلُ الْمَلَائِكَةَ بِالرُّوحِ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ أَنْ أَنْذِرُوا أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاتَّقُونَ﴾ (یعنی فرشتہ وحی لیکر نازل ہوتا ہے جس بندے پر اللہ چاہے اسکی وحی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اسکے سوا کوئی معبود نہیں، النحل)

غور کیجئے اس آیت میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ یہ اصول توحید ہے اسکو پہلے رکھا ﴿فاتقون﴾ یہ فروع دین ہے اور عمل ہے اسکو بعد میں رکھا گیا ہے،

نیز ارشاد ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُون﴾ (یعنی ہر نبی اور رسول کو ہم نے یہی وحی فرمائی ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو، الانبیاء) اس آیت میں ہر نبی کی زبان سے لا الہ کی دعوت کتنی واضح ہے۔

قرآن حکیم کی آیات دو قسم کی ہیں کچھ آیات وہ ہیں جو توحید کو بیان کرتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو فروعی اعمال کو بیان کرتی ہیں ان میں سے توحید والی



آیات کو دیگر آیات احکامیہ پر فضیلت حاصل ہے مثلاً، سورۃ اخلاص، قل  
 هو اللہ احد، نیز آمن الرسول بما انزل الیہ تا آخر سورۃ بقرہ، نیز آیت  
 الکرسی، اللہ لا الہ الا ہو الٰہی القیوم، نیز شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّہٗ لَا اِلهَ اِلَّا ہُو  
 ان مذکورہ بالا آیات کو آیات احکامیہ مثلاً یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ  
 پر جو فضیلت ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

نیز احکام والی آیات تقریباً چھ صد (۶۶۰) ہیں۔ توحید اور اہل شرک اور  
 عبدة الاوثان (بت پرستوں) کی تردید کرنیوالی آیات اس سے  
 کہیں زیادہ ہیں۔

## توحید اور اعتراض

توحید ایک ایسا اصل ہے اس پر اعتراض حماقت اور قابل جواب ہی نہیں  
 جیسے چڑھے ہوئے دن کے اندر سورج کے وجود پر اعتراض قابل جواب  
 نہیں۔ بلکہ معترض کی حماقت ہے۔ غور کیجئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 فرعون کے دربار میں پہنچے اور فرعون کے دربار میں رسالت کا دعویٰ فرمایا  
 اور کہا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں اور فرعون نے کہا کہ وَمَا رَبُّ  
 الْعَالَمِينَ یعنی ذات الہی پر اعتراض کیا (کہ رب العالمین کیا چیز ہے؟  
 الشعراء)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کا جواب ہی نہیں دیا بلکہ وجود



باری تعالیٰ کے دلائل کو بیان فرمایا ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأُولِينَ﴾  
 (یعنی رب العالمین وہ ہے جو تمہارا اور تمہارے پہلے آباء کا بھی رب  
 ہے، ایضاً)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پہلے اپنی ذات اور کائنات میں موجودین کی  
 ذات سے توحید الہی سمجھائی پھر ماضی کے لوگوں کے احوال سے توحید  
 سمجھائی۔

بالکل اسی طرح سورۃ البقرہ میں ہے ﴿أَعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ  
 وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (عبادت کرو اپنے رب کی  
 جس نے تم کو پیدا کیا اور تم سے پہلوں کو بھی، البقرہ) دیکھئے اس آیت  
 میں پہلے موجودہ لوگوں سے پھر ماضی کے لوگوں کے حوالے سے ربوبیت  
 اور توحید سمجھائی گئی ہے۔

تمام انبیاء کرام علیہم السلام اس کلمہ توحید کو کل عمر تک بیان فرماتے رہے۔  
 دیکھئے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم حضرت نوح علیہ السلام کو کیا کہتی  
 يٰاَنُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالِنَا ﴿اے نوح تو ہم سے  
 جھگڑتا ہے تیرا ہم سے جدال بہت زیادہ ہو گیا ہے، ہود﴾۔ اس سے  
 جہاں توحید کی شدت معلوم ہو رہی ہے اسی طرح مدت کثیر بھی معلوم  
 ہو رہی ہے یعنی تجھے ہم سے جھگڑتے بہت عرصہ بیت چکا ہے ظاہر ہے  
 کہ یہ جھگڑا صرف توحید ذات باری تعالیٰ کا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو اپنی ذاتی عقل



و شعور سے سمجھنا شروع کیا جس کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ملکوت قرار دیا چنانچہ ارشاد الہی ہے ﴿فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي﴾ (یعنی جب رات تاریک ہو گئی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ستارہ دیکھا اور کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب وہ ستارہ چھپ گیا تو اسکے رب ہونے کی نفی فرمائی کہا کہ ﴿لَا أَحِبُّ الْأَفْلَاحَ﴾ (یعنی میں چھپ جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا، الانعام)

اسی طرح چاند کو دیکھ کر کہا کہ یہ میرا رب ہے، جب چھپ گیا تو کہا کہ مالک کائنات اگر میری راہنمائی نہ کرتا تو میں بھٹک جاتا اور چاند کو رب مان بیٹھتا جبکہ یہ چھپ گیا ہے اور چھپنے والا رب نہیں ہوتا۔

اسی طرح جب سورج کو دیکھا تو کہا کہ یہ میرا رب ہے۔ جب غروب ہو گیا تو اسکے رب ماننے کو شرک کہا اور اس سے برات کا اعلان فرمایا۔

نیز اس مخصوص انداز بیان سے انکا کبھی طلوع ہونا اور کبھی غروب ہونا دکھلا کر انکا حادثہ ہونا سمجھایا، اور ظاہر ہے کہ حادثہ کیلئے محدث اور صانع کا ہونا خود ہی سمجھ میں آ گیا اور بات واضح کر دی کہ محدث اور صانع ایک ہے اسکو ایک ماننا ہی توحید ہے جس پر میں خود بھی قائم ہوں اور تمہیں بھی وہی سمجھا رہا ہوں اسکے باوجود تم جو کچھ کر رہے ہو وہ باطل اور شرک ہے میں اس سے بیزار ہوں فرمان الہی ہے ﴿إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ (یعنی جن کو تم ذات الہی کا شریک مانتے ہو میں اس شرک سے بیزار ہوں، الانعام)



حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس طریقہ استدلال کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے قابل تعریف فرمایا اور اپنی طرف سے عطاء کردہ حجت قرار دیا چنانچہ ارشاد الہی ہے ﴿وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ﴾ (یعنی یہ دلائل ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے عطاء فرمائے تھے، انعام) ابراہیم علیہ السلام کے اسی طرز استدلال کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ملکوت قرار دیا ہے ارشاد ہے ﴿وَكَذَلِكَ نرى ابراهيم ملكوت السموات والارض﴾ (یعنی ابراہیم کو ہم نے زمین و آسمان کی ملکوت دکھلائی، الانعام)

غور کیجئے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی دنیاوی ضروریات کے اندر بھی توحید کا اعلان کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں ﴿الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ﴾ (یعنی جس نے مجھ کو پیدا کیا ہے ایک وہی مجھے ہدایت بھی دیگا اور وہی ہے جو کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوا وہی شفا دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے وہی زندگی دے گا، الشعراء)

ابراہیم علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کیلئے اپنے باپ سے بھی مناظرہ کیا اور واضح فرمایا کہ توحید کے سوا تمام راستے شیطانی ہیں ارشاد ہے ﴿يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًا ۝ يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ﴾ (اے میرے والد آپ انکی عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں اور نہ آپ کو کوئی فائدہ



پہنچا سکتے ہیں، مریم) نیز فرمایا کہ وحدانیت کے سوا سب شیطان کی عبادت ہے۔

اے میرے باپ تو حید کو اختیار کرنے کے بغیر رحمن کے عذاب کا خوف ہے ارشاد الہی ہے ﴿يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمَنِ﴾ (اے میرے باپ مجھے ڈر ہے کہ آپ پر رحمن کا عذاب نہ آجائے، مریم)

اپنی پوری قوم کے سامنے ذات وحدہ لا شریک کی توحید ربوبیت اور توحید الوہیت کو بیان کرتے ہیں ارشاد الہی ہے ﴿إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ﴾ (جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی پوری قوم سے کہا کہ میں تمہارے تمام معبودوں سے بری ہوں سوائے اس معبود برحق کے جس نے مجھے پیدا کیا وہ یقیناً میری درست راہنمائی فرمائے گا، الزخرف)

اس توحید کے معاملے میں اس ذات واحد کے سوا یہ نہیں کہہ رہے کہ یہ سب کچھ پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے دیا یا اللہ کے نیک بندوں کا فیض ہے، آیات کے مفہوم پر غور فرمانے سے آپ ضرور سمجھ جائینگے کہ صحت، رزق، بھوک پیاس، سب کیلئے اس ذات واحد سے ہی فیض کے طلبگار ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کھانا، پینا، بیماری کے اندر، شفا، موت، حیات، نیز معافی یہ سب امیدیں اسی سے وابستہ ہیں۔

ابراہیم علیہ السلام نے توحید کے لئے اپنی قوم سے ٹکری کبھی قول کے



ذریعے سے، کبھی زبان کے ساتھ انکے خلاف آواز اٹھائی اور یہ فرمایا کہ ﴿مَاهِذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ (یہ کیا مورتیاں ہیں جنکے سامنے تم جھکے رہتے ہو؟ الانبیاء) اور کبھی فعل کے ذریعے سے انکے ٹکڑے فرمادیئے ارشاد الہی ہے ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذَاذَا إِلَّا كَبِيرًا لَهُمْ﴾ (یعنی ان سب کے ٹکڑے کر دیئے اور انکے بڑے کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ اس طرف غور کریں اور اسکے لاعلم ہونے کی بناء پر حقیقت کو سمجھ جائیں، الانبیاء)

ابراہیم علیہ السلام نے اپنے زمانے کے ظالم بادشاہ سے ٹکری اور بادشاہ ابراہیم علیہ السلام کے دلائل کا جواب نہ دے سکا جسے رب خلیل نے اس طرح تعبیر فرمایا ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ (لا جواب ہو گیا وہ کافر بے ایمان، البقرہ)

## تین نبیوں کا ایک انداز

ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، سلیمان علیہ السلام یہ تین جلیل القدر نبی ہیں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کے بیان کرنے میں یہ کیسے مشابہت رکھتے ہیں۔ غور فرمائیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا کلام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہے دیکھئے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں کھڑے ہیں۔ فرعون نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا کہ ﴿فَمَنْ رَبُّكُمَا يَا مُوسَىٰ﴾



موسیٰ تم دونوں کا رب کون ہے، طہ) موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ﴿رَبُّنَا  
الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ﴾ (ہمارا رب وہ ہے جس  
نے ہر چیز کو وجود بخشا پھر اسے فہم بھی دیا، طہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام  
نے ہر چیز کی تخلیق اور راہنمائی سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وجود سمجھایا بالکل  
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی طرح کہا ﴿الَّذِي خَلَقَنِي  
فَهُوَ يَهْدِينِ﴾ (یعنی تخلیق اور راہنمائی سے وجود الہی سمجھایا فرق صرف یہ  
ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کل کائنات کی تخلیق اور راہنمائی سے سمجھایا  
کیونکہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کے سوا بنی اسرائیل میں اور بھی توحید  
پرست موجود تھے اور ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں ابراہیم علیہ  
السلام کے سوا کوئی توحید پرست نہ تھا اس لئے صرف اپنی تخلیق  
اور راہنمائی کا ذکر فرمایا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے ﴿رَبُّنَا﴾ کہا  
اور ابراہیم علیہ السلام نے ﴿خَلَقَنِي﴾ کہہ دیا، دونوں نبیوں کی دعوت  
کتنی مشابہت رکھتی ہے۔

مزید دیکھئے موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾  
(وہ رب ہے مشرق کا اور مغرب کا، الشعراء) یعنی مشرق اور مغرب سے  
ربوبیت سمجھائی۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ  
مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ (یعنی اللہ تعالیٰ سورج کو  
مشرق سے طلوع کرتا ہے اگر تو رب ہے تو مغرب سے طلوع کر، آل



عمران) یعنی مشرق اور مغرب سے الوہیت سمجھائی، ان دونوں دلیلوں کے اندر کتنی مشابہت ہے۔

اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے دلائل پر غور کیجئے فرماتے ہیں کہ ﴿الَّا  
يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبَاءَ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَ  
يَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ﴾ (یعنی یہ اللہ کو سجدہ کیوں نہیں کرتے  
جو چھپی چیز کو آسمان اور زمین سے نکالتا ہے اور پوشیدہ اور علانیہ کو  
جانتا ہے، النمل)

غور کیجئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا ﴿يُخْرِجُ الْخَبَاءَ فِي  
السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (یعنی آسمان و زمین میں پوشیدہ چیزوں  
کو نکالنے والا) کہنا اور ابراہیم کا ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي  
وَيُمِيتُ﴾ (یعنی میرا رب زندہ کرتا ہے اور موت دیتا ہے) کہنا  
نیز حضرت سلیمان علیہ السلام نے ﴿خَبَاءَ فِي السَّمَوَاتِ﴾ میں اللہ کا  
معبود ہونا بتا دیا اور ابراہیم علیہ السلام نے  
﴿محي ومميت﴾ ہونا بتا دیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے آسمان و زمین کی پوشیدہ چیزوں پر اللہ کی  
قدرت کا

ہونا بیان کر کے سمجھا دیا کہ یہ مخلوق ہے خالق نہیں۔

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ﴿لَا أَحِبُّ الْآفِلِينَ﴾ (یعنی میں  
چھپ جانیوالوں سے محبت نہیں رکھتا، الانعام) کہہ کر اس سے سمجھایا کہ



ستارے، قمر، سورج سب محبت ہیں محبوب نہیں، محبوب صرف وہ ایک ہی ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ﴿يُخْرِجُ الْخَبَاءَ﴾ کہنا اور ابراہیم علیہ السلام کا ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ﴾ کہنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ﴾ (یعنی مشرق اور مغرب کا رب) کہنا ان تمام جملوں میں کیا ہی خوبصورت مناسبت ہے، البقرہ۔

معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کے قلوب میں چشمہ توحید ہی موجزن ہے، ان سب پاکیزہ ہستیوں کی جنگ وجدال، مختلف انداز اور مختلف زمانوں میں ایک ہی ذات کی وحدانیت کے گرد گھومتی ہے اور سب کا مقصود ذات سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت ہے۔



## کلمہ توحید کی دعوت مختلف زمانوں میں

اگر آپ غور کریں گے تو ابراہیم، موسیٰ، سلیمان علیہم السلام کے کلام اور دلائل میں جہاں مناسبت اور حسین امتزاج ہے وہاں فرق بھی ہے کہ حضرت موسیٰ و ابراہیم علیہما السلام کے دلائل میں پہلے دلائل انفسیہ کا ذکر ہے، (یعنی اپنی ذات سے ابتدا ہے) بعد میں دلائل افلاکیہ کا ذکر ہے یعنی سورج، چاند وغیرہ مشرق و مغرب وغیرہ

اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے دلائل توحید کے اندر پہلے دلائل افلاک یعنی آسمان زمین، مشرق مغرب شمس و قمر کا ذکر ہے پھر دلائل انفسیہ کا یہ فرق اہل زمانہ کے احوال کی وجہ سے بھی ہے کیونکہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بھی ایک انسان یعنی نمرود کو معبود بنایا جا رہا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بھی ایک بشر اور انسان (فرعون) کو معبود بنایا جا رہا تھا۔ اسلئے ان دونوں نے پہلے انسان کے معبود ہونے کی نفی فرمائی بعد میں افلاک کی، اور سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں افلاک کی الوہیت یعنی سورج چاند کا چرچا تھا اسلئے پہلے انہوں نے الوہیت افلاک کی نفی فرمائی پھر انفسیہ کی۔



## تینوں کے دلائل کا خاتمہ

زبان سے بیزاری غور کیجئے ابراہیم علیہ السلام نے قوی دلائل کا خاتمہ غیر اللہ سے بیزاری پر فرمایا ارشاد الہی ہے ﴿إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ﴾ (یعنی جسکو بھی تم اللہ کا شریک بناؤ چاہے اسکا تعلق انسانی جان سے ہو یا افلاک سے، شمس و قمر یا ستاروں سے ہو میں سب سے بیزار ہوں، الانعام)

عمل سے بیزاری حضرت ابراہیم نے اپنے فعل سے بھی بیزاری کا اعلان فرمایا چنانچہ سب مورتیوں اور بتوں کے ٹکڑے فرمادئے ارشاد الہی ہے ﴿فَجَعَلَهُمْ جُذًا﴾ (یعنی سب کے ٹکڑے اڑادیئے، الانبیاء) مشرکوں اور بت پرستوں کی ذہنی اور فکری توہین و تذلیل کیلئے آخری بڑے کو چھوڑ دیا تا کہ اس سے سوال کریں جو اب نہ دے سکے تو اسکی بے بسی کا اعتراف کریں جیسا کہ قرآن مجید میں موجود ہے، غور کیجئے ﴿فَرَجَعُوا إِلَىٰ أَنفُسِهِمْ فَقَالُوا إِنَّكُمْ أَنْتُمْ لظَالِمُونَ﴾ (یعنی تھوڑا سا دل میں غور کیا اور اپنے جی میں اپنے کو ظالم کہنے لگے، الانبیاء) چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کا مقصد پورا ہوا کیونکہ انہوں نے اعتراف کیا کہ یہ بیچارے بولنے سے عاجز ہیں ارشاد ہے ﴿ثُمَّ نَكِسُوا عَلَىٰ رُؤُوسِهِمْ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا هُمْ بِلَايِنُونَ﴾ (سر جھکا کر کہا کہ اے ابراہیم آپ جانتے ہیں کہ یہ بول نہیں سکتے، الانبیاء)



حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وحدانیت سبحانہ و تعالیٰ کیلئے قول اور عمل کا ملاحظہ فرمائیے۔

قولی لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کے سوا خیالات رکھنے والوں کو احمق اور بے عقل قرار دیا سورۃ الشعراء کے اندر ارشاد ہے ﴿إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ (یعنی اگر تمہارے اندر عقل اور شعور ہے، الانبیاء) تو یقین کرو کہ ربوبیت کائنات حق سبحانہ و تعالیٰ کے کیلئے ہے اگر تم یہ نہیں مانتے تو بے عقل، احمق اور مجنوں ہو۔

موسیٰ علیہ السلام کی عملی بیزاری دیکھئے کہ یہودیوں نے پچھڑے کو معبود بنایا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پچھڑے کو جلا کر اسکی راکھ کو سمندر میں اڑا دیا ارشاد الہی ہے ﴿ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا﴾ (پھر اسکو سمندر میں اڑا دیں گے، طہ) اور سمجھا دیا کہ اللہ وحدہ سبحانہ و تعالیٰ کی الوہیت کے سوا کسی کی الوہیت کا قائل ہونا پا در ہوا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کل کائنات سے جو چیز سب سے نیچے ہے حتیٰ کہ زمین کے اندر پوشیدہ ہے اس سے ذات الہی کی توحید کا استدلال فرمایا ارشاد الہی ہے ﴿يُخْرِجُ الْخَبْأَ﴾ (یعنی زمین اور آسمان کی پوشیدہ چیز کو نکالنے والا) اس میں سب سے نیچے زمین سے وحدانیت کو ثابت فرمایا۔ اسی طرح جو چیز کل کائنات اور افلاک سے بھی وراء الوراء ہے یعنی عرش الہی اس سے بھی توحید کو ثابت فرمایا ارشاد الہی ہے ﴿إِلَّا اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ (وہ اللہ ہے اسکے سوا کوئی



معبود نہیں وہ عرش عظیم کا رب ہے، انمل)

## سرور کونین ﷺ اور کلمہ توحید کی دعوت

اس اصول کو آپ ﷺ نے سب سے زیادہ بیان کیا کیونکہ ہر نبی کا کسی خاص قسم کے مشرک گروہ سے معاملہ تھا۔ مثلاً ابراہیم علیہ السلام کا نمرود سے، موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے، سلیمان علیہ السلام کا شمس و قمر کے پجاریوں کے ساتھ۔ ان کا استدلال بھی مخصوص تھا اور سرور کونین ﷺ کا معاملہ ہر قسم کے مشرک اور ہر فرقہ کے ساتھ تھا اسلئے آپ کا انکی تردید کرنا اور وحدانیت کا اعلان و اثبات سب سے زیادہ ہے مثلاً ایک طرف دھریوں کے خلاف جو صرف زمانہ اور مادہ کے قائل ہیں رب کے وجود کے ہی قائل نہیں انکے لئے فرمایا ﴿وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ وَمَا لَهُمْ بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ﴾ (یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ زندگی صرف دینا کی زندگی ہے یہی موت و حیات ہے اور یہ سب زمانہ کی کارسازی ہے اور کچھ نہیں الجاشیہ) انکے لئے فرمایا کہ انہیں کوئی علم نہیں جسکی وجہ سے یہ بات کسی دلیل پر مبنی ہو یہ صرف ظنون اور خیالات ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ زمانہ اور دھر کا خالق بھی اللہ ہے کوئی فرقہ جو اللہ کو مانتا تھا لیکن شریک بھی مانتا تھا پھر شریک مختلف قسم کے تھے۔



علوی شریک، مثلاً شمس و قمر، کواکب افلاک، آپ ﷺ نے ان سب کو باطل قرار دیا اللہ کے اس ارشاد سے کہ ﴿لَا أُحِبُّ الْأَفْلِيْنَ﴾ (میں چھپ جانیوالوں سے محبت نہیں کرتا، الانعام)

کچھ لوگ نور و ظلمت کی الوہیت کے قائل تھے اس کو بھی باطل قرار دیا اس ارشاد الہی سے ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ﴾ (یعنی تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ تاریکی اور روشنی کو پیدا فرمایا، الانعام) اور سمجھا دیا کہ تاریکی اور نور معبود نہیں مخلوق ہیں لہذا سمجھا دیا کہ تاریکی اور نور معبود نہیں مخلوق ہیں۔

کچھ لوگ یزدان اور اہرمن کو معبود مانتے تھے اسکو بھی باطل قرار دیا اس ارشاد سے کہ ﴿وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوا الْهَيْنِ اٰثِنِيْنَ اِنَّمَا هُوَ اللّٰهُ وَاَحَدٌ﴾ (اللہ نے کہا ہے کہ دو معبود مت بناؤ معبود صرف ایک ہی ہے، انمل)

کچھ لوگ نیک بندوں کی مورتیاں بنا کر انکو معبود بنائے ہوئے تھے انکے لئے فرمایا ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَا الْهٰٓةُ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ (یعنی اگر زمین و آسمان میں اس ذات کے سوا کوئی اور معبود ہوتا تو زمین و آسمان کا نظام برباد ہو جاتا، المؤمنون)

نیز ارشاد فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ﴾ (جنکو تم معبود بنائے بیٹھے ہو اور پکارتے ہو یہ تم جیسے بندے ہی



تھے، الاعراف) نیز ارشاد فرمایا ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (وہ مردے ہیں زندہ نہیں انکو تو یہ بھی پتہ نہیں کہ ہمیں قبروں سے کب اٹھایا جائگا، النحل)

کچھ لوگ سفلی معبود کے قائل تھے مثلاً یہودی حضرت عزیز علیہ السلام کے، عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان کی تردید فرمائی اس طرح کہ ﴿لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدَ اللَّهِ﴾ (یعنی حضرت مسیح کو عابد بننے میں کوئی عار نہیں) نیز ان کی شان عابد ہونا ہے نہ کہ معبود ہونا، النساء) ارشاد الہی ہے ﴿ان هُوَ الْاَعْبَادُ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف ایک بندے ہیں جنکو ہم نے انعامات سے نوازا)

کچھ وثن (بت) کے قائل تھے انکے لئے فرمایا کہ ﴿أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ﴾ (یعنی خالق اور غیر خالق برابر کیسے ہو سکتے ہیں؟ نیز ارشاد فرمایا ﴿إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا﴾ (جن بتوں کو تم معبود بنائے ہوئے ہو اور جھوٹ گھڑتے ہو) اور کہتے ہو کہ یہ ہماری مدد کرتے ہیں اور فریاد سنتے ہیں) یہ تمہیں کسی قسم کا نفع (رزق) نہیں پہنچا سکتے، العنکبوت)



## وحدانیت سبحانہ و تعالیٰ اور جدال

جدال (جھگڑا) مذموم اور بری بات ہے۔ قرآن حکیم کے اندر اسکی مذمت فرمائی گئی ہے ارشاد الہی ہے ﴿مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا﴾ (یعنی آپ کے سامنے یہ مثال صرف جھگڑے کے لئے بیان کرتے ہیں حقیقت سے اسکا کوئی تعلق نہیں، الزخرف) نیز ارشاد ہے ﴿بَلْ هُوَ قَوْمٌ خَصِمُونَ﴾ (بلکہ وہ تو لوگ ہی جھگڑالو ہیں، ایضا) نیز ارشاد ہے ﴿وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْئٍ جَدَلًا﴾ (انسان سب سے زیادہ جھگڑالو ہے، اسرائیل) نیز ارشاد ہے ﴿فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ﴾ (نطفہ منی سے وجود پا کر بھی جھگڑالو ہے، یس) ان آیات میں جدال کی مذمت ہے لیکن وحدانیت سبحانہ و تعالیٰ کیلئے جدال کا حکم دیا گیا ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَجَادِلْهُمْ بَالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (یعنی ان کے ساتھ بہتر طریقے سے جدال کیجئے، النمل) نیز ارشاد ہے ﴿ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (اچھے طریقے سے دفاع کیجئے، حم سجد) نیز وحدانیت کے لئے حضرت نوح علیہ السلام کا جدال بیان فرمایا ارشاد الہی ہے ﴿يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا﴾ (اے نوح! تو نے ہم سے بہت زیادہ جھگڑا کیا ہے، ہود) نیز ارشاد ہے ﴿وَلَا تَجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ﴾ (اہل کتاب سے جدال احسن طریقے سے کرو، عنکبوت)



## وحدانیت اور تقلید

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی وحدانیت کو ترک کر کے غیر اللہ کے درپہ ہونا اور باپ دادا کے غیر اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے کی وجہ سے خود بھی غیر اللہ سے وابستہ ہونا، جاہلانہ تقلید جامد ہے۔

قرآن حکیم کے اندر اسکی مذمت فرمائی گئی ہے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کفار کی بات نقل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ غیر اللہ کے راستے پر رہنے کی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿أَنَّا وَجَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ (یعنی ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی طریقے پر پایا تھا ہم بھی اسی طریقے پر پیگے، الزخرف)

نیز کہتے تھے کہ ﴿بَلْ نَتَّبِعُ مَا الْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا﴾ (یعنی بلکہ ہم اس طریقے پر رہیں گے جس پر ہم نے اپنے آباء و اجداد کو پایا تھا، البقرہ) ان تمام آیات میں اس جاہلانہ تقلید کی مذمت فرمائی گئی ہے اور قرآن و سنت کے طریقہ وحدانیت کو اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے ان تمام آیات سے واضح ہوا کہ اصل اصول دین توحید اور وحدانیت سبحانہ و تعالیٰ ہے باقی سب کچھ اسکے بعد ہے۔

اسی لئے کلمہ طیبہ کے اندر اس اصل دین کو رسالت اور نبوت سے بھی پہلے رکھا گیا ہے۔ چنانچہ غور کیجئے! کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ پر، نیز قرآنی آیت میں پہلے اسی کا حکم ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ







اس آیت میں حطہ سے مراد یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو کہا گیا تھا کہ یہ کہو لا الہ الا اللہ، از عکرمہ۔

نمبر 3: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو جا کر کہا کہ ﴿هَلْ

لَكَ اِلٰى اَنْ تَزْكٰى، عبس﴾

حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو پاک ہونے کو کہا اس سے مراد بھی یہ تھا کہ اسکو لا الہ الا اللہ کی دعوت دی تھی۔ کیونکہ اس کلمہ کی برکت سے بندہ پاک ہو جاتا ہے۔

نمبر 4: اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس شخص کے بارے میں جو کفر پر

مرے فرمایا کہ وہ آرزو کریگا ﴿رَبِّ اَرْ جِعُوْنِ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا

﴾ (اے میرے رب مجھے دنیا میں لوٹا دے تاکہ میں نیک عمل

کروں، المؤمنون) یہاں نیک عمل سے مراد یہ ہے کہ میں دنیا میں

جاؤں اور لا الہ الا اللہ کا کلمہ پڑھوں۔

نمبر 5: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزْكٰى﴾

(کامیاب ہوا جس نے اپنے آپکو پاک کیا، الاعلیٰ)۔ یہاں تزکیہ سے

مراد کلمہ توحید لا الہ الا اللہ ہے۔

نمبر 6: ﴿قَوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا﴾

(درست بات کہو، الاحزاب)۔ یہاں قول سدید سے مراد لا الہ الا اللہ

ہے۔ (بحوالہ کلمۃ الاخلاص ابن رجب حنبلی)



## رکن اول

کلمہ توحید اسلام کا اول رکن ہے بلکہ یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ کلمہ توحید تمام ادیان الہیہ کی اساس ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ﴿بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ﴾۔ یعنی اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے ان میں سب سے اول کلمہ توحید ہے۔ یہ ہی وہ چیز ہے جو اسلامی عقیدہ کی بنیاد ہے۔ باقی اسلام کی عمارت اسی پر قائم ہے۔ آپ ﷺ کی امت کیلئے لازم ہے کہ وہ اسی کیساتھ وابستہ رہے جسے صحابہؓ نے وابستگی رکھی ارشاد ہے ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا﴾ (یعنی اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے تو ہدایت پائی انہوں نے بھی، البقرہ)۔

اس کلمہ توحید کی اصلاح اور درستگی باقی اعمال کی اصلاح ہے اس کا فساد باقی اعمال کا فساد ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن حکیم اندر واضح فرما چکے ہیں کہ جب تک انسان اس کلمہ توحید پر پختہ نہیں ہو جاتا اس وقت تک مؤمن نہیں کہلا سکتا ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾ (مؤمن وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائیں پھر شک باقی نہ رہے، محمد)۔

قرآن حکیم کے اندر اس کلمہ توحید کو 37 مرتبہ دہرایا گیا ہے اشارہ ہوا کہ توحید کے اندر پختگی بہت ضروری ہے ارشاد الہی ہے۔ ﴿إِلَٰهُ لَا إِلَٰهَ



إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ﴿ (یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے  
سب کا تھام نے والا) (البقرہ آیت نمبر 255)

نیز ارشاد ہے ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى﴾ (یعنی  
اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی اسی کے ہیں سب نام خاصے)  
(طہ آیت نمبر 8)

نیز ارشاد ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ تو آپ اس کا یقین رکھیے  
کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں) (محمد آیت نمبر 19)۔

نیز ارشاد ہے ﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ  
فَاعْبُدُوهُ﴾ (ان صفتوں کا مالک اللہ تمہارا معبود ہے اسکے سوا کوئی معبود  
نہیں وہی ہر چیز کا خالق ہے اسی کی عبادت کرو، الانعام)۔

اسکے علاوہ بے شمار مقامات پر بار بار اس کا ذکر ہے۔ خصوصاً عقائد کی  
آیات میں اس کا تذکرہ ضرور ملے گا۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کلمہ  
اسلامی عقیدہ کی اساس ہے۔

انسان امت محمدی ﷺ کا فرد بھی اسی کلمہ کی وجہ سے ہے۔ اسی کلمہ کی وجہ  
سے مؤمن ہے، اسی کلمہ کی وجہ سے موحد ہے۔ اسی کلمہ کی دعوت کیلئے  
ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کو بھیجا گیا ہے ارشاد الہی  
ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا  
إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ (آپ سے پہلے جتنے بھی رسول آئے سب کو  
اسی بات کی وحی کی گئی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میری ہی عبادت کرو،



(الانبياء)

نیز ارشاد ہے ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي  
 أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ  
 أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ (یعنی تمہارے لئے وہی دین  
 مقرر کیا ہے جو حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ  
 (علیہم السلام) سب کے لئے تھا کہ دین پر قائم رہو اس میں تفریق نہ  
 ڈالو یہی دین آپ کی طرف وحی ہو کر آ رہا ہے، الشوری

(نیز ارشاد ہے ﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ  
 وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ  
 وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ  
 وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ رِجُورًا﴾) (آپ کی طرف وہی  
 وحی آ رہی ہے جو آپ سے پہلے ان تمام نبیوں کی طرف آ چکی ہے یعنی  
 نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے انبیاء پر اور حضرت ابراہیم، اسماعیل،  
 اسحاق، یعقوب، اسباط، عیسیٰ ایوب، یونس، ہارون، سلیمان خصوصاً  
 حضرت داؤد علیہم السلام پر، النساء)

اسی کلمہ توحید کا عہد اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے تمام اولاد آدم کو حضرت آدم علیہ  
 السلام کی پشت سے نکال کر لیا۔ اس عہد مبارک کے الفاظ یہ  
 تھے ﴿الَسْتُ بِرَبِّكُمْ﴾ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) سب نے  
 بیک وقت اقرار کیا ﴿بلى﴾! کیوں نہیں! یقیناً تو ہی ہمارا رب ہے



۔ (الاعراف آیت نمبر 172)

اسی کلمہ توحید کو دین فطرت کہا جاتا ہے۔ جس پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی پوری مخلوق کو پیدا کیا۔ اور اسی پر قائم رہنے کا حکم فرمایا ہے ارشاد الہی ہے ﴿فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ﴾ (اپنی ذات کو دین حنیف پر قائم رکھے یہ فطرت الہیہ ہے جس پر انسانوں کو پیدا کیا گیا ہے) (الروم آیت نمبر 35)

یہی وہ کلمہ توحید ہے جو انسانوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ ایک حزب اللہ یعنی اللہ کا گروہ ہے۔ دوسرا حزب الشیطان یعنی شیطان کا گروہ ارشاد الہی ہے ﴿فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُؤْمِنٌ﴾ (تم سے کچھ کافر ہیں کچھ مؤمن، التغابن)

یہی وہ کلمہ توحید ہے جسکی بناء پر ابراہیم علیہ السلام حنیف کہلائے ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا﴾ (ابراہیم علیہ السلام ایک پیشوا تھے اللہ کے فرمانبردار تھے صرف ایک اللہ کی طرف مائل تھے، النحل)

یہی وہ کلمہ ہے جسکی وجہ سے ابراہیم علیہ السلام نے اپنے وطن، شہر، گھر بار کو خیر آباد کہا تھا اور پوری برادری سے کہا تھا ﴿وَاعْتَزِلْكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (یعنی تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو سب سے لا تعلق کا اعلان کرتا ہوں، مریم)

یہی وہ کلمہ توحید ہے جسکی یوسف علیہ السلام نے جیل کی مشقتوں کے اندر



بھی صد الگائی تھی جسکو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان الفاظ مبارکہ کے اندر بیان فرمایا ہے ﴿اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ﴾ (اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو، یوسف 40)۔

یہی وہ کلمہ توحید ہے جس کو کلمہ باقیۃ قرار دیا گیا ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ (اپنی اولاد میں اسی کلمہ کو پیچھے چھوڑ کر گئے تاکہ ایک دوسرے سے توحید کا بیان اور دلائل سن کر حق کی طرف رجوع ہوتا رہے، زخرف 28)

یہی وہ کلمہ توحید ہے جس کے لئے قیامت کے دن کافر دنیا میں لوٹنے کی حسرت کریں گے ارشاد الہی ہے ﴿رَبِّ اَرْجِعُوْنَ لَعَلِّيْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا﴾ (اے رب مجھ کو پھر بھیج دو تاکہ جس نیک عمل کو میں چھوڑ آیا ہوں اسے کر لوں کہا جائے گا ہرگز نہیں! یہ ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے المؤمنون 99-100)

یہی وہ کلمہ ہے جسکی شہادت اپنی ذات عالیہ کیلئے خود مالک کائنات نے دی ہے پھر اسکی شہادت فرشتوں سے اور اہل علم سے بھی دلوائی ہے اور دوبارہ شہادت دیکر اسکی تائید فرمائی ہے۔

نیز ایک ہی کلام کے اندر اسے دو مرتبہ اول اور آخر میں دہرا کر اشارہ کر دیا کہ کائنات کی ابتدا بھی اسی کے اظہار کیلئے اور اس کائنات کا فنا اور انتہاء اسی کلمے کی وجہ سے ہے تاکہ اسکی گواہی دینے والے کو انعام سے نوازا جائے منکر کو سزا دی جائے۔



غور کیجیے آیت کریمہ ﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ  
وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ  
الْحَكِيمُ﴾ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود لا الہ الا اللہ کی گواہی دی، فرشتوں  
نے بھی اور علم والوں نے بھی وہی انصاف پر قائم ہیں اسکے سوا کوئی معبود  
نہیں ہے وہی غالب حکمت والا ہے) دیکھئے اس آیت کے اول اور آخر  
میں کلمہ توحید موجود ہے، البقرہ۔

یہی کلمہ توحید ﴿كَلِمَةُ التَّقْوَى﴾ ہے جو اپنے قائل کو شرک سے  
بچاتا ہے اسی کلمہ کی وجہ سے انسان ذلت اور پستی نیز انسانوں کی غلامی  
سے نکل کر ﴿جَنَّتِ النَّعِيمُ﴾ کے اعلیٰ درجوں تک پہنچ جاتا ہے۔  
مومن کو یہ ہی کلمہ محبوب ہے اسی کلمہ کی وجہ سے مومن کی جان اور مال معصوم  
ہو جاتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کلمہ کے متعلق فرمایا میرا  
اور تمام نبیوں کا سب سے افضل کلمہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا  
شَرِيكَ لَهُ﴾ ہے (زرقانی علی الموطان نمبر 2)



## کلمہ توحید کی شہادت

شہادت کا معنی ہے اقرار، اعتراف، تصدیق اور اس بات کا عقیدہ کہ عبادت کا حق دار صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ ہے۔ مجھ پر ہر قسم کا اختیار صرف اس ذات کا ہے میری ہر کیفیت سے واقف صرف وہی ذات ہے ہر حال کا علم اسی ذات کو ہے، میرا ہر قسم کا نفع نقصان اسی ذات کے اختیار میں ہے، وہی ذات اس لائق ہے کہ اس کا حقیقی خوف دل میں ہو، اسی کی حقیقی بلا واسطہ محبت دل میں ہو، اسی ذات کی تعظیم دل میں ہو میرے ہر خیال اور وسوسہ سے واقف وہی ذات ہے، میرے رزق کا گھٹنا بڑھنا اسی ذات کے قبضہ میں ہے میری ہر خیر میرا ہر شر اس ذات کی طرف سے ہے۔

غور کیجئے سورہ النجم کی ان آیات پر

﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَى﴾ (خوشی اور غمی لانے والا وہی ہے اسکے سوا کوئی نہیں)

﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتٌ وَأَحْيَى﴾ (موت اور زندگی دینے والا وہی ہے اسکے سوا کوئی نہیں)

﴿وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثِيَةَ إِذَا تُمْنَى﴾ (نطفہ منی سے نر اور مادہ بنا نیوا والا وہی ہے اسکے سوا کوئی نہیں)

﴿وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْآخِرَى﴾ (مردوں کو اٹھانیوا والا بھی



صرف وہی ہے اسکے سوا کوئی نہیں)

﴿وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ﴾ (امیر اور غریب (یا امیر تر) کرنے

والا صرف وہی ہے اسکے سوا کوئی نہیں)

﴿وَإِنَّهُ هُوَ رَبُّ الشُّعْرَىٰ﴾ (شعری ستارے کا مالک بھی وہی

ہے اسکے سوا کوئی نہیں، النجم)

ان آیات کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں ہر چیز کی نسبت صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف کی جا رہی ہے، انبیاء اکرام علیہم السلام اور اولیاء اکرام یا انکے کسی فیض کا کہیں ذکر ہے کہ وہ بھی اپنی قوموں کیلئے کچھ کروا سکتے ہیں یا کہیں یہ فرمایا ہو کہ انکی موت کے بعد انکی قبروں کے ذریعے فیض طلب کر کے یہ فوائد حاصل کئے جاسکتے ہیں یا نقصان سے بچا جاسکتا ہے آپ گہری نظر سے غور فرمائیں کہ کس طرح یہ آیات اپنے اندر کلمہ توحید ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی خوشبو لئے ہوئے ہیں۔

ان آیات کے اندر جو کچھ بیان کیا گیا ہے اسی عقیدہ کا نام توحید ہے، لیکن اس عقیدہ توحید کے اندر دو چیزیں ہیں ایک نفی یعنی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کوئی معبود نہیں جب تک یہ نفی کامل نہ ہو جائے اس وقت تک توحید کا اثبات نہیں ہو سکتا۔

دیکھئے قرآن حکیم کے اندر بھی ایمان کے لئے یہ شرط بتائی گئی ہے کہ پہلے غیر اللہ کی نفی اور انکار ہو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے سوا اکل کائنات کی غلامی اور عبادت کے کسی بھی درجہ کا انکار ہو تو تب ایمان شروع



ہوتا ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ﴾  
 ﴿یعنی جو طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان رکھے، النساء 256﴾  
 اس آیت میں پہلے طاغوت کا انکار ہے پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ  
 پر ایمان ہے

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے توحید پرست اور مشرک کافر کا فرق یہ بیان کیا ہے  
 کہ مؤمن کا دوست اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہے اور کافر کا دوست طاغوت ہے  
 اب جب تک کافر طاغوت کی دوستی کو ختم نہیں کرے گا اس وقت تک اللہ  
 کی دوستی میں نہیں آسکتا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی دوستی میں آنے کیلئے اللہ سبحانہ  
 و تعالیٰ کے سوا تمام کی محبت اور دوستی کا انکار ضروری ہے اسی طاغوت کی  
 دوستی کا انکار ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کہلاتا ہے ارشاد الہی ہے ﴿اللَّهُ وَلِيُّ  
 الَّذِينَ آمَنُوا﴾ (یعنی اللہ دوست ہے ایمان والوں کا) اسی آیت کے  
 اگلے حصے میں ارشاد فرمایا ﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاءُ هُمُ  
 الطَّاغُوتُ﴾ (یعنی جو لوگ کافر ہوئے ان کا دوست طاغوت  
 (شیطان) ہے، البقرہ 257)۔

طاغوت کا انکار اس لئے کروایا جاتا ہے کہ جب انسان رب سبحانہ و تعالیٰ  
 کی ذات عالیہ کے سوا کسی اور کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جس طرح رب  
 کی بات اور حکم کو قبول کرتا ہے بلا چوں چرا، اور اپنے فوائد کا طلبگار اللہ  
 سبحانہ و تعالیٰ سے ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہے کہ وہ بغیر اسباب  
 کے نقصان سے بچا سکتا ہے اسی طرح کا معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ماسوا



سے کرنے لگتا ہو تو اس کا ایمان اور دوستی اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ختم ہو جاتی ہے اور طاغوت سے شروع ہو جاتی ہے پھر طاغوت اس کیلئے مختلف جہات متعین کرتا ہے کبھی اس کو کسی بت کی طرف متوجہ کرتا ہے جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ میں تھا جس کیلئے ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ (یہ کیا مورتیاں ہیں جنکے سامنے تم سر جھکائے پڑے رہتے ہو، الانبیاء)

نیز ارشاد فرمایا ﴿قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَنْظِلُّ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ (یعنی جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور قوم سے سوال کیا کہ یہ کن کی عبادت کرتے ہو تو انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انکے سامنے سر منہ اور گردن جھکائے رکھتے ہیں، الشعراء)۔

رب سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کو چھوڑ کر جب انسان غیر کی طرف متوجہ ہوتا ہے یہ متوجہ ہونا دراصل شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے لیکن چونکہ شیطان یہ سمجھتا ہے کہ یہ آدم کی اولاد میری عبادت کبھی بھی نہ کرے گی لہذا وہ ایک حیلہ کرتا ہے کہ اسکو اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کی طرف متوجہ کرتا ہے اول درجہ قبر ہوتا ہے پھر اس سے بڑھتے بڑھتے مورتیاں شکلوں تک لے آتا ہے، دیکھئے تفسیر ابن کثیر ج 4 سورہ نوح)

پھر اسکو مورتی بنانے کا وسوسہ ڈال دیتا ہے پھر بندہ اسی سے وابستہ رہتا ہے، اپنی ضرورت، رزق، بیماری، مصیبت پریشانی اور بے اولادی کے مسائل میں اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن بظاہر زبان سے اللہ کا نام



لیتا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جبکہ نیک بندوں کے بہانے سے شیطان اپنی عبادت پر لگا دیتا ہے اسی کو ارشاد فرمایا ﴿الْمَ آعٰهْدُ اِلَيْكُمْ يَبْنٰى اٰدَمَ اَلَّا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ﴾ (اے آدم کی اولاد شیطان کی عبادت نہ کرنا، لیس) حالانکہ دنیا میں کوئی انسان شیطان پرست نہیں ہے پھر بھی شیطان پرستی سے منع اسلئے فرمایا گیا کہ دنیا میں جو بھی کچھ محبت اور تعظیم کے درجے سے آگے بڑھ کر جو بھی کچھ ہو رہا ہے یہ شیطان کی وجہ سے ہو رہا ہے، نیز ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿يٰٓاَبَتَ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ﴾ (اے میرے والد شیطان کی عبادت نہ کرنا، مریم)

قوم نوح جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ سے دور ہوئی تو یہ دور ہونا چونکہ طاغوت (شیطان) کیساتھ دوستی تھی شیطان نے انکو اول نیک بندوں کی محبت میں لگایا جو کہ ایک بہترین اور اچھا فعل تھا کیونکہ قرآن حکیم کے اندر نیک بندوں کے ساتھ وابستہ رہنے کی تعریف فرمائی گئی ہے ارشاد ہے ﴿وَ حَسَنَ اَوْلٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (یعنی ان نیک بندوں کی رفاقت بہت اچھی چیز ہے، النساء)

نیز ارشاد ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (ایمان والو اللہ سے ڈرو اور نیک بندوں کے ساتھ ہو جاؤ، التوبہ) محبت اور تعظیم کی حد تک بہت اچھا فعل تھا لیکن اس کے بعد رفتہ رفتہ انکی پوجا اور عبادت پر لگا دیا اور جو لوگ ان علاقوں سے دور جا چکے تھے انکو مورتیاں، شکلیں، تصویریں بنانیکا مشورہ دیا (دیکھئے



تفسیر منیر نیز تفسیر کبیر سورہ نوح) وہ اس فعل پر ایسے مگن ہوئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بالکل بھول گئے اور جب انکو اسکی یاد دلانے کیلئے اللہ کے نبی حضرت نوح علیہ السلام تشریف لائے اور انکو واضح الفاظ میں ﴿ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ﴾ سمجھایا تو انہوں نے حضرت نوح علیہ السلام کو ہی الٹا کہہ دیا کہ

تو گمراہ ہے (الاعراف)

اور کبھی کہتے ہیں کہ تو مجنون ہے (سورۃ القمر)

اور کبھی قتل کی دھمکیاں دیتے (الشعراء)۔

نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت نوح جو توحید یعنی دین فطرت اور فطرۃ انسانی کی طرف دعوت دے رہے تھے انکے مقابلے میں سب متحد اور متفق ہو گئے اور بیک آواز ہو کر کہا ﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ﴾ سب نے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو مت چھوڑو یعنی ود سواع یغوث یعوق نسر (کو، نوح)

دیکھا آپ نے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے ہٹا کر طاغوت نے انکو نیک بندوں کے ساتھ ایسا جوڑا کہ وہ خدا کے مقابل بن کر کھڑے ہو گئے حالانکہ نیک بندوں کے ساتھ جڑنا اسی لئے ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی راہ پر لگاتے ہیں انکو طاغوت نے ایسا لگایا کہ وہ اللہ کی راہ کے دشمن بن گئے۔



## صالحین کی عبادت اور نوح علیہ السلام کی دعوت

نوح علیہ السلام کے زمانہ میں شرک شروع ہوا اسکی بنیاد یہ بنی تھی شیطان نے انسانوں کو نیک بندوں کے سامنے جھکا دیا محبت سے سلسلہ شروع ہوا رفتہ رفتہ زمانہ اور واقف الحال لوگوں کے گزرنے کے ساتھ ساتھ انہی نیک بندوں کو معبود بنوا دیا اسی عقیدہ کے خلاف نوح نے ﴿لا الہ﴾ کی دعوت دی تھی اب آپ ان صلحاء کی یا قوم نوح (علیہ السلام) کے بتوں کی جنکو معبود بنایا گیا تھا تاریخ پڑھیے تاکہ آپکو معلوم ہو جائے کہ یہ کون تھے اور آپ پر یہ حقیقت خوب واضح ہو جائے کہ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ پتھروں کے بت پوجتے تھے اس بات میں کس حد تک سچائی ہے قرآن اس بارے میں کیا کہتا ہے نیز جس وقت سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کو توحید اور ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کی دعوت دی تھی اس وقت قوم عرب کی کیا حالت تھی اور وہ کیا کر رہے تھے، شرک کی گندگی جو قوم نوح کے اندر شیطان نے اس طرح رانج کی تھی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق کو بندوں کے سامنے جھکا دیا تھا۔

اہل عرب جو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد تھے وہ تو حنیف تھے، بیت اللہ کے بانی اور معمار تھے اور کلمہ توحید اپنی اولاد کیلئے یاد گار چھوڑ گئے تھے جسے قرآن نے کلمہ باقیہ قرار دیا تھا۔

جب انکی مذہبی حالت یہ تھی تو اچانک یہ سب کچھ ایسا کیوں ہو گیا کہ امام



الموحدین، مجسم عفت و حیا، عطر کائنات، صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسے ہی اس چیز کی جو کہ انکے باپ کا مذہب اور مقصود کعبہ تھا کی دعوت دی تو وہ بجائے قبول کرنے کے مخالف ہو گئے اور اس حد تک تشدد کیا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ کہنا پڑا ﴿كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنْتَه لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ﴾ (اگر (میرے نبی کو ستانے والا) باز نہ آیا تو ہم اسے پیشانی سے پکڑ کر گھسیٹیں گے، العلق)

اس سب کچھ کو پڑھ کر آپ پر یہ حقیقت کھل جائیگی کہ وہ پتھر کے جو بت پوجتے تھے وہ درحقیقت نیک بندوں کی شکلیں پتھر یا کسی اور چیز پر تراشتے تھے سامنے یہ مورتی تھی لیکن مقصد نیک بندوں کی خوشنودی تھی اسکے لئے وہ سب کچھ کر رہے تھے، اسی سے آپکو اندازہ ہو جائیگا کہ آج جو کچھ نیک بندوں کی قبروں پر ہو رہا ہے یہ کیا ہے اور اسلام اسکی کس حد تک اجازت دیتا ہے۔



## ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کون ہیں؟

قرآن حکیم نے ود، سواع، یغوث یعوق، نسر کا نام لیا ہے۔ جاہل لوگ سمجھتے ہیں شاید یہ پتھر کے بت تھے نہیں درحقیقت یہ نیک صالحین اولیاء کرام تھے جن کی شکلیں مورتیاں ان لوگوں نے پتھروں پر تراش رکھیں تھیں۔

علامہ ابن قیم کہتے ہیں ﴿أَنَّ يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا كَانُوا قَوْمًا صَالِحِينَ مِنْ بَنِي آدَمَ﴾ (یعنی یہ یغوث یعوق نسر درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور نیک لوگ تھے)

جب یہ لوگ مر گئے تو جو لوگ انکی اقتداء کیا کرتے تھے انہوں نے سوچا کہ ہم انکی تصویریں بنا کر رکھتے ہیں تاکہ انکی زندگی کو یاد کر کے ہم اللہ کی عبادت زیادہ شوق سے کریں بعد ازاں شیطان نے دوسری نسلوں کو انہی کی عبادت پر لگا دیا انکو سمجھایا کہ تمہارے بڑے انکی برکت سے بارش وغیرہ مانگا کرتے تھے (بدائع التفسیر، ج ۵، ص ۷۳، ابن قیم)

علامہ عمر بن علی عادل دمشقی متوفی ۸۰۸ھ کہتے ہیں کہ ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ سب حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے ہیں جب حضرت آدم بیمار ہوئے تو یہ سب پاس موجود تھے ان میں ود سب سے بڑا تھا اور سب سے زیادہ پرہیزگار تھا بروایت عروہ بن زبیر اللباب فی علوم الكتاب ج ۱۹ سورہ نوح، نیز تفسیر ماوردی ج ۶، ص ۱۰۴۔ نیز



قرطبی ج ۱۸، ص ۱۹۹

محمد بن کعب کہتے ہیں یہ حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے تھے جب یہ مر گئے تو جو لوگ غمزدہ تھے شیطان نے انکو کہا کہ انکی تصویریں بنا لو اور انہیں مساجد میں لگا لو لوگوں نے انکی تصویریں بنالیں اور انہیں مساجد میں لگا لیا لوگوں نے انکی تصویریں بنا کر مساجد میں لگائیں یہ تصویریں پیتل اور تانبے سے بنائی گئی تھیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ اللہ کو بھول کر انکی عبادت پر لگ گئے۔

ہم نے مختصر لکھا ہے تفصیل کیلئے دیکھئے اللباب ج ۱۹ مزید دیکھیے فتح البیان فی مقاصد القرآن ج ۱۲ نوح، صدیق بن حسن بن علی قنوجی، مزید دیکھئے تفسیر طبری ج ۲۳ نوح۔

﴿بل کانو قوما صالحین﴾ یہ نیک لوگ تھے اللباب ج ۱۹، مزید دیکھئے ﴿وہی، اسماء رجال صالحین من قوم نوح علیہ السلام﴾ (یعنی حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگ تھے) (ابن کثیر ج ۴ سورہ نوح)

مزید دیکھئے حضرت آدم علیہ السلام کے ۴۰ بچے تھے ۲۰ لڑکے ۲۰ لڑکیاں ان میں سے ایک و د تھا انہی کو حضرت شیث (علیہ السلام) کہتے ہیں ان کو انکے بھائیوں نے سردار بنا رکھا تھا۔

سواع، یغوث، یعوق، نسر بھی حضرت آدم کے بیٹے تھے (ابن کثیر ج ۴، سورہ نوح)



امام ابو جعفر رضی اللہ نے فرمایا کہ وہ مسلمان آدمی تھا اپنی قوم میں بہت محبوب تھا اسکی موت کے بعد شیطان نے آہستہ آہستہ اسکی قوم کو انکی عبادت پر لگا دیا ( دیکھئے ابن کثیر سورة النوح ، نیز تاریخ دمشق ج ۸ مخطوطہ )

اب توحید کی طرف آنے کیلئے اس سب کچھ کی نفی کرنا پڑے گی جو کچھ نیک بندوں کی قبروں پر تعظیم، محبت، ادب کے نام پر ہو رہا ہے لیکن شریعت میں اس ادب، محبت، تعظیم کی مثال نہیں ملتی کہ امت کے اولین مسلمان افراد نے نیک بندوں کی محبت انکی قبروں پر اس طرح جھک کر کی ہو اس سب کچھ کی نفی کو کہا گیا ہے لا الہ۔

غور کیجئے قرآن نے ان مشرکین عرب کو آباء و اجداد کا مذہب یاد دلایا ہے ﴿مِلَّةَ اٰبِیْکُمْ اِبْرٰہِیْمَ هُوَ سَمَّکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ﴾ (یعنی دین اسلام نیا مذہب نہیں بلکہ تمہارے باپ ابراہیم کا مذہب ہے انہوں نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے) (الحج) کیا ابراہیم علیہ السلام اور انکے ساتھیوں نے ایسا وسیلہ اختیار کیا کہ وہ نیک بندوں کی قبروں پر ایسا کر رہے تھے جیسا آج ہم کر رہے ہیں؟



## اہل عرب کون تھے؟

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے  
اہل عرب کون تھے انکی اصل کیا تھی؟

یہ سب لوگ وہ ہیں جنکی اصل حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے۔ شروع میں عرب کے اندر دین ابراہیم تھا وہ تو حنیف تھا ارشاد ہے ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ كَانَ أُمَّةً قَانِتًا لِلَّهِ حَنِيفًا﴾ انکے بعد انکے بیٹے حضرت اسماعیل تھے ظاہر ہے وہ نبی تھے لہذا یقیناً حنیف ہوئے، حضرت اسماعیل کی اولاد اسی طرح تھی لیکن عرصہ دراز گزر جانے کے بعد جب اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات عالیہ سے دور ہوئے جسکا نتیجہ یقیناً طاغوت کی طرف مائل ہونا تھا پھر اس طاغوت نے ان میں سے ایک آدمی جسکا نام عمر بن لُحی تھا جو دور دراز علاقوں کا تجارتی سفر کیا کرتا تھا اقوام عالم سے میل ملاقات رکھتا تھا اس نے اقوام عالم کے اندر مورتیوں اور بتوں کو دیکھا اور آکر اپنی قوموں کو بتایا کہ وہ لوگ تو اس طرح اپنے خدا اپنے سامنے رکھتے ہیں اور حاجات پوری کرواتے ہیں لہذا آئندہ سفر میں ایک دو اپنی قوم کیلئے بھی لے آیا اور آہستہ آہستہ عرب کے اندر یہی رواج پڑ گیا اور یہ ود، سواع، یغوث، یعوق وغیرہ جو



طوفان نوح کے اندر دب گئے تھے بعد میں برآمد ہوئے وہ عرب کے اندر بھی پہنچ گئے اور سلسلہ شروع ہو گیا ہر قبیلہ کا جدا جدا معبود تھا۔  
 و کی عبادت دومۃ الجندل کے علاقہ میں بنو کلب کرتے تھے یہ ابن عباس عطاء، مقاتل کا قول ہے۔

سواع کی عبادت بنو ہزیل کرتے تھے ساحل بحر پر بقول ابن الخطیب ہمدان قبیلہ بھی اسی سواع کو پوجتا تھا۔

یعوث بنو قطفیف بنو مراد کا معبود بنا ہوا تھا بقول قتادہ اور مہدوی رحمہ اللہ

ابو عثمان مہدوی رحمہ اللہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یعوث کو دیکھا ہے کہ تانبے سے مورتی بنی ہوئی تھی غطفان قبیلہ کے لوگ اسکو ایک بغیر بال کے اونٹ پر لادھتے تھے اور اسے چلا دیتے تھے خود بخود چلتا تھا اسکو ہنکاتے نہ تھے جہاں جا کہ وہ خود بیٹھ جاتا تھا اسی علاقے میں اسکے ارد گرد ٹھہرتے اسکو اپنی منزل بناتے اور کہتے تمہارے لیے یعوث نے اس علاقے کو پسند کیا ہے۔ لہذا اس کے اوپر عمارت بناتے اور پوجا کرتے رہتے۔ (اللباب ج ۱۹، نوح)

یعوق کی پوجا علاقہ بلخ میں کرتے تھے عکرمہ قتادہ عطاء کا قول ہے۔

نسر قبیلہ حمیر کی شاخ بنو کلاع کا معبود بنا ہوا تھا قتادہ اور مقاتل کا قول ہے



## انکی شکلیں

امام واقدیؒ کہتے ہیں اپنے اپنے ان معبودوں کی شکلیں بنا رکھیں تھیں

ود مرد کی شکل میں تھا

سواع عورت کی شکل میں تھا۔

یعوث شیر کی شکل میں تھا۔

یعوق گھوڑے کی شکل میں تھا۔

نسر باز پرندے کی شکل میں تھا۔

یہ قدیم زمانہ کے معبود، بت، اصنام، تماثیل، اوٹان تھے ان سب کا مفہوم ایک ہے۔

مکہ والے جوان خداؤں پر بس نہیں کرتے تھے بلکہ انکے علاوہ کچھ اور بھی معبود بنا رکھے تھے جنکی تفصیل اس طرح ہے۔

لات یہ ایک آدمی تھا جو حج کے موسم میں ستو گھول کر لوگوں کو

کھلاتا پلاتا تھا اسکی موت کے بعد لوگ اسکی قبر پر جھک گئے اور پجاری بن بیٹھے (بدائع النفسیر ج ۵، نوح، ابن قیم)

امام مجاہد کہتے ہیں کہ یہ طائف میں ایک چٹان پر رہتا تھا جو بھی وہاں سے گزرتا اس کو ستو کھلاتا، اسکی موت کے بعد لوگ اسکی پوجا کرنے لگے۔

ابن عباس تو یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ ایسے ستو بنا تا تھا جو کھاتا موٹا ہو جاتا جب یہ مر گیا تو عمر بن لُحی نے کہا کہ یہ مرا نہیں بلکہ اس چٹان میں داخل



ہو گیا ہے پھر اسکی عبادت ہونے لگی (روح المعانی ج ۱۴)۔

اساف اور نائلہ یہ دونوں صفا مروہ پر تھے

اساف مرد تھا

نائلہ یہ عورت کی شکل میں تھی۔ (قرطبی ج ۱۸، ۱۹۹، نوح،

عن ابن عباس)

یہ مرد اور عورت تھے بیت اللہ میں زنا کرنے کی وجہ سے شکل پتھروں سے مسخ ہو گئی لوگوں نے عبرت کے لئے ایک کو صفاء پر دوسرے کو مروہ پر رکھ دیا زمانہ گزرنے کے ساتھ آئندہ آئیوالی نسلوں نے انکو بھی کچھ سمجھ کر چمٹنا شروع کر دیا (تفسیر نسفی عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی)

عزی یہ مشہور قول کے مطابق ایک جن عورت تھی، کیکر کے درختوں پر رہتی تھی (روح المعانی)

قبیلہ غطفان نخلہ نامی جگہ میں اسکی عبادت پر لگا ہوا تھا، نسائی کی روایت کے مطابق حضرت خالد بن ولید کے ہاتھوں اس کا قتل کروایا گیا اسکے لئے حضرت خالد کو دو دفعہ جانا پڑا جب دوسری مرتبہ واپس آئے تو سید کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿لن تعبد ابدا﴾ (اب عزی کی کبھی عبادت نہ ہوگی) (روح المعانی ج ۱۴، النجم)

لیکن کمال دیکھئے کہ یہ اس سب کچھ کے باوجود اپنے آپ کو دین ابراہیمی پر کہتے تھے حج بھی کرتے تھے قربانی صدقہ بھی کرتے تھے بیت اللہ کی تعمیر



بھی کرتے تھے حاجیوں کی خدمت بھی کرتے تھے اللہ سبحانہ تعالیٰ کو یہ کہنا پڑا کہ تمہاری اصل تو دین ابراہیمی ہی تھی جو کہ ملت تو حید تھی لیکن طاغوت کے پیچھے لگ کر جو تم نے طریقہ اختیار کیا یہ تو حید والا نہیں ہے یہ تو شرک پر مبنی ہے اس لئے فرمایا کہ تم مشرک ہو ﴿وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ﴾ (اور ابراہیم مشرک نہ تھے)

اور دین ابراہیمی کو اگر اختیار کرنا چاہتے ہو تو اس کیلئے لا الہ کی ضرب لگا کر طاغوتی جکڑ بندیوں کو توڑنا ہوگا اس کے بغیر ملت ابراہیمی پر نہیں آ سکتے۔

منات: آپ ﷺ نے اسکا قلعہ قمع کرنے کیلئے حضرت علی کو بھیجا تھا۔

ہبل اس سے سفری خدمات معلوم کرتے تھے



## عرب کے اندر بت پرستی

یہ اس طرح ہوا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام مکہ میں رہائش رکھتے تھے انکی کثیر اولاد ہوئی حتیٰ کہ مکہ بھر گیا اور تنگ پڑ گیا آپس میں جنگ ہونے لگیں تو عرب یہاں سے نقل مکانی کرنے لگے اور طلب معاش کی وجہ سے دائیں بائیں شہروں میں نکل گئے لیکن یہ چونکہ کعبہ کے رہائشی تھے اللہ کے گھر سے محبت رکھتے تھے چنانچہ یہاں سے جاتے ہوئے ایک ایک پتھر بیت اللہ کی یاد کے لئے ساتھ لے جاتے جہاں ٹھہرتے بیت اللہ کے اس پتھر کو رکھتے اور بیت اللہ کی محبت میں اسکا طواف شروع کر دیتے یہ سلسلہ چلتا رہا انکی نسلیں آگے آتی گئیں اور عبادت کے نئے سے نئے طریقے ایجاد ہونے لگے اور جو اصل دین ابراہیم واسماعیل تھا یہ اسکو بھول گئے یہاں تک کہ عمرو بن لُحی نے قوم نوح کے زمانہ کے بت پرست بیت اللہ میں لا کر رکھے یہ انکی عبادت پر لگ گئے اس سب کے باوجود کچھ نہ کچھ ابراہیم علیہ السلام کے دین کی باقیات بھی انکے اندر موجود تھیں مثلاً بیت اللہ کی تعظیم، طواف، حج، عمرہ، وقوف عرفہ اور وقوف مزدلفہ وغیرہ (ابن ہشام ج نمبر ۱ صفحہ ۹۵، ۹۶) بحوالہ کید الشیطان صفحہ ۵۱۔

ابن الجوزی کھل کر کہتا ہے کہ یہ بتوں کی عبادت اصل نہیں تھی بلکہ بت کی اصل ایک انسان تھی یہ بت اسکا قائم مقام ہوتا تھا اسی لئے اسکو کسی مرد کی شکل میں بناتے بظاہر سامنے لکڑی یا پتھر یا کسی بھی چیز کی مورتی ہوتی تھی



لیکن عبادت دراصل اسکی نہیں بلکہ اس اصل کی ہوتی وگرنہ کون عقل والا ہے جو لکڑی اور پتھر کو تراش کر پوجا شروع کر دے اور اسکو معبود کہہ دے  
(کید نمبر ۶۸)

علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ شیطان جو بندوں کو شرک پر لگاتا ہے اسکے بہت سے طریقے ہیں:

ایک طریقہ یہ ہے کہ مردوں کی تعظیم کروا کر انکی عبادت پر لگا دیتا ہے۔  
(کید نمبر ۶۰)

مشرک بہانہ یہ کرتے تھے کہ ہم اس قابل نہیں کہ براہ راست اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قریب ہو سکیں بلکہ یہ روحانی لوگ ہیں ہم روحانی طریقے سے پہلے انکے قریب ہوتے ہیں کیونکہ یہ پاک لوگ ہیں یہ ہمیں رب کے قرب کرتے ہیں ہم انکی عبادت نہیں کرتے بلکہ یہ رب الارباب اور معبودوں کے معبود یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں اصل الہ اور معبود نہیں ہم انکی عبادت اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہیں قرآن حکیم نے انکے اس نظریہ کو نقل فرمایا ہے ارشاد ہے ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (ہم انکی عبادت نہیں کرتے مگر صرف اس لئے کہ یہ ہمیں کسی نہ کسی درجے میں اللہ کے قریب کرتے ہیں، الزمر) نیز ارشاد ہے

﴿هُوَ لَا يَشْفَعَانَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (یعنی یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے دربار میں، یونس)



﴿ اِمَّ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ شُفَعَاءَ ﴾ (کیا انہوں نے اللہ کے سوا

دوسروں کو سفارشی بنا رکھا ہے؟) (کید نمبر ۶۳)

پھر انکی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے عبادات نذرانے صدقے جانور

سب کچھ پیش ہوتا۔ (کید نمبر ۶۳)

حتیٰ کہ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ شیطان اس بت میں داخل ہو کر سائل کا

جواب دیتا اور غیبی چیزوں کی خبر دیتا اور کسی گمشدہ چیز کی خبر دیتا ان سے

گفتگو بھی کرتا جاہل کہتے یہ بت خود بولتا ہے اور وہ پکے ہو جاتے

پھر کیا کچھ نہ ہوتا ہوگا۔

اور پڑھے لکھے تعلیم یافتہ عقلاء کہتے کہ یہ بت نہیں بولتے بلکہ اصل

روحانی بزرگ بولتے ہیں اور مزید پکے ہو جاتے۔ (کید نمبر ۶۸)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان سب کی ہدایت کے لئے سرور کونین ﷺ کو

مبعوث فرمایا آپ نے ان سب کی نفی اس طرح فرمائی ﴿ لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ

﴾

ابن جریر تو یہاں تک کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت کے بت اصل میں یہ

نیک لوگ تھے ان میں ان میں سے بعض کے مرید بھی تھے جو انکی اقتداء

کیا کرتے تھے جب یہ نیک لوگ مر گئے تو انکے متبعین نے کہا کہ ہم ان

نیک بندوں کی تصویریں بنا کر رکھتے ہیں تاکہ انکی یاد سے ہمیں اللہ کی

عبادت کا شوق بڑھتا رہے پھر جب یہ اصل مریدین بھی مر گئے تو

شیطان نے بعد والوں کو ان نیک بندوں کی مورتیوں کی پوجا



پر لگا دیا (ابن جریر بحوالہ کید الشیطان ابن الجوزی)  
 اسی طرح یہودی جب خدا کی دوستی سے جدا ہوئے تو طاغوت آ گیا اس  
 نے انکو بڑی ہوشیاری سے بچھڑے کی پرستش پر لگایا اور ہزاروں کی  
 تعداد میں یہودی اس پر لگ گئے قرآن میں ارشاد ہے ﴿فَاُخْرِجْ لَهُمْ  
 عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُورًا فَقَالُوا هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَى  
 فَنَسِي﴾ (انکے لئے ایک بچھڑا بنایا جس کا جسم بھی تھا اسکے اندر آواز تھی  
 کہنے لگے کہ یہ تمہارا اور موسیٰ کا خدا ہے اور موسیٰ بھول کر طور پر چلا گیا  
 ہے)

## یہودی خاص توبہ اور علاج

کل کائنات میں اگر کوئی انسان طاغوت کو چھوڑ کر اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ  
 کو اختیار کرنا چاہے تو اسکا علاج لا الہ کی ضرب ہے۔ دل کی گہرائی سے  
 زبان پر یہ کلمہ لائے کہ لا الہ یعنی جس راستہ یا خدا کے علاوہ میں جسکے پیچھے  
 پڑا ہوں اس کے اندر کوئی الوہیت کی صفت نہیں ہے بطور معبود یہ میری  
 دوستی کے قابل نہیں ہے میری دوستی کے قابل تمام صفات کمالیہ، جمالیہ  
 ، جلالیہ کے ساتھ موصوف ذات اور ہر قسم کے نقص احتیاج فقر ضرورتوں  
 سے پاک ذات ایک اللہ میرے دل و مانع کا مرکز ہے ہر انسان کے  
 لیے یہی توبہ ہے اسی کے ساتھ طاغوتی نظام کی جکڑ بندیاں ختم ہو جاتی ہیں  
 اور وہ ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ﴾ پر عمل پیرا ہو جاتا ہے جو کہ ایمان



اور توحید کے لیے شرط اول ہے اس کے بعد ﴿يُؤْمِنُ بِاللَّهِ﴾ شروع ہو جاتا ہے لیکن ایک خاص زمانہ اور خاص حالات کے اندر تا کہ بعد میں آنے والے توحید پرستوں کے لیے عبرت اور نمونہ ہو کہ خلاف توحید عقیدہ ہو تو اس کی اصل سزا یہ ہے جو ہم نے خاص زمانہ کے یہودیوں کو دی تھی لیکن اے مکے والو! تمہارا شرک صحبت سرور کو نبین ﷺ کی برکت سے اس کلمہ توحید کے ادا کرنے سے ہی بے غبار ہو جاتا ہے وگرنہ تمہیں بھی یہی سزا ملتی جو ہم نے خاص زمانہ کے یہودیوں کو دی۔

جسکی وجہ یہ تھی کہ یہودی ایک انتہائی خبیث مکار قوم ہے انکو حضرت موسیٰ علیہ وعلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل تھی اور کلمہ توحید ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا اقرار بھی کر چکے تھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ انکو عظمت سے نوازا چاہتے تھے اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف ملاقات اور تورات شریف عطا کرنے کے لیے بلایا گیا تھا اس میں انکے لیے عظمت تھی کیونکہ ہر کتاب میں انبیاء اکرام علیہم السلام کے واسطے سے اللہ کی طرف سے اس امت کیلئے ایک عظمت بھرا سلام، پیغام اور کلام ہوتا ہے جس طرح قرآن حکیم سرور کو نبین ﷺ کے واسطے سے ایک عظمت بھرا سلام، پیغام اور گفتگو ہے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد الہی ہے ﴿وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾ (یعنی یہ قرآن یادگار نصیحت ہے آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے) (الزخرف)

اسی طرح تورات کی شکل میں بھی یہودیوں کو عظمت ملنے والی تھی لیکن اسی



وقفہ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور کی طرف تشریف لے جا رہے تھے یہ یہودی طاغوت کا شکار ہوئے اور یہ طاغوت انکے لیے پچھڑے کی شکل میں تھا اور یہ یہودی پچھڑے کی عبادت کرنے لگے اور سب کچھ اسی کو سمجھنے لگے اس حد تک بڑھ گئے کہ انہوں نے کہا کہ ﴿هَذَا إِلَهُكُمْ وَإِلَهُ مُوسَىٰ فَنَسِي﴾ (یہ سب کا اصل معبود ہے اور موسیٰ علیہ السلام بھول گئے اور معبود کی تلاش اور ملاقات کے لیے طور پر چلے گئے) اور یہ طاغوت کا ناسوراں یہودیوں کے خون کے اندر سرایت کر چکا تھا اور دل کے اندر سے معرفت الہیہ کا نور جو کہ توحید کی شکل میں ہوتا ہے وہ بالکل مٹ چکا تھا حتیٰ کہ دین فطرت کا بیج جو کہ ہر پیدا ہونے والے انسان کو حاصل ہوتا ہے خواہ وہ کسی کافر کی گود میں پلا ہو یا کسی مسلم کی ان یہودیوں سے وہ بھی مٹ چکا تھا اور ان کی حالت یہ ہو چکی تھی کہ ﴿وَاشْرَبُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْعِجْلَ﴾ (دل میں پچھڑے کی حقیقت پیوست ہو گئی)

یہ دل کی انتہائی خبیث حالت ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان خبیث یہودیوں کے علاوہ کسی کے لیے بیان نہیں فرمائی حتیٰ کہ مشرکین مکہ کے لیے بھی یہ حالت نہیں بیان فرمائی گئی، گویا کہ طاغوتی پچھڑے کا ناسوراں کی ارواح تک رسائی حاصل کر چکا تھا اب انکی توبہ کیلئے کلمہ توحید کا اقرار کافی نہیں تھا کیونکہ یہ تو ان کو پہلے سے ہی حاصل تھا بلکہ ان کا علاج یہ تجویز کیا گیا کہ ان کا قتل عام کیا جائے چنانچہ انکے لئے سزا قتل



ہونا تجویز فرمایا گیا ارشاد الہی ہے ﴿وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ  
 ظَلَمْتُمْ أَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوبُوا إِلَىٰ بَارِئِكُمْ  
 فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ﴾ (موسیٰ علیہ  
 السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر تم نے  
 ظلم کیا ہے اب تمہیں اپنے خالق سے توبہ کرنا چاہیے لہذا توبہ کے اندر تم  
 اپنے آپ کو قتل کے لیے پیش کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا۔ (البقرہ ۵۴)  
 چنانچہ قبولیت توبہ کے لیے یہود کا قتل عام ہوا اور طاغوت کے ناسور سے  
 ان کو اور باقی زندہ رہنے والوں کو نجات مل گئی اور یہ قتل مرنے والوں کے  
 لئے شہادت تھی اور مارنے والوں کے لیے توبہ تھی (تفسیر ابن کثیر)  
 کیا آپ نے غور فرمایا کہ دل میں غیر اللہ کو جگہ دینا طاغوت اور اسکو  
 صفات الوہیت کے ساتھ موصوف سمجھنا اس کے ساتھ ایسی محبت، عظمت  
 ، احترام، ادب، خوف، امید اور اسکے لیے اللہ سبحانہ و تعالیٰ جیسا علم ماننا  
 اور جس طرح آپ اپنے مالک وحدہ لا شریک سے مدد رحمت فیض کے  
 پہنچنے کا عقیدہ رکھتے ہیں اسی طرح کا عقیدہ کسی مخلوق کے لیے خواہ وہ  
 انسان ہوں یا جن یا فرشتہ اسکے لیے رکھنا، یہ ہی طاغوت ہے اللہ کے  
 نیک بندے اور فرشتے، انبیاء کرام اس عقیدے سے پاک ہیں انکی یہ  
 تعلیم نہیں۔

آپ نے غور کیا کہ یہ طاغوت یہودیوں کے اندر حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 کے زمانہ میں پیدا ہوا جسکی سزا یہ تجویز ہوئی۔



## طاغوت اور فیض محمدی (ﷺ)

اخیر زمانہ میں یہودیوں کے اندر ایک دفعہ پھر طاغوت آیا یہ ضد اور عناد کا طاغوت تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین فطرت کے مقابلہ میں کفر و شرک کو بہتر سمجھنے لگے ارشاد الہی ہے ﴿الْم تَرَالَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلَاءِ أَهْدَى مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا﴾ (یعنی یہودی جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کفار مکہ کو ایمان والوں سے بہتر سمجھتے ہیں، النساء)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس آیت میں یہودیوں کو واضح طور پر طاغوت کا پجاری فرمایا ہے چاہیے تو یہ تھا کہ انکی سزا بھی قتل ہوتی لیکن سرور کونین ﷺ کی ذات عالیہ رحمة للعالمین ہے آپکی صفت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ بھی فرما چکے ہیں ﴿وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ﴾ (یعنی آپ ﷺ کی وجہ سے احکام شاقہ یعنی مشکل احکام معاف ہو گئے اور آپ کی وجہ سے احکام آسان ہو گئے نیز توبہ کے لئے اپنے آپکو قتل کا جو حکم تھا وہ معاف ہوا صرف زبان اور دل سے توبہ کو کافی قرار دیا گیا (الاعراف ۱۵۷)۔ لہذا ان طاغوتی یہودیوں کے لئے قتل معاف ہوا اور انکے علاج کے لئے کلمہ توحید کی ضرب کو کافی قرار دیا گیا لیکن یہ سعادت اسی کو



حاصل ہو سکتی ہے جسکے نصیب بلند ہوں۔

## طاغوت کے پجاری اور لا الہ الا اللہ

آپ نے غور فرمایا کہ مکہ کے مشرک اور اہل کتاب یہودی اور گرد و پیش میں بسنے والے مجوسی اور نصرانی اور اس وقت کی سپر طاقتیں مثلاً ایران اور روم خصوصاً ایران جو کہ طاغوت کا مرکز تھا سب کے سب آگ کے پجاری تھے۔

روم یہ بھی سپر طاقت تھی اور طاغوت کا مرکز اور طاغوت ہی کے پجاری تھے جسکی اصل یہ تھی کہ یہ لوگ اپنے خیال کے مطابق حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم علیہا السلام کے پجاری تھے اور انکی عبادت کرتے تھے لیکن حقیقت میں یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی عبادت نہیں تھی بلکہ دراصل یہ شیطان کی عبادت تھی مگر یہ بیوقوف اسکو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت سمجھے ہوئے تھے یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم ان تمام بنی نوع انسان کو جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے سوا غیر کو پوجے عبادت یا علم، یا فیض کے اندر یا کسی بھی درجہ میں اسکے اندر الوہیت کی صفت مانے اسکو عابد شیطان قرار دیا ہے۔

غور کیجئے سورۃ یسین کی اس آیت پر ﴿الْمَ أَعٰهَدُ اِلَيْكُمْ يٰبَنِي اٰدَمَ اَلَّا تَعْبُدُوْا الشَّيْطٰنَ﴾ (اے بنی آدم ہم نے تم سے عہد لیا تھا کہ شیطان



کی عبادت نہ کرنا، (آیت نمبر 59) اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ دنیا میں کوئی انسان شیطان کی عبادت کرتا ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ شیطان کے بہکانے کی وجہ سے غیر اللہ کی عبادت پر لگنا دراصل شیطان ہی کی عبادت ہے اس لحاظ سے اس وقت کی تمام اقوام چاہے وہ مذہبی ہوں جیسے نصاریٰ اور یہود یا غیر مذہبی مثلاً مجوس وغیرہ سب طاغوت کے پجاری اور طاغوت کی تاریکیوں میں گم تھے اچانک تاریک رات کے سیاہ اندھیروں میں مکہ کے ایک دریتیم، عزت مآب، بی بی آمنہ کے دل کی ٹھنڈک اور کل کائنات کی چشمِ عفت مآب ایک غریب نادار انسان عبد اللہ کے بیٹے کل کائنات کے سرتاج محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے اچانک اہل شرک کے دماغوں کے لئے نامانوس ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی آواز بلند فرمائی۔

طاغوت کے ان پجاریوں کے درمیان جنکے لئے زمانہ نوح (علیہ السلام) کے معبود بھی نا کافی ثابت ہوئے تھے مزید یہ کہ لات و عزیٰ منات اساف نائلہ تہل پر جن قناعت نہ کرتے ہوئے انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے مقدس گھر توحید اور دین فطرت کے مرکز کو 360 معبودوں سے سجا کر بھی مزید کی تلاش میں تھے اس ماحول میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿لَا إِلَهَ﴾ کی ضرب لگا کر سب کی نفی فرمائی اور ﴿الاله﴾ کیساتھ ذات واحد کی توحید کی صدا لگائی اندازہ کریں کس قدر مشکل اور جان لیوا کام تھا۔



## آواز توحید اور گستاخ مشرک

اسکے بعد پھر یہ ہوا کہ توحید کے گھر میں توحید کی صدا لگانے والے اول  
مؤمن اول موحّد محمد عربی ﷺ کے ساتھ اس حد تک ناروا سلوک  
کیا گیا خداوند افلاک کو یہ ارشاد فرمانا پڑا ﴿أَرَأَيْتَ الَّذِي يَنْهَى  
عَبْدًا إِذَا صَلَّى﴾ (کیا تم نے وہ انسان دیکھا ہے جو محمد عربی ﷺ کو  
مرکز توحید میں نماز پڑھنے سے بھی روکتا ہے، العلق ۱۰)

نیز ارشاد ہے ﴿كَلَّا لَئِن لَّمْ يَنْتَه لِنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ نَاصِيَةٍ  
كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ﴾ (یعنی اگر یہ باز نہ آیا تو ہم اس بدکار جھوٹی پیشانی کو  
پکڑ کر گھسیٹیں گے، ایضا ۱۴)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ وعدہ میدان بدر میں پورا فرما دیا یہ خبیث انسان  
دو بچوں کے ہاتھوں خاک آلود ہوا اور خود اس خبیث کے بقول ایک  
بکریوں کے چرواہے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسکی  
گردن کٹوا کر پیشانی خاک آلود فرمادی ﴿وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَل  
وَعَلَىٰ﴾

یہ سب کچھ اس ذات اقدس ﷺ کے ساتھ سلوک کیا جا رہا تھا جنکی جوانی  
پر کوئی داغ نہ لگا سکا یہ مکہ کے معمولی جوان نہ تھے بلکہ یہ تو ایسی قوت  
والے جوان ہیں جنہوں نے اکیلے اس پہلوان کو جسے چند آدمی ملکر کشتی  
میں شکست نہیں دے سکتے تھے مکہ کے اس معصوم جوان نے اسے اکیلے



ہی زمین پر پٹخ دیا تھا۔

یہ وہ ہی باعفت جوان تھے کہ جب مکہ کے جوان بدکاری میں عمر گزارتے تھے آپ ﷺ نے بکریاں چرا کر جوانی کی حفاظت کی انکو سب امین صادق اچھا ہمسایہ کہتے تھے۔

جب اچانک انھوں نے طاغوتی نظام کے اندر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی نفی والی ضرب لگائی تو سب اسے جھوٹا کہنے لگے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے پر شکوہ الفاظ میں اسکو اس طرح تعبیر فرمایا ﴿أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ﴾ (یعنی جھوٹا ہے یا مجنون اور کبھی ساحر، شاعر، مجنون کہہ رہے تھے، الانبیاء ۵)۔

صرف اسلئے کہ وہاں ہر طرف کی تمام سپر طاقتیں بے شمار خود ساختہ معبودوں کے سامنے جھک کر بھی ان سب کو کافی نہیں سمجھ رہی تھیں اور یہ نبی معظم ﷺ کل کائنات کے لئے ایک کو ہی کافی بتا رہے تھے اور نعرہ حق لگا رہے تھے ﴿قُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ﴾ کہہ دیجئے مجھے اللہ ہی کافی ہے۔

کل کائنات کو بھی یہ وظیفہ بتا رہے تھے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ طاغوت اور شیاطین کے پجاریوں کے لئے یہ صدا بالکل نامانوس تھی وہ کہہ رہے تھے ﴿أَجْعَلِ الْآلِهَةَ إِلَهًا وَاحِدًا إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ (یہ بھی کس قدر عجیب بات ہے سب کے بجائے سب کے لئے ایک ہی کافی ہے، ص ۵)



## قـبـور

علامہ برکوی حنفی فرماتے ہیں کہ شیطان کی مکاریوں میں سے ایک بہت بڑا مکر یہ ہے کہ وہ انسانوں کو قبر کے فتنہ میں مبتلا کر دیتا ہے حتیٰ کہ انکو قبر پرستی پر لگا دیتا ہے پھر وہ لوگ قبروں پر بڑی بڑی عمارتیں بناتے ہیں اور ان قبر والوں کی صورتیں بھی بنا لیتے ہیں اور اس طرح انکی عبادت ہونے لگتی ہے اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ سب سے پہلے یہ معاملہ شیطان نے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں کروایا اس طرح کہ اس زمانہ میں ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر یہ اللہ کے نیک بندے تھے جب یہ مر گئے تو لوگ پہلے تو انکی قبروں پر جھکے پھر انکی مورتیاں بنالی گئیں پھر مدت دراز گزرنے کے بعد، بعد والی نسلیں انکی عبادت بھی کرنے لگیں اسکی طرف اشارہ بخاری میں بھی موجود ہے (بخاری کتاب التفسیر روایت عطاء عن ابن عباس بحوالہ زیارة القبور الشرعیہ و الشریکہ، نیز تفسیر ابن جریر بحوالہ کید الشیطان از ابن الجوزی)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس قوم کی طرف بھیجا انہوں نے انکو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت دی اور یہ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے دشمن ہو گئے اور حضرت نوح علیہ السلام کو ایذا میں دینے لگے یہاں تک کہ پانی کے عذاب میں غرق ہوئے اور یہ عذاب چونکہ کل روئے زمین پر تھا ہر طرف پانی ہی پانی تھا اس پانی کے بہاؤ کے



ساتھ یہ قوم نوح کے بت بھی پہنچتے پہنچتے جدہ تک پہنچ گئے بقول علامہ ابن الجوزی پھر وہاں سے عمرو بن لوحی کے ذریعہ مکہ میں پہنچ گئے اس طرح یہ شیطانی کھیل اللہ کے گھر میں بھی شروع ہو گیا۔

اس سب کچھ کی اصل اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ وہ معاملہ کرنا ہے جسکی قرآن و سنت اجازت نہیں دیتا۔

اسی فتنہ کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک واقعہ سنا کر اشارہ فرمایا جسکی تفصیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حبشہ کے اندر ایک گرجے کا ذکر کیا جسکا نام مار یہ تھا اسکے کچھ حالات بتائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر ارشاد

فرمایا ﴿اولئك قوم اذا مات فيهم العبد الصالح او الرجل الصالح بنو على قبره مسجد او صوروا فيه تلك الصور اولئك شر الخلق عند الله تعالى﴾ (یعنی یہ نصاریٰ ایسے لوگ ہیں جب انکے اندر کوئی نیک ولی انسان مرجاتا تھا تو یہ اسکی قبر پر مسجد بناتے اور نیک بندوں کی تصویریں بناتے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدترین مخلوق ہیں) (بخاری ج ۳ الجناز باب بناء المساجد على القبور،

مسلم باب المساجد)

اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو مختلف طریقوں سے قبر کے فتنے سے آگاہ فرمانے کی کوشش فرمائی تاکہ امت قبر پرستی کے فتنہ میں



واقع نہ ہو اور نیک بندوں اور اولیاء کرام کی قبروں کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کر لیں جو صرف اور صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے لئے ہونا چاہئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات مبارکہ سے صرف پانچ دن پہلے فرمایا ﴿عن جندب بن عبد اللہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل ان یموت بخمس یقول ألا ان من کما قبلکم کانوا یتخذون قبور انبیائہم مساجدا ألا فلا تتخذوا القبور مساجدا فانی انہا کم عن ذالک﴾ (یعنی تم سے پہلے لوگ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تم کو اس سے منع کرتا ہوں) (مسلم فی المساجد و مواضع الصلوٰۃ باب انہ جماعت بناء المساجد علی القبور)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو سجدہ گاہ یا انکے پاس مساجد بنانے سے منع فرمایا حالانکہ اگر مسجد بنائی جائے تو مسجد میں تو اللہ کی عبادت ہوگی مگر پھر بھی منع فرمایا تا کہ فتنے کا خطرہ ہی باقی نہ رہے۔ آج اگر اس فتنے کو دیکھنا ہو تو آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے کہ اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ عظیم الشان مساجد تعمیر ہیں آپ ذرا نماز کے وقت غور فرمائیں گے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے لوگ کتنی آہ و زاری کرتے ہیں اور نیک بندوں کی قبروں پر کیا اور کیسے ہوتا ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور فرمائیں گے تو آپ کو سب کچھ سمجھ آ جائے گا۔ میرے ماں باپ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پیر کی خاک



پر قربان ہوں آپ نے اس فتنے سے کیسے آگاہ فرمایا تھا؟ (جزی اللع

عنا نبینا علیہ وسلم حق الجزاء)

آپ ذرا مزید آگے پڑھیں چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض الوفات میں ارشاد فرمایا ﴿لعن اللہ علی الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیائہم مساجد﴾ (یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا تھا، (بخاری فی المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ارشاد فرما کر ان کے فعل سے امت کو بچانا چاہتے تھے۔

اس حدیث کی بعض روایات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ زیادتی بھی مروی ہے ﴿لو لاذک لابرز قبرہ لکن خشى ان يتخذ مسجدا﴾ (اگر اس قبر پرستی فتنے کا خطرہ نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کھلے عام بنائی جاتی لیکن مسجد (سجدہ گاہ) بننے کا خطرہ تھا اس لئے کھلے عام نہ بنائی گئی، بخاری۔

اسی لئے بعض احادیث میں قبر کے پاس نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا تا کہ فتنہ ہی باقی نہ رہے حضرت ابو مرثد غنویؓ کی روایت میں ہے ﴿انہ علیہ السلام قال لاتجلسوا علی القبور ولا تصلوا الیہا﴾ (نہ قبروں پر بیٹھو نہ انکی طرف نماز پڑھو،



ابوداؤد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور کے بارے میں اپنی امت کو کیا تعلیم دی اور قبر پرستی کے فتنہ سے بچانے کی کس حد تک کوشش فرمائی اس کیلئے اس حدیث پر آپ سے غور کرنے کی درخواست ہے ﴿عن ابن عباس انه صلى الله عليه وسلم لعن زائرات القبور والمتخذين عليها السرج﴾

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی قبرستان جانے والی عورتوں پر اور قبروں پر چراغ جلانے والوں پر، (نسائی الجنائز، ابوداؤد الجنائز ترمذی)

یہ ارشاد مبارک ہے اور دین کی تعلیم ہے اور آج کیا ہو رہا ہے آپ خود ہی بتائیں؟

اس سب کچھ سے اسلئے منع کیا جا رہا ہے تاکہ قبر پرستی کا شبہ ہی ختم ہو جائے۔

مزید غور فرمائیں ﴿عن جابر انه صلى الله عليه وسلم نهى عن تجصيص القبور وان يبني عليها﴾ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ گچ بنانے سے اور اس پر عمارت بنانے سے منع فرمایا)

یہ ارشاد مبارک ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں، میں نہیں کہتا آپ خود ہی بتائیں ہم یہ سب کچھ کر کے بھی اپنے آپ کو اہل سنت والجماعت کہتے ہیں، کیا آپ کے ارشادات کی نافرمانی کا نام اہل السنۃ والجماعت ہے؟



ہرگز نہیں!

اس حدیث پر بھی غور فرمائیں، ﴿عن جابر نہی علیہ السلام عن تجصیص القبور وان یکتب علیہا﴾ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونہ کرنے سے اور اس پر تحریر لکھنے سے منع فرمایا، ابوداؤد جنازہ، ترمذی جنازہ)

دین یہ ہے، اور ہو کیا رہا ہے قبر پر چونہ کے بجائے سنگ مرمر کی عمارت گویا سونے کا محل بنایا جا رہا ہے، یہ سب کچھ کس کی پیروی ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ ہرگز نہیں!

جناب آپ تو قبر پر عالی شان عمارت بنا رہے ہیں اور اسی کو اولیاء کرام کی محبت قرار دے رہے ہیں اور جو ایسا نہیں کرتے انکو گستاخ، اولیاء کے منکر کے لقب سے نوازتے ہیں ادھر دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو قبر سے نکلنے والی مٹی سے زائد مٹی ڈالنے کی بھی اجازت عنایت نہیں فرما رہے چنانچہ ارشاد عالی ہے ﴿نہی عن تجصیص القبر او یکتب علیہ او یبنی علیہ او یزاد علیہ﴾ (یعنی قبر کو چونہ کرنے سے اس پر تحریر کرنے سے اور زائد مٹی ڈالنے سے منع فرمایا (حوالہ بالا) اب آپ کیا کہتے ہیں؟

ان احادیث سے آپ کو خوب سمجھ آگئی ہوگی اولیاء کرام کی قبروں پر ہم جو بھی کچھ کر رہے ہیں مثلاً مزارات عالیہ پتھر وغیرہ یہ سب دین تو حید کی روح کے خلاف ہے سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی نفی ہے



اور نافرمانی ہے۔

آپ سے سوال ہے کیا اولیاء کرام سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی والے ان اعمال سے خوش اور راضی ہونگے جو اب دیجئے! لیکن فرقہ بندی، جماعتی دھڑا بندی کی قید سے آزاد ہو کر صرف اللہ اور اسکے رسول کو سامنے رکھ کر ذرا آگے چلتے ہیں۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو قبر کی بے حرمتی کرنے اور اسکے اوپر بیٹھنے سے منع فرمایا اور قبر کے پاس قبر کی طرف نماز پڑھنے سے بھی منع فرمایا جو کہ خالص اللہ کی عبادت ہے چونکہ اس سے قبر پرستی کا شبہ ہو سکتا ہے اسلئے وہاں اللہ کی عبادت سے بھی منع فرما دیا گیا چنانچہ ارشاد ہے ﴿بروایت ابو مدثر غنوی لا تجلسوا علی القبور ولا تصلوا لیہا﴾ (نہ قبروں پر بیٹھو نہ انکی طرف نماز پڑھو) ﴿مسلم کتاب الجنائز، ابو داؤد جنائز﴾

اسی لئے تو طلوع شمس وغروب شمس کے وقت نماز سے منع فرمایا گیا تاکہ خلاف توحید کے شائبہ سے بھی محفوظ رہے۔

مزید دیکھئے قبر پرستی سے امت کو دور رکھنے کی کیسے کوشش فرمائی گئی ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ اس امت کے لئے ساری روئے زمین مسجد ہے

جہاں چاہے نماز پڑھ لے ارشاد ہے ﴿جعلت لی الارض مسجدا

وطھورا﴾ (کل روئے زمین میرے لئے مسجد ہے، ترمذی)

بالکل ٹھیک ہے لیکن قبر کے پاس پھر بھی نماز کی اجازت نہیں دی گئی اور



اسکو ساری زمین کے ساتھ مسجد کا حکم نہیں دیا گیا۔

چنانچہ ارشاد عالی ہے حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ﴿الارض من کلہا مسجدا الا المقبرة والحمام﴾ (ساری زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے، مسند احمد، ابوداؤد باب المواضع التي لا تجوز فيها الصلوة۔) یہ سب احتیاط اسلئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاری کے حالات سے واقف تھے کہ وہ قبر پرستی کی طرف کیسے مائل ہوئے اسلئے اپنی امت کو بچانا چاہتے ہیں

افسوس! کیا حال ہوگا بروز قیامت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان لوگوں کا جنہوں نے قرب الہی کا واحد ذریعہ نیک بندوں کی قبروں کو ہی بنا رکھا ہے اور امت کا جاہل اور ذوق توحید سے محروم طبقہ ہر اونچی قبر پر چمٹنے کو ہی اپنی معراج سمجھتا ہے اور کسی بھی مصیبت سے چھٹکارا حاصل ہونے کے بعد شکرانہ کے نوافل بھی دور دراز سے چل کر اس مسجد میں ادا کرتا ہے جس میں کسی نیک بندہ کی درگاہ ہو اگر یہ نیک بندہ کی عبادت نہیں بلکہ اللہ کی عبادت ہے تو یہ شکرانے کے نوافل اپنے گھر میں کیوں ادا نہیں کرتا جبکہ نوافل کی اصل جگہ تو گھر ہے امت کی اس حالت زار کی شکایت صرف اللہ کے دربار میں کی جاسکتی ہے۔

اے اللہ کوئی ایسا حکمران جو کہ توحید کی حقیقت سے آگاہ ہو ہمارے ملک میں متعین فرما! (آمین یا رب العالمین)



## اوپنی قبر اور سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان

﴿عن ابی ہباج الاسدی قال قال لی علی ابن طالب ألا ابعثک علی مابعثنی علیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لا تترك تمثالا الا لاطمسہ ولا قبراً مشرفاً الا سویتہ﴾

(ابوہباج اسدی کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ایسے کام پر بھیجوں جن کے لئے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا کہ جاؤ کسی مورتی کو دیکھو اسے مٹا دو کسی اونچی قبر کو دیکھو اسے زمین کے برابر کر دو، مسلم کتاب الجنائز باب تسویۃ القبور) حضرت علی کے اس ارشاد کے بعد بھی آپ کا کیا خیال ہے۔

آپ سے ایک آخری سوال ہے کہ صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تو سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجرہ عائشہ شرفھا اللہ میں آرام فرما ہوئے لیکن حضرت عثمان کی قبر مبارک تو کھلے عام جنت البقیع میں بنائی گئی تھی، نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی قبر اور دیگر ازواج مطہرات کی قبریں کیا یہ اولیاء اللہ نہیں تھے؟ انکے مزارات صحابہ نے سنگ مرمر کے کتنے اونچے بنائے تھے؟

اور دن رات کتنے صحابہ اور تابعین ان مزارات کے ساتھ جھکے اور چمٹے رہتے تھے انکے پاس آ کر ہمارے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جنکے ہم مقلد



ہیں کتنی مرتبہ نوافل پڑھکر دعا مانگا کرتے تھے؟

## توحید کا معنی لغوی

توحید کا معنی ﴿الایمان باللہ وحدہ لا شریک لہ﴾ (یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ پر ایمان کہ وہ واحد ہے اسکا کوئی شریک نہیں، القاموس المحیط ج ۱)

علامہ جرجانی کہتے ہیں توحید کا معنی ہے کسی چیز کے ایک ہونے کا فیصلہ کرنا اور اس بات کا یقین کرنا کہ وہ ایک ہے الحجہ فی بیان الحجہ تیمی ص

۲۳۹

علامہ عینی اور قسطلانی کہتے ہیں توحید کا معنی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کو ذات و صفات میں بغیر شبہ اور مثل کے کل کائنات سے منفرد اور یکتا ماننا (عمدة القاری ج ۱۰ ارشاد لساری ج ۱) سبل الہدی والرشاد ص ۱۲، ۱۱

## توحید کا اسلامی اصطلاحی مفہوم

دل اور زبان سے اس بات کا اقرار اور تصدیق کہ ہر چیز کے رب اور اسکے مالک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا وہ ہر چیز پر قادر ہیں اسی



کیلئے بلند نام ہیں صفات عالیہ ہیں وہی معبود برحق ہیں۔

ہر قسم کی عبادت چاہے اسکا تعلق زبان سے ہو یا دل سے یا عظمت کی نگاہ  
تفکر سے اعضاء سے یا دل سے یا علم سے ہو کہ وہی ہر غیب کی خبر کو جانتا  
ہے اسکے سوا کوئی غیب دان نہیں ہر جگہ ہر زمان و مکان سے پاک ہو کر وہ  
موجود ہے میری بات کو اسباب کے بغیر وہی سنتا ہے اسکے سوا میری کوئی  
سننے والا نہیں، میرے حال سے وہی واقف ہے اسکے سوا کوئی واقف نہیں  
اسباب کے بغیر وہی میری مدد حاجت روائی اور مشکل کشائی کر سکتا ہے  
اسکے سوا نہ میری حاجت کو کوئی جانتا ہے نہ حل کر سکتا ہے۔ خشکی اور تری  
اور فضا سمندر اور دریاؤں خوشی اور غمی میں وہی ایک ذات ہے جسکو پکارا  
جائے اسکے سوا کوئی بھی کسی بھی حال میں میرے کام نہیں آسکتا ان  
عبادات میں سے کوئی بھی کسی قسم کی عبادت کا اسکے سوا کوئی لائق نہیں  
اسکے سوا کوئی رب نہیں اسکے سوا کوئی معبود نہیں اسکا کوئی شریک نہیں۔

اس اقرار کے بعد انسان اس ذات واحد کے لئے مخلص ہو جائے یہ توحید  
ہے یہی حقیقی ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کا مفہوم ہے اسی کے لئے تمام انبیاء  
کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ظاہری، باطنی، علمی عملی محنت کرتے رہے  
ہیں، (سبل الہدی والرشاد ص ۱۲، مجد نبوی ۲۱۴/خ م م)

خلاصہ یہ کہ بدن کا کوئی بھی عضو غیر اللہ کے لئے نہ رہے دل بھی اللہ ہی  
کیلئے رہے، مال بھی اللہ ہی کیلئے رہے۔

ایک جانور سے لیکر ایک لقمہ تک، اونٹ سے لیکر مکھی اور چھرتک اللہ سبحانہ



و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے سوا کسی کے لئے نہیں دے سکتا حتیٰ کہ اپنی جان و مال بدن موت حیات سب اللہ کے لئے ہی وقف ہوا سکو تو حید کہتے ہیں قرآن نے توحید پرستوں کے امام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کروایا ہے ﴿قُلْ إِنْ صَلَوَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (آپ فرمائیں میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ رب العالمین کیلئے ہے اسکا کوئی شریک نہیں مجھے اسی کا حکم ہے اور میں پہلا مسلمان ہوں، الانعام)

توحید کی مزید گہرائی تک پہنچنے کے لئے سورۃ النجم آیت نمبر ۴۲ تا نمبر ۵۵ ضرور پڑھیں اور سمجھیں۔

مزید ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ یہ آیت ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا مفہوم سمجھا رہی ہے ہر قسم کی عبادت اللہ ہی کے لئے ہے اسکے سوا کسی لئے نہیں ہے۔ اس عبادت کے اندر اللہ کے ماسوا کو پکارنا بھی داخل ہے کیونکہ پکارا اور دعا اللہ ہی سے کرنا چاہئے باقی کسی سے نہیں ارشاد ہے ﴿لَهُ دَعْوَةُ الْحَقِّ﴾ (پکار صرف اسی کیلئے ہے، الرد) مشرکین کے شرکیہ اعمال کے اندر جس چیز کا سب سے زیادہ ذکر ہے وہ یہی تو ہے کہ وہ اللہ کے نیک بندوں یا جنوں یا فرشتوں کو پکارتے تھے ذرا قرآن سے معلوم کیجئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ﴿وَاعْتَزِلْكُمْ وَمَا



تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُوا رَبِّي ﴿١﴾ (یعنی میں تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو ان سے علیحدہ ہوا میں اپنے رب کو پکارتا ہوں، مریم)

دیکھئے اس آیت میں ابراہیم علیہ السلام نے غیر اللہ کے پکارنے سے برات کا اعلان فرمایا اور خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پکارا۔ معلوم ہوا کہ اللہ کو پکارنا اللہ کی عبادت ہے اللہ کے ماسوا کو پکارنا اسکی عبادت ہے اب ﴿ایاک نعبد﴾ کے اندر مسلم وعدہ کرتا ہے کہ میں تجھ ہی کو پکاروں گا۔

نیز ارشاد سنئے ﴿قُلْ إِنَّمَا أَدْعُوا رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا﴾ (اے محمد ﷺ آپ فرمائیں میں تو صرف اللہ ہی کو پکاروں گا اس پکار میں کسی کو اسکا شریک نہ بناؤں گا، الجن) دیکھئے اس آیت میں اللہ ہی کو پکارنے کا وعدہ ہے اسکے ماسوا کی پکار کو واضح لفظوں میں شرک کہا ہے۔

ارشاد ہے ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا لَمِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (اللہ کے سوا کسی کو مت پکارو یہ تمہیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اگر آپ نے ایسا کیا (یعنی اللہ کے ماسوا کو پکارا) تو آپ ظالموں میں سے ہوئے، الانعام)

دیکھئے اس آیت میں اللہ کے ماسوا کو پکارنے سے منع فرمایا گیا اور اسکو ظلم (شرک) کہا گیا، نیز ارشاد ہے ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ﴾ (اللہ کے سوا کسی دوسرے معبود کو مت پکارو، ورنہ آپ معذبین میں سے ہونگے، الشعراء)



اس آیت میں کتنا واضح ہے کہ اللہ ہی کو پکارو اسکے ماسوا کسی مقصد کے لئے کسی کو مت پکارو اگر تم نے کسی اور کو پکارا تو تمہارا یہ پکارنا اسکی عبادت ہے اور وہ تمہارا معبود ہے لہذا غیر اللہ کو معبود بنانے کی وجہ سے تم عذاب والوں کے ساتھ شامل ہو جاؤ گے)

یہ خطاب ہے سید کو نبین ﷺ کو پھر کسی بھی نیک بندے کو پکارنے کی گنجائش کہاں سے نکلے گی۔

غور کیجئے آپ ﷺ اللہ کے ماسوا اگر کسی کو پکارتے تو کس کو پکارتے؟ اپنے سے پہلے انبیاء کرام کو یہ بات بالکل ظاہر ہے اب آپکو انبیاء کو پکارنے سے منع کیا جا رہا ہے۔

میں نہیں کہتا آپ خود ہی ان آیات پر غور کرتے جائیں پھر ہمیں بتائیں نیک بندوں کی قبروں پر کیا ہو رہا ہے اور علماء منبر رسول پر کیسے خاموش ہیں؟

مزید ارشاد سنئے ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو اسکے ماسوا کوئی معبود نہیں، القصص)

توجہ کیجئے! اس آیت میں اللہ کے ساتھ کسی کو بھی پکارنے سے منع کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کلمہ توحید کا بھی ذکر ہے جس سے واضح ہو گیا کہ ﴿لَا إِلَهَ

إِلَّا اللَّهُ﴾ کا مطلب ہی یہی ہے اللہ کے ماسوا اپنی مدد، فیض، حاجت،

مشکل، مصیبت میں کسی کو نہ پکارا جائے اللہ کے ماسوا کو پکارنا گویا کہ

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ﴾ کی بھی نفی ہے اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی بھی نفی ہے



جبکہ حکم بھی براہ راست سید کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے پھر آپ کے توسط سے امت کو ہے، جب آپ نے کسی کو نہیں پکارا تو امت کو اللہ کے ماسوا کو پکارنے کی گنجائش کہاں سے نکلی؟

ارشاد سنئے ﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾  
(سجدے اللہ کے لئے ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو مت پکارو، الجن)

اس آیت میں دو چیزوں کو جمع فرمایا سجدہ اور پکار۔ آپ سے سوال ہے کہ سجدہ کسی کے لئے، کسی بھی قسم کا جائز ہے؟ آپ خود کہتے ہیں نہیں، اس آیت میں پکار بھی کسی کے لئے منع کی ہے پھر آپ اللہ کے نیک بندوں، علماء، اولیا کو کیسے پکار سکتے ہیں؟

مزید ارشاد ہے ﴿قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (آپ فرمائیں جتکو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو انکی عبادت مجھے منع ہے، الانعام)

غور کریں مشرکین کا فعل غیر اللہ کو پکارنا بتایا گیا اسی فعل کو اگر خود کریں تو عبادت سے تعبیر کر کے فرمایا کہ غیر اللہ کو پکارنا جو کہ عبادت بنتا ہے ہم کو منع ہے۔

میرے مسلمان بھائی! ذرا غور کریں کہیں شیطان نیک بندوں کے نام سے آپکو دھوکہ تو نہیں دے رہا؟

ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ



أَمْثَالِكُمْ فَأَدْعُواهُمْ فَلَيْسَتْ جِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ  
 اللَّهُمَّ أَرْجُلُ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ  
 أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ﴿﴾ (جن کو تم  
 پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ تم جیسے بندے ہیں انکو پکارو انکو چاہئے کہ تمہاری  
 فریاد پوری کریں اگر تم سچے ہو) کہ وہ مدد کر سکتے ہیں) کیا انکے پیر ہیں  
 جن سے چل کر تمہاری مدد کریں گے، یا انکے ہاتھ ہیں جن سے پکڑ کر مدد  
 کریں گے، کیا انکی آنکھیں ہیں جن سے دیکھ کر تمہاری مدد کریں گے، کیا انکے  
 کان ہیں جن سے سن کر تمہاری مدد کریں گے، الاعراف)

ان آیات میں آپکو چند باتیں بتائی گئی ہیں:

☆ وہ لوگ اللہ کے ماسوا کو پکارتے تھے

☆ جن کو پکارتے تھے وہ انسان اور بندے تھے پتھر نہیں تھے

☆ آپ کو چیلنج ہے کہ ان سے مدد لیکر دکھلاؤ

انسان ایک دوسرے کی مدد پیر سے چلکر، ہاتھ سے پکڑ کر، آنکھ سے دیکھ  
 کر، کان سے سن کر کرتا ہے اور موت کے ساتھ ہی انسان کے یہ تمام  
 اعضاء کام ختم کر دیتے ہیں اسی کا نام موت ہے۔

اب اگر تم انکو یہ سمجھ کر پکارو کہ یہ مدد کر سکتے ہیں، فیض بخش سکتے  
 ہیں، حاجت روائی کر سکتے ہیں یا کروا سکتے ہیں تو ان اسباب کے بغیر کیسے  
 کرتے ہیں ذرا کروا کے دکھاؤ! جبکہ ان اعضاء کے بغیر مدد، حاجت  
 روائی، مشکل کشائی، فریاد رسی کرنا اللہ کی شان ہے اگر یہ بھی ان سب کے



بغیر کرتے ہیں تو مردے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے درمیان  
فرق کیا رہ گیا ہے؟

آپ سے گزارش ہے کہ قرآن حکیم کی اس آیت کو بار بار پڑھیں اور اس  
لفظ مبارک ﴿عِبَادُ امْتَا لَكُمْ﴾ پر خوب غور فرمائیں اور نیک اولیاء  
کرام کی قبروں پر جو کچھ ہو رہا ہے اسکو بھی سمجھیں پھر بتائیں یہ سب کچھ کیا  
ہے

ارشاد ہے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ  
يَخْلُقُوْا ذَبَابًا﴾ (اللہ کے سوا جنکو پکارتے ہو وہ مکھی بھی نہیں بنا سکتے،  
الانبیاء) اس آیت میں مشرکین کا فعل اللہ کے ماسوا کو پکارنا بتایا گیا ہے  
مزید ﴿فَاَعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ هُوَ﴾ ہر قسم کی عبادت اللہ کے  
لئے کر، نماز بھی، روزہ بھی، حج بھی، غیب کے جاننے کا درجہ بھی، ہر جگہ  
موجود ہونے کا درجہ بھی ہر حال سے واقف ہونے کا علم بھی اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ ہی کیلئے مان اسکے ماسوا سے اسکی نفی کر پھر ہر معاملہ، حاجات  
و مشکلات، سفر، حضر، دریا، سمندروں کی فضاؤں میں بھروسہ اللہ پر رکھ  
اسکے سوا کسی پر نہ رکھ، یہی تو ہے ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کی دعوت۔

مشرکین انبیاء کرام کی زبان مبارک سے یہ سب کچھ نہیں سن سکتے تھے  
کیونکہ وہ حج وغیرہ تو اللہ کے لئے کرتے تھے، طواف بھی اللہ کے لئے  
کرتے تھے، حاجیوں کو زم زم بھی اللہ کیلئے پلاتے تھے، بیت اللہ کی  
تعمیر بھی اللہ کیلئے کرتے تھے مگر مورتیوں جو کہ نیک بندوں کی ہوتی تھیں یا



جنات اور فرشتوں کے بارہ میں وہ کہتے تھے کہ وہ بھی ہمارے حال کے واقف ہیں مشکلات میں مدد دے سکتے اگر کر نہیں سکتے تو کروا سکتے ہیں ﴿هُوَ لَا يَشْفَعَانَا عِنْدَ اللَّهِ﴾ (یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں، یونس) جواب میں وقت کا نبی کہتا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (یعنی نہ یہ کر سکتے ہیں نہ کروا سکتے ہیں) کیونکہ نبی کو حکم تھا ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو)



## اول دین توحید

زمین پر اول دین توحید تھا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو روئے زمین پر اتارا حضرت آدم دین توحید لے کر ہی آئے تھے اور کلمہ توحید انکے ساتھ تھا اس کی طرف اشارہ ایک حدیث سے بھی ہوتا ہے آدم علیہ السلام نے اپنی معذرت پیش کرتے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جب وسیلہ پیش کیا رب سبحانہ و تعالیٰ نے آدم سے سوال فرمایا تجھے یہ کیسے معلوم ہوا انہوں نے کہا کہ میں نے جنت میں ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ لکھا دیکھا تھا۔

اس سے اتنی بات معلوم ہو گئی کہ آدم علیہ السلام کلمہ توحید ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کو پہچانتے تھے اس لئے اس کلمہ کیساتھ آپ کے نام مبارک کو دیکھ کر سمجھ گئے اور وسیلہ پیش فرما دیا۔

قرآن حکیم کے اندر ارشاد ہے کہ آدم کو ہدایت نامہ بھیجنے کا وعدہ دیا گیا ارشاد ہے ﴿فَاِمَّا يَآتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى﴾ اس ہدایت سے مراد کلمہ توحید ہی ہے، البقرہ۔

حضرت آدم سے لیکر حضرت نوح تک بلا اختلاف یہ دین توحید تھا، اس کلمہ توحید پر لوگ متفق تھے۔

قرآن حکیم نے اسکو اس طرح بھی تعبیر فرمایا ﴿وَمَا كَانَ النَّاسُ



الْأُمَّةَ وَاحِدَةً ﴿﴾ (یعنی لوگ ایک ہی طریقہ پر تھے، الشوری) یہ کتنا عرصہ اور زمانہ بنتا ہے اسکے لئے صحیح ابن حبان کی حدیث پر غور کیجئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت آدم اور نوح کے درمیان ۱۰ قرون ہیں۔

ایک قرن سو سال کا ہوتا ہے تو ۱۰ قرون ایک ہزار سال ہوئے گو یادوں کے درمیان ایک ہزار سال کا فاصلہ ہے اس میں سب لوگ دین توحید پر تھے پھر دنیا سے جانے والے صالحین اور نیک لوگوں کے بارہ میں غلو اور درجہ انسانیت سے زیادہ انکی تعظیم ہونے لگی نوبت قبر پرستی تک پہنچی جو چلتے چلتے بت پرستی تک پہنچ گئی تفصیل ہم کر چکے ہیں۔

پہلے وہ لوگ ان بتوں کو جو انہوں نے نیک بندوں کے نام پر انکی مورتیاں یا بت بنا کر کام شروع کر رکھا تھا یہ ان بتوں کو خدا نہیں کہتے تھے بلکہ اللہ کے قریب کرنے والے سفارشی کہتے تھے اور اللہ کی تعریف اپنی مرضی سے کرتے تھے کہ رب تک کیسے پہنچا جائے لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات عالیہ مخلوق کے تفکرات کے حوالے نہیں فرمائی کہ جو جس طرح چاہے تعریف کرے اور سمجھ لے، بلکہ اپنی معرفت کروانے کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا ارشاد مبارک ہے ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ﴾ (ہر امت میں ڈرانے والا نبی گزرا ہے، الفاطر ۷۸)۔

ہر نبی نے اپنی امت کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی پہچان اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا حق



وحدانیت بتایا، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا خلاصہ تو حید تھا اور تمام انبیاء کرام کا دین، دین اسلام ہی تھا۔

## انبیاء اور اسلام

کسی بھی امت اور گروہ سے دین اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہ تھا۔ قرآن میں اسکی جھلک دیکھیں ﴿وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ﴾ (یعنی اسلام کے سوا کوئی دین قبول نہیں)

حضرت نوح اور اسلام ﴿وَأَمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ (مجھے مسلمان ہونے کا حکم ہے یونس ۷۲)

تمام نبیوں کا اسلام ﴿يَحْكُمُ بِهِ الَّذِينَ الَّذِينَ

أَسْلَمُوا﴾ اس آیت میں تمام انبیاء کا مذہب اسلام بتایا گیا، المائدہ

حضرت موسیٰ اور اسلام ﴿إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا

إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ﴾ (یعنی حضرت موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اگر تم

مسلمان ہو تو اللہ پر بھروسہ کرو یونس ۸۴)

ابراہیم اور اسلام ﴿قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (یعنی

ابراہیم نے مسلمان ہونے کا اقرار فرمایا البقرہ)

ابراہیم کی وصیت اسلام ﴿فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ

مُسْلِمُونَ﴾ (ابراہیم نے اپنی اولاد کو وصیت فرمائی تمہیں مسلمان ہونے



کی حالت میں موت آنا چاہے (البقرہ ۱۳۲)  
 اولاد یعقوب اور اسلام ﴿وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ اولاد یعقوب  
 نے حضرت یعقوب کی موت کے بعد مسلمان رہنے کا وعدہ کیا،  
 (البقرہ ۱۳۳)

حضرت سلیمان اور اسلام ملکہ بلقیس نے کہا ﴿وَأَسْلَمْتُ مَعَ  
 سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ اس میں حضرت سلیمان کے مسلمان  
 ہونے کا ذکر ہے (النمل نمبر ۲۴)

حضرت یوسف اور اسلام ﴿تَوَفَّنِي مُسْلِمًا﴾ (حضرت یوسف  
 اسلام پر موت کی دعا کرتے ہیں) (یوسف ۱۰۱)

ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے ﴿نَحْنُ  
 مَعَشَرًا الْأَنْبِيَاءِ دِينُنَا وَاحِدٌ وَالْأَنْبِيَاءُ إِخْوَةٌ لِعَلَاتٍ﴾ (یعنی  
 ہم نبیوں کی ایک جماعت ہیں ہم سب کا دین ایک ہے اور تمام انبیاء  
 علانی بھائی ہیں یعنی سب کا باپ ایک ہے مائیں مختلف ہیں۔ یعنی اصل  
 دین دین توحید اسلام ایک ہے لیکن شریعت مختلف ہیں۔ بحوالہ العقیدۃ فی  
 اللہ نمبر ۲۵۰/۲۴۹۔

## دین توحید میں اختلاف کیوں؟

ابھی آپ پڑھ چکے ہیں تمام انسانیت ایک ہی دین توحید پر تھی پھر ان  
 کے اندر تفریق ہوئی، یہ تفریق دلائل کی بنیاد پر یا کسی علمی نقطہ کی بنا پر نہ تھی



بلکہ اسکا سبب ضد، عناد اور ہوا پرستی (خواہشات) کی بنا پر تھی لوگ کتب الہیہ اور دین سماویہ اور انبیاء کرام کی تعلیمات کی بجائے اپنے نئے ایجاد شدہ طریقوں پر چلنے لگے اور معاملہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا یہ صرف ظن، خیالات، خواہشات نفس، اور دین ہدایت کو ترک کرنے کی بنا پر تھا۔

ذرا قرآن سے معلوم کیجئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپکو بتائے دیتے ہیں ﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى﴾ (یعنی وہ ظن، خیال اور خواہشات نفس کی اتباع کرتے تھے کہ حالانکہ انکے پاس واضح ہدایت موجود تھی، النجم نمبر ۳)

کتنا واضح ہے کہ یہ سب کچھ خواہشات نفس کی بناء پر ہو رہا تھا اسی کی بناء پر انبیاء کرام کی تعلیمات میں رد و بدل کی جا رہی تھی خالص دین توحید کے قبول کرنے کو کوئی تیار نہ تھا۔ اس لئے اس امت کو حکم دیا گیا تم خواہشات نفس کے پیچھے مت پڑنا قرآن و سنت کی تعلیمات پر کمر بستہ رہنا، ارشاد الہی ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ﴾ (تم ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے مت چلنا جو پہلے سے گمراہ ہیں اور بہت سوں کی گمراہی کا سبب بنے ہوئے ہیں اور دین توحید کے راستے سے بھٹکے ہوئے ہیں، المائدہ) اس آیت پر بار بار غور فرمائیں کہ ضلالت کا ذکر تین مرتبہ آیا ہے اس طرح کہ



☆ خود گمراہ ہوئے

☆ دوسروں کو گمراہ کیا

☆ راہ توحید سے گمراہ ہوئے اور بھٹک گئے

وہ لوگ جو خواہشات کے پیچھے چلے دین کے معاملہ میں جو دل نے کہدیا اس پر عمل پیرا ہو گئے۔ انہی گھڑی ہوئی باتوں کا نام دین رکھ لیا اب ہمیں حکم ہے ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ﴾ (تم ان لوگوں کی خواہشات کی اتباع مت کرنا، (المائدہ ۱۳) نیز ارشاد ہے ﴿وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَضْرِيٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ﴾ (اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی دین توحید پر قائم رہنے کا پختہ عہد لیا وہ بھی نصیحت الہیہ کو بھلا بیٹھے، ایضاً)

اس آیت میں کتنا واضح ہے کہ نصاریٰ احکام الہیہ اور انکی ہدایت کو بھلا کر اپنی مرضی پر اتر آئے بالآخر نوبت انکے باہمی بغض تک جا پہنچی۔

نیز ارشاد ہے ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا﴾ (یعنی انکو حکم توحید اور کلمہ توحید پر قائم رہنے کا ہوا لیکن وہ اپنے علماء اور پیروں کی مرضی پر چلنے لگے اور اپنے علماء اور مشائخ کو خصوصاً عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو رب کا درجہ دے بیٹھے حالانکہ انکو دین توحید پر ہی پختہ رہنے کا حکم تھا، التوبہ)



اس آیت میں علماء اور مشائخ کو رب کا درجہ دینے کا ذکر ہے اور اسکے مقابلہ میں صرف عبادت الہیہ کا حکم ہے اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ قرآن و سنت کے بغیر یا تعلیمات الہیہ کے بغیر من و عن، بلا چون و چرا، قرآن و سنت کی راہنمائی کے بغیر علماء کی بات کو قبول کرنا یہ انکو رب کا درجہ دینے کے مترادف ہے اسی لئے تو ارشاد ہے ﴿فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ﴾ (یعنی علماء سے پوچھو دلائل کی روشنی میں پوچھو، النحل) اسکی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جب آیت کریمہ ﴿اتَّخِذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ نازل ہوئی تو عدی بن حاتم نے اسکو سن کر اعتراض کیا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ مشائخ اور علماء کو رب تو کوئی نہیں مانتا اسکے جواب میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ انکو رب بنانے کا مفہوم یہ ہے کہ انکے علماء اور مشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنا دیتے، حلال کو حرام بنا دیتے اسی کو سند سمجھتے اللہ کی کتاب سے کوئی سروکار نہ تھا، حلال و حرام کا جو منصب تھا وہ علماء اور مشائخ کو دیدیا گیا اسی کو رب بنانا فرمایا گیا ہے۔ نیز حضرت حذیفہؓ سے بھی ایسا ہی منقول ہے (تفسیر عثمانی التوبہ)

نیز ارشاد ہے ﴿فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ﴾ (یعنی جب انبیاء کرام علیہم السلام واضح دلائل لے کر انکے پاس آئے تو انکے پاس جو پہلے سے علم موجود تھا وہ اسی پر اترا نہ لگے، المؤمن)



چاہئے تھا کہ اپنے علم کو پس پشت ڈالتے اور انبیاء کی دعوت کو قبول کرتے، قرآن آج بھی امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعوت دے رہا ہے کہ تمہارے اندر اللہ کا قرآن اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے اپنے تمام معاملات میں اللہ کی کتاب اور اسکے رسول کی سنت کی طرف رجوع کرنا چاہیے من مانی نہیں کرنا چاہئے ارشاد ہے ﴿وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (تم پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں اور اسکے رسول کی سنت موجود ہے جو اللہ (اور اسکے رسول) کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ نیوالا ہوگا وہی سیدھے راستے پر ہوگا، آل عمران)

کتنا واضح ارشاد ہے اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں فرمایا ﴿تَرْكُتُ فِيكُمْ أَمْرِينَ كِتَابَ اللَّهِ وَسُنَّتِي﴾ (تمہارے اندر دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اللہ کی کتاب اور اپنی سنت)

اس لئے ہمیں توحید پر پختگی سے قائم رہنا چاہئے اولیاء کرام کی محبت اور عقیدت میں قرآن و سنت کی اجازت کی حد تک رہنا چاہئے۔ آپ کو خوب سمجھ آ گیا ہوگا کہ اصل دین، دین توحید تھا اس میں اختلاف ضد، عناد، بغض اور فرقہ واریت کی بناء پر ہوا اسی لئے ارشاد ہے ﴿كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ﴾ (ہر فرقہ اپنے ہی طریقہ پر خوش تھا، المؤمنون)



انبیاء کرام لوگوں کی اس مرضی اور دین توحید سے جو انہوں نے انحراف کیا اس سے اپنی برأت کا قیامت کے دن اعلان کریں گے ارشاد الہی ہے

﴿إِذْ قَالَ اللَّهُ يَعْيسَى ابْنُ مَرْيَمَ أَهَ أَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَأُمَّيَ الْهَيْنِ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالَ سُبْحَانَكَ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقِّ﴾ (جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ سوال فرمائیں گے کہ اے عیسیٰ تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود بنا لینا حضرت عیسیٰ فرمائیں گے کہ اس نازیبا بات کے کہنے کا مجھے حق نہیں، المائدہ ۱۱۶) اس آیت پر غور فرمائیں۔



## لا الہ الا اللہ کے مخاطبین

مشرکین کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بتوں کے پجاری تھے اور بت پتھر کے تراشے جاتے تھے۔ اس بات کو اگر تسلیم کر بھی لیا جائے تو سوال یہ ہے کہ کیا یہ حقیقت میں پتھر تھے جنکے بارے میں وہ کہتے تھے کہ وہ سفارش کر سکتے ہیں اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے ہماری حاجت برآری کروا لیتے ہیں جبکہ حقیقت کچھ اس طرح ہے کہ اصل میں وہ نیک بندے تھے اور انکی موت کے بعد انسانوں نے انکو وسیلہ اور محبت کے درجہ سے شروع کر کے الوہیت والی صفات انکے اندر ماننا شروع کر دیں، جبکہ نیک بندوں سے محبت کرنا، انکی اطاعت کرنا، حدود شرعیہ کے اندر رہتے ہوئے انکی تعظیم کرنا یہ سب اعمال صالحہ ہیں، نیز نیک بندوں کے وسیلے سے دعا کرنا اسکی بھی کسی حد تک گنجائش ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ کسی اور جگہ کریں گے لیکن ان نیک بندوں سے مانگنا، انکے بارے میں یہ نظریہ رکھنا کہ موت کے بعد وہ اپنی قبروں میں رہتے ہوئے میرے ہر حال سے واقف ہیں چاہے میں ان سے قریب ہوں یا دور نیز ان سے تعلق کی صورت میں وہ مجھے نفع پہنچاتے ہیں، بصورت دیگر نقصان ہو سکتا ہے یہ سب کچھ کیا ہے؟

اسلئے ہم قرآن سے پوچھتے ہیں قرآن کیا کہتا ہے۔ اب ذرا توجہ کیجئے ہر قسم کی گروہ بندی سے دل دماغ کو خالی کر کے قرآن پر متوجہ ہوئیے۔



قرآن یہ کہتا ہے کہ اصل میں یہ نیک بندے تھے انکے بعد مشرکین نے انکے ساتھ یہ سلسلہ جوڑ دیا جیسا کہ قوم نوح کے بتوں کی تفصیل میں ہے۔

نیز مشرکین جنکے ساتھ معاملہ کر رہے تھے وہ بھی بندے، انسان یا فرشتے تھے ان آیات پر غور کیجئے۔

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلَيْسَ جِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾ (جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہیں تم انکو پکارو اگر وہ تمہاری پکار کو سنتے ہوں اگر تم سچے ہو، الاعراف 194)

دیکھئے مشرکین کو واضح کیا کہ جنکو تم پکارتے ہو وہ تم جیسے انسان ہی تھے، آیت میں عباد عبد کی جمع ہے جس کا معنی ہے بندے۔ یہ بات تو آپ پر واضح ہوگی کہ ہمیشہ رب کا سفارشی خبیث بے ایمانوں کو نہیں بلکہ نیک بندوں کو ہی بنایا جاتا ہے۔ الغرض اس آیت نے بخوبی سمجھا دیا کہ مشرکین جنکو معبود مانتے تھے انکی حقیقت پتھر نہیں تھی بلکہ اصل میں وہ انسان تھے لوگ انکی مورتیوں اور بتوں کی جو تعظیم کرتے تھے اس خیال سے کہ ان بندوں کو اسکا علم ہے وہ ہمارے حال سے واقف ہیں اس طرح سے ہم کو نفع حاصل ہوتا ہے اور نقصان سے ہم بچ سکتے ہیں اسی کے خلاف ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت تھی۔ اس ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے اندر انکو یہ کہا جا رہا تھا کہ یہ بت یا مورتیاں یا جن نیک بندوں کی تم نے یہ



شکلیں بنا رکھی ہیں وہ تو خود اللہ کے محتاج ہیں اسی سے مانگتے ہیں وہ تمہیں نفع نقصان نہیں دے سکتے وہ تو خود اللہ کے قرب کے متلاشی ہیں۔

اگر آپ کو میری بات سمجھ نہ آئے تو قرآن حکیم کی اس آیت پر غور کر لیجئے ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَعِمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْظُورًا﴾ (آپ فرمادیں کہ جنکو اللہ کے سوا تم پکار کے لائق سمجھتے ہو انکو پکارو لیکن یہ یاد رکھو کہ نہ وہ تم سے تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ بدل سکتے ہیں وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے قرب کے متلاشی ہیں اسکی رحمت کے امیدوار ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں، تیرے رب کا عذاب ہے ہی ڈرنے کی چیز، الاسراء)

کتنا واضح ہے کہ جن ہستیوں کو تم معبود اور مددگار سمجھ کر پکار رہے ہو وہ تو ایک دوسرے سے بڑھ کر رب تعالیٰ کا قرب تلاش کر رہے ہیں۔ ان میں جو زیادہ مقرب ہیں وہی قرب الہی کے زیادہ طلبگار ہیں۔ وہ تو خود کسی سب سے زیادہ مقرب بندہ کی دعا کو حصول قرب الہی کا وسیلہ بنا رہے ہیں (تفسیر عثمانی بنی اسرائیل)۔

آپ سے ذرا سوال ہے اس آیت میں جو کچھ فرمایا گیا کیا یہ سب کچھ پتھر کے بت کے بارے میں ہے کہ



وہ قرب الہی کے متلاشی ہیں، يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ

رحمت کے امیدوار ہیں وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ

عذاب الہی سے ڈرتے ہیں وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ

اگر آپ غور کریں گے تو دل گواہی دیگا کہ یہ اللہ کے نیک بندوں کی صفات ہیں جن کے بت بنا کر پوجا پر لگے ہوئے تھے اور انکو سفارشی بنا رکھا تھا۔

نیز ارشاد الہی پر غور فرمائیں ﴿وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ

دُونِ اللَّهِ فَيَقُولُ أَأَنْتُمْ أَضَلُّتُمْ عِبَادِي هَؤُلَاءِ أَمْ هُمْ

ضَلُّوا السَّبِيلَ قَالُوا سُبْحَانَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نَتَّخِذَ

مِنْ دُونِكَ أَوْلِيَاءَ وَلَكِنْ مَتَّعْتَهُمْ وَآبَاءَهُمْ حَتَّىٰ

نَسُوا الذِّكْرَ وَكَانُوا قَوْمًا بُورًا﴾ (اس آیت پر آپ غور فرمائیں اللہ

سبحانہ و تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان پجاریوں کو اور جنکو یہ

پوجتے تھے اور عبادت کرتے تھے سب کو جمع فرما کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان

معبودوں سے سوال فرمائیں گے کہ انکو اپنی دعوت دیکر تم نے گمراہ کیا تھا یا یہ

خود ہی گمراہ تھے؟ انکا جواب ہوگا کہ اے مالک سبحانہ و تعالیٰ ہم تو خو

د تیرے سوا کسی کو اپنا رفیق اور معاون نہیں بنا سکتے تو دوسروں کو کیسے کہ

سکتے ہیں کہ تم ہمیں اللہ کے سوا رفیق اور حاجت روا مان لو۔ انکے سب

کام تو کرتا تھا لیکن یہ توحید کی حقیقت کو بھول کر ہماری طرف منسوب

کر کے گمراہ ہو گئے۔

آپ سے سوال ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ سوال بندوں سے فرمائیں گے یا



پتھروں سے؟ اگر بندوں سے ہے تو پھر سمجھ آیا کہ مشرکین مکہ جنکو الوہیت کی صفت دے رہے تھے وہ نیک بندے ہی تھے اسی کے خلاف یہ دعوت تھی کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ اگر یہ نہیں تو اور کیا ہے؟ آپ قرآن سے سمجھ کر ہمیں بھی سمجھائیں!

آپ ذرا غور فرمائیں گے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ مشرکین مکہ کے معبودوں کے بارے میں جو کچھ فرما رہے ہیں کہ وہ پتھر تھے یا انسان جو اللہ کے نیک بندے تھے اور مشرکین نے انہی کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا ارشاد الہی ہے ﴿أَفَحَسِبَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنْ يَتَّخِذُوا مِنْ عِبَادِي مِنْ دُونِي أَوْلِيَاءَ﴾ (یعنی اب کافروں کا گمان کیا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا اپنا حمایتی بنا لینگے، الکہف)

اس آیت میں کتنا واضح طور پر مشرکوں کو خطاب ہے کہ تمہارا یہ غلط خیال ہے میرے نیک بندوں کو تم اپنا کارساز اولیاء بنا لو گے اور وہ تمہارا سارا کام اور تمہاری حمایت کریں گے۔ قطعاً نہیں بلکہ وہ تم سے بیزار اور اللہ کے حمایتی ہوں گے۔

سمجھا آپ نے مشرکین ان نیک بندوں کو اللہ نہیں کہہ رہے تھے بلکہ ان کے ساتھ مدد مانگنے، فیض مانگنے، نفع نقصان میں پکارنے کا وہ معاملہ کر رہے تھے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ ہونا چاہئے اسی کے خلاف ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت تھی۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ آیت ملائکہ، انبیاء اکرام علیہم السلام اور ان نیک بندوں کے



بارے میں ہے جن کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا (روح المعانی الکہف آیت ہذا)

مزید اس آیت پر غور فرمائیں ﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ رَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَالَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍَ وَمَالَهُمْ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾

(آپ فرمادیں جن کو تم اللہ کے سوا پکار کے لائق سمجھتے ہو انکو پکارو وہ ایک ذرہ برابر چیز کے مالک نہیں آسمان وزمین میں اور نہ آسمان وزمین میں انکا کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، اللہ کے دربار میں کوئی سفارش کام نہیں آتی مگر جس کی رب اجازت دے یہاں تک کہ جب انکے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے وہ کہتے ہیں تمہارے رب نے کیا کہا؟ وہ کہتے ہیں وہی کہا جو کہنے کے لائق ہے وہی سب سے اوپر عظمت شان والا ہے)

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ وہ لوگ فرشتوں سے سفارش کروانے کے بھی قائل تھے (کبیر ج 9) اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسکے جواب میں چند باتیں فرمائیں۔

نمبر 1: وہ فرشتے ﴿غیر اللہ﴾ یعنی اللہ کے ماسوا ہیں یہ حقیقت ﴿من دون اللہ﴾ سے واضح ہے۔



نمبر 2: نہ ان کے پاس ذرہ بھرا اختیار ہے ﴿لَا يَمْلِكُونَ

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾

نمبر 3: نہ آسمان وزمین میں انکا حصہ ہے ﴿مَالَهُمْ فِيهِمَا مِنْ

شِرْكِ﴾

نمبر 4: نہ انکی ہمیں معاونت حاصل ہے ﴿وَمَالَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ﴾

بلکہ سفارش کے جواہل ہیں وہ سفارش کرنا چاہیں تو انکی کرینگے جنکی رب سبحانہ و تعالیٰ اجازت عنایت فرمائینگے ہر کسی کی نہیں، یعنی اجازت کے

محتاج ہیں ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾

نمبر 5: وہ تو حکم الہی سے خود ہی خوف زدہ رہتے ہیں خوف کی وجہ سے

ہوش گم ہو جاتے ہیں ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا

قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾

کیا یہ سب کچھ پتھروں کی مورتیوں کے بارہ میں کہا جا رہا ہے؟

نیز مشرکین جنات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بیٹیاں بنا کر ان سے سفارش کے

طلبگا ہوتے تھے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انکے لئے فرمایا ﴿وَجَعَلُوا

بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ

لَمُحْضَرُونَ﴾ (یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ اور جنات کے درمیان رشتہ

بنا دیا ہے حالانکہ جنات یہ بات جانتے ہیں کہ وہ حاضر کئے جائینگے) اس

واضح ہے کہ فرشتوں کو بھی معبود کا درجہ دیتے تھے ان سب کو لا الہ الا اللہ کی

دعوت دی گئی تھی۔ فرشتوں کے اندر کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ



تمہاری سفارش کر سکیں۔ غور فرمائیں کہ یہ حکم پتھروں کے لئے ہے؟ نیز فرشتوں کی فرضی شکلیں پتھروں پر تراش کر ان سے مدد مانگتے تھے (کبیر ج 9) اندازہ فرمائیں کتنی غلط ہوگی یہ بات کہ یہ سمجھا جائے کہ لا الہ الا اللہ کی دعوت انکو اسلئے تھی کہ وہ پتھر کے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ بلکہ بات اس طرح ہے کہ وہ نیک بندوں کی شکلیں پتھروں پر تراشتے تھے ان سے حاجتیں مانگتے پھر انکے نذرانے بھی پیش کرتے انکے نام پر جانور بھی چھوڑتے جنکے نام یہ تھے، بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام (الانعام آیت نمبر ---) انکے لئے فرمایا گیا کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾۔

تھوڑا سا مزید غور فرمائیں ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ۔ اِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (اللہ کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی اوپر والی گٹھلی کے جتنا بھی اختیار نہیں رکھتے، اگر انکو پکارو تو وہ سنتے نہیں تمہاری پکار اور اگر سن لیں تو تمہاری فریاد کو پورا نہیں کر سکتے اور تمہارے اس شرک کا قیامت کے دن وہ انکار کرینگے اللہ کی طرح تمہیں کوئی خبر نہیں دے سکتا۔

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چند باتیں ارشاد فرمائیں۔

نمبر 1: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا جسکو بھی تم اپنی کسی بھی ضرورت کے لئے پکارو وہ ایک کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو دھاگنا چھلکا ہوتا ہے اسکا بھی



اختیار نہیں رکھتے لہذا انکو پکارنا، ان سے مانگنا فضول اور حماقت ہے۔

نمبر 2: تمہاری بات کو وہ سنتے ہی نہیں ﴿لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ﴾

نمبر 3: بالفرض اگر وہ سن بھی لیں تو تمہاری بات کا مناسب جواب یعنی فریادری کی انکے پاس کوئی شکل نہیں۔

نمبر 4: تمہارا انکو پکارنا یہ شرک ہے قیامت کے دن اسی شرک کے

حقدار ہونیکا وہ انکار کریں گے کہ کبھی ہم اس لائق نہیں تھے کہ ہم کو پکارا

جائے اور ہم تمہاری اس پکار سے غافل تھے ارشاد ہے ﴿إِنْ كُنَّا عَنْ

عِبَادَتِكُمْ لَغَافِلِينَ﴾ (یعنی ہم تمہاری پکار سے غافل تھے (یونس))

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہے ﴿إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ﴾ (تم ہمیں

پکارنے میں جھوٹے تھے، انحل)

اب آپ سے سوال ہے کہ یہ پتھر تھے یا بندے تھے جنکی مورتیاں

بنا کر انکی پوجا کی جا رہی تھی جسکی بناء پر ان سب کو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی

دعوت دی جا رہی تھی۔ امام قرطبی فرماتے ہیں ﴿كَالْمَلَائِكَةِ وَالْأَنْبِيَاءِ

وَالشَّيَاطِينِ﴾ (یعنی یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو انبیاء

اکرام، فرشتوں اور جنات کو پکارتے تھے، قرطبی ج ۱۴ الفاطر)

امام ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ آیت انکے بارے میں ہے جو فرشتوں کے

بت بنا کر پوجتے تھے (ابن کثیر ج ۳)

مزید سنئے علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ یہ خطاب بتوں اور فرشتوں حضرت

عیسیٰ اور دیگر اولیاء اکرام کے پجاریوں کے بارہ میں ہے۔



اب آپکو بات سمجھ آگئی ہوگی کہ نیک بندوں کی قبروں پر جا کر ان سے مانگنا، دور یا نزدیک سے انکو پکارنا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت کے خلاف ہے لہذا کلمہ گو ہو کر نیک بندوں کی قبروں پر نذرانے، پکار، سفارشیں، حاجت مانگنا یہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی نفی ہے اس سے باز آئیں آپکے لئے دنیا و آخرت میں بہتر ہوگا وگرنہ قیامت کے دن یہ نیک بندے آپ سے لا تعلق ہو جائینگے، البتہ ان نیک بندوں کی اتباع اور اطاعت ضرور بہ ضرور کیجئے۔

آپ سے سوال ہے کہ کیا یہ اولیاء کو اللہ مانتے تھے یا فرشتوں کو اللہ کہتے تھے؟ اب تک کسی کو اللہ کا نام نہیں دیا گیا ارشاد ہے ﴿هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَمِيًّا﴾ (کیا تم نے اللہ کا ہمنام سنا ہے؟)

بلکہ انکے ساتھ اللہ والا معاملہ کرتے تھے اسی کو انکی پوجا کہا گیا ہے۔ (رشیدی)

آپ غور فرمائینگے قرآن حکیم کی اس آیت پر ﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ﴾ (اس سے بڑا کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے ماسوا انکو پکارے جو قیامت تک اسکی پکار پر پہنچ نہیں سکتے اور انکے پکارنے کی ان کو خبر بھی نہیں، جب قیامت کا حشر برپا ہوگا تو وہ انکے دشمن ہونگے اور انکی پوجا کا انکار کرینگے)



ان آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے چند باتیں ارشاد فرمائیں ہیں۔

- نمبر 1: اللہ کے ماسوا کو پکارنا گمراہی ہے،  
 نمبر 2: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا جنکو پکارتے ہیں وہ قیامت تک انکی فردیاری نہیں کر سکتے  
 نمبر 3: انکو خبر ہی نہیں ہے۔  
 نمبر 4: جب انسانوں کا حشر ہوگا یہ معبودین ان کے دشمن ہونگے جو انکو پکارنے کی شکل میں انکی عبادت پر لگے ہوئے ہیں اور اسکا انکار کریں گے۔

آپ اس ارشاد الہی سے کیا سمجھے ہیں کہ وہ ایسے بت پوجتے تھے جنکی اصل پتھر تھی؟ پھر تو آپکی سمجھ پر افسوس ہے، کیا ناس کا لفظ سمجھ نہیں آتا اس کا معنی پتھر ہوتا ہے؟

وہ دشمن ہیں؟ کیا پتھر دشمن ہو سکتے ہیں؟ وہ انکی عبادت کا انکار کریں گے

یہ سب انسانوں کی صفات بنتی ہیں پتھروں کی نہیں لہذا معلوم ہوا کہ وہ بت پتھروں سے تراش کر اصل میں انسانوں کی عبادت پر لگے ہوئے تھے، انکو مدد، حاجات اور مقاصد میں پکارتے تھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس پکارنے کو عبادت کا نام دیا اسی کے لئے انکو کہا جا رہا تھا ﴿لا الہ الا اللہ﴾ (یعنی پکارنے کے لائق اللہ کے سوا کوئی نہیں) ﴿لا الہ الا اللہ﴾ (وہی پکار کے لائق ہے، الرد)



مزید غور فرمائیں ﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ  
 بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ  
 بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا  
 فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آپ فرمادیں کہ اے اہل  
 کتاب! ایک ایسی بات پر جمع ہو جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان  
 برابر ہے اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں، کسی کو اسکا شریک نہ  
 بنائیں اور اللہ کے ماسوا کوئی کسی کو رب نہ بنائے پھر اگر وہ اسے بھی قبول  
 نہ کریں تو آپ فرمادیں کہ ہم تو حکم الہی کے پابند ہیں، آل عمران)  
 اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اہل کتاب یہود و نصاریٰ کو دعوت  
 توحیدی ہے۔

آپکو معلوم ہے کہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ  
 علیہ السلام کی عبادت پر لگے ہوئے تھے کیا یہ بت تھے؟ جنکی اصل  
 پتھر ہے یا مقدس انبیا کرام علیہم السلام کی ہستیاں ہیں آج بھی گرجوں  
 میں چلے جائیں کاغذ پر یا پتھروں کی مورتیاں بنی ہوئی آپکو ملیں گیں۔  
 انکو کلمہ سوا یعنی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت دی جا رہی ہے۔

آپکو یہ بات بخوبی سمجھ آگئی ہوگی کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت صرف  
 انکو نہیں جو پتھروں کو پوجتے تھے بلکہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت ان  
 لوگوں کو ہے جو اللہ کے مقدس برگزیدہ بندوں کے ساتھ وہ معاملہ کرتے  
 ہیں جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے ساتھ ہونا چاہئے مثلاً مدد کے



لئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پکارا جاتا ہے اور یہ مدد کے لئے نیک بندوں کو پکارتا ہے اسکو کہا جا رہا ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾۔ (یعنی تیری مدد اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا لہذا اللہ کے سوا کسی سے مدد مت مانگ) اگر بات سمجھنا ہو تو غور کریں کہ بدر کے اندر کیا ہوا؟ آپ ﷺ خود موجود ہیں، فرشتے آئے ہوئے ہیں، پانچ یا تین ہزار فرشتے میدان بدر میں مسلمانوں کی حمایت میں کافروں کو قتل کر رہے ہیں، صحابہؓ نے آنکھ سے دیکھا بھی ہے، فرشتے کے گھوڑے کا نام بھی سنا ہے ﴿جیزوم﴾ جبریل علیہ السلام کو سبز پگڑی میں بھی دیکھا ہے (بخاری)

لیکن پھر بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ (یہ سب تمہاری دلجوئی کیلئے ہے وگرنہ مدد اللہ ہی کر سکتا ہے، آل عمران)

مالی نذرانے، جانور یا کھانے کی شکل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے لئے ہونے کا بندہ نماز میں اقرار بھی کرتا ہے اس طرح کہ

﴿التحيات﴾ یعنی تمام زبانی عبادتیں اللہ تیرے ہی لئے ہیں

﴿والصلوات﴾ تمام بدنی عبادتیں اللہ تیرے ہی لئے ہیں

﴿والطيبات﴾ مالی عبادتیں اللہ تیرے ہی لئے ہیں

ان میں سے ایک بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے سوا کسی اور ذات کا قرب حاصل کرنے کے لئے انہی کاموں کو کرتا ہے اس کو دعوت دی



جاری ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ یعنی ان تمام کاموں کے لائق اللہ کے سوا کوئی نہیں اگر یہ کام اللہ کے لئے ہیں تو وہ معبود ہے اگر کسی اور کے لئے ہیں تو وہی تیرا معبود ہے۔ قوم عاد کے لوگ اللہ کے دربار میں قرب حاصل کرنے کے لئے جن معبودوں کو سفارش کیلئے پکارتے تھے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ ہمیں رب کے ہا درجے دلوا سکتے ہیں انکے بارے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا ﴿فَلَوْلَا نَصْرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً﴾ (یعنی انکی مدد کیوں نہ کی ان معبودوں نے جن کو بڑے درجے پانے کیلئے انہوں نے اللہ کے سوا معبود کا درجہ دے رکھا تھا، الاحقاف)۔

اس مضمون کو قرآن حکیم میں اول سے پڑھیں گے تو کھل کر بات سمجھ آئیگی کہ وہ لوگ اللہ کو معبود مانتے تھے اللہ سے بارش بھی مانگ رہے تھے، بقول بعض مفسرین بارش مانگنے کیلئے بیت اللہ میں بھی آئے تھے اور انکو بادلوں کے بارے میں اختیار بھی دیا گیا تھا کہ کونسے رنگ کا بادل چاہئے۔ اس یہ بات خوب واضح ہے کہ اصل معبود انکی نظر میں بھی اللہ تعالیٰ ہی تھے لیکن ماسوا اللہ کو معبود کا درجہ دے رکھا تھا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کیلئے۔ پھر ان معبودین کیلئے سب کچھ کرنے کو تیار تھے۔ ہود علیہ السلام نے انکو سمجھایا کہ جو کچھ انکے لئے کر رہے ہو یہ اللہ کیلئے ہونا چاہئے، اسی کو حضرت ہود علیہ السلام کی زبان سے کہلوا یا ﴿الَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ﴾ (عبادت کسی بھی رنگ میں ہو، کسی بھی طریقے



اور ڈھنگ سے ہو، عبادت کا کوئی بھی فرد ہو، نماز ہو، مالی نذرانے ہوں، زبانی عبادات ہوں یہ سب اللہ کیلئے ہیں۔

سرور کونین ﷺ جن مشرکین کو دعوت تو حید دے رہے تھے وہ بھی اللہ ہی کو اصل معبود تسلیم کرتے تھے۔ اگر آپ انکے اصل عقائد معلوم کریں آپ حیران ہو جائیں گے کہ انکے یہ عقائد تھے اسکی تفصیل کیلئے ﴿الفوز الکبیر فی اصول التفسیر، الشاہ ولی اللہ﴾ پڑھنے کے قابل ہے۔ وہ بھی یہی کہتے تھے ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ (ہم انکی عبادت صرف اسی لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے ہاں درجے دلوادیتے ہیں) پھر ان معبودین کی خوشنودی کیلئے مال اور جانوروں کے نذرانے اور کھانے اپنی کھیتوں میں حصے مقرر کر رکھے تھے، (دیکھئے الانعام ۱۳۶)۔ جانور بھی پیش کرتے تھے جنکے نام رکھے ہوئے تھے، بکیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام (دیکھئے المائدہ ۱۰۳)۔

آپ ﷺ نے انہی کو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت دی جس کا مفہوم یہ بننا تھا کہ یہ سب کچھ صرف اللہ کیلئے ہونا چاہئے۔

اس بات کو سمجھیں اور نیک بندوں کی قبروں پر سوائے انکے لئے دعا کرنے کے، ان سے کچھ مانگنا انکو پکارنا انکے نام پر نذرانے پیش کرنا یہ لا الہ الا اللہ کی نفی ہے ان نیک بندوں کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ آپکو شیطان نے اس راستے پر ڈالا ہے یہ نیک بندے قیامت کے دن



انکار کر دینگے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ قیامت کے دن یہ نیک بندے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی توحید کا اقرار کرینگے اور ان لوگوں سے بیزاری کا اعلان کر کے کہیں گے ﴿بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرَهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ﴾ (یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے بلکہ شیطان کی عبادت کرتے تھے انہی پر ان کا یقین تھا، الفاطر)۔

نیز ارشاد ہے ﴿كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا﴾ (وہ انکی عبادت کا انکار کرینگے اور انکے مخالف ہو جائیں گے) اگر آپ واقعی جاننا چاہتے ہیں کہ وہ مشرکین جنکو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت دی گئی تھی وہ کن کی عبادت کرتے تھے اسکے لئے آپ خود ہی سورۃ الجن کو پڑھ لیں ارشاد الہی ہے ﴿وَإِنَّهُ كَانَ رِجَالًا مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (انسان مرد جنات مردوں کی پناہ چاہتے تھے) اس آیت کو پڑھیں اور پھر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کو دہرائیں تاکہ آپکو توحید سمجھ آئے اور یہ بات معلوم ہو جائے کہ وہ مشرکین کس قسم کے مشرک تھے۔

مزید غور کیجئے ارشاد الہی ہے ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ (وہ مردے ہیں زندہ نہیں انکو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے، النحل)

ان معبودین کو اس آیت میں ﴿أَمْوَاتٌ﴾ فرمایا ہے کیا پتھر کے لئے موت ہے؟ نیز یہ بتایا گیا کہ انکو تو اس بات کا شعور نہیں کہ انکو اٹھایا کب



جانگا کیا ﴿بعث بعد الموت﴾ پتھروں کا ہوگا؟  
 آپ کو کیا سمجھ آیا ہے کہ معبود پتھروں کو بنایا جا رہا تھا یا انسانوں کی مورتیاں  
 پتھروں سے بنا کر انکی پوجا ہو رہی تھی؟  
 مزید عقل اور شعور کے ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بات سمجھیں اور اس آیت  
 پر غور فرمائیں ﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ  
 نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ  
 لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى  
 شُرَكَائِهِمْ﴾ (اللہ کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور جانوروں میں اللہ کا بھی حصہ  
 رکھتے اور شرکاء کا بھی اللہ کا حصہ اگر شرکاء کے حصے کے ساتھ مل جاتا کوئی  
 پروا نہیں لیکن شرکاء کا حصہ اللہ کے حصے میں نہیں ملنا چاہئے، الانعام)  
 اس میں چند باتیں ہیں۔

نمبر 1: وہ مشرک اپنی کھیتوں جس میں ہر قسم کے اجناس، باغات کے  
 پھل یعنی مطعومات (کھانیوالی چیزیں) داخل ہیں۔ نیز اپنے جانوروں  
 میں سے دو حصے نکالتے تھے ایک حصہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے  
 لئے اور دوسرا حصہ اپنے شرکاء کے لئے۔ اللہ کا حصہ مل جائے شرکاء کے  
 حصے میں تو کوئی حرج نہیں اور اگر شرکاء کا حصہ اللہ کے حصے میں مل جائے  
 تو اسکو پورا کرتے تھے۔

آپ ذرا شعور سے سوچیں کہ کیا حجر اور پتھر کو یہ سب کچھ دیا جا رہا تھا کہ یہ  
 پتھروں کے نام کا غلہ ہے؟



یقین کیجئے اگر یہ ہی معاملہ ہوتا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ قرآن میں ان سے مخاطب ہوتے کہ ظالمو! اس پتھر کو تم نے فلاں جگہ سے اٹھایا ہے اب یہ معبود کیسے بن گیا؟ جناب آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر پتھر معبود ہوتا تو تمام پتھروں کی عبادت ہوتی یا کسی زبان سے یہ تو نکلتا کہ فلاں پہاڑ کا پتھر معبود ہے جبکہ ایسا لغت عرب کے اندر بھی نہیں ہے۔ بجائے اسکے عرب تو پتھروں سے استنجاء کرتے تھے انکو معبود کیسے مانتے؟ البتہ اصل حقیقت یہی ہے کہ اصل میں یہ انسان یا جنات یا فرشتے تھے جنکے بارہ میں مشرکین مختلف قسم کے عقائد کے اندر مبتلا تھے اسی کی بناء پر پتھروں سے انکی مورتیاں بناتے تھے کسی کی کسی شکل میں اور کسی کی کسی شکل میں کسی کی خوف مصیبت والی اور کسی کی محبت والی پھر انکی تعظیم کرتے، عبادت کرتے، نذرانے دیتے اللہ کے لئے کئے جانے والے حقوق انکو دیتے۔

آپ غور فرمائیں ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ ﴿مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ﴾ (یعنی ان مورتیوں کی کیا حقیقت ہے جنکے سامنے تم سر جھکائے پڑے ہو؟ الانبیاء)

معلوم ہوا کہ یہ پتھر یا کسی اور چیز سے بنی ہوئی کسی چیز کی شکلیں تھیں جنکی پوجا مقصود نہیں تھی بلکہ انکی جو اصل ہے چاہے وہ کوئی فرشتہ ہو، انسان یا جن یا انبیاء اکرام علیہم السلام انکی عبادت یا نذرانے مقصود تھے اسکے لئے انکو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت دی جا رہی تھی۔ جنات کی عبادت کا ذکر قرآن میں موجود ہے ﴿بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرَهُمْ بِهِمْ﴾



مُؤْمِنُونَ ﴿ (یعنی جنات کی عبادت کرتے تھے اور اکثر ان پر یقین رکھتے تھے، الانبیاء) نیز انسان جنات کی پناہ مانگتے تھے قرآن کریم کے اندر ارشاد ہے ﴿وَإِنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالِ مِّنَ الْجِنِّ﴾ (یعنی انسان جنات کی پناہ مانگتے تھے، الجن)

نیز ارشاد الہی ہے ﴿يَمَعُشَرِ الْجِنِّ قَدِ اسْتَكْرْتُمْ مِّنَ الْإِنْسِ﴾ (اے جنو! تم نے بہت سے انسانوں کو اپنے تابع کر رکھا ہے) ان جنات کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت دی تھی۔

مزید غور کیجئے ﴿وَآتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا﴾ (یعنی انہوں نے اللہ کے علاوہ ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اپنے لئے بھی کسی نقصان اور نفع کا اختیار نہیں رکھتے اور زندگی موت اور دوبارہ اٹھنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے ہیں، الفرقان)

اس آیت میں آپ نے غور فرمایا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ انکے معبودوں کے بارہ میں چند چیزوں کی نفی فرماتے ہیں۔

**نمبر 1:** جنکو معبود کا درجہ دیتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ خود ہماری پیدا کردہ مخلوق ہیں۔

**نمبر 2:** اپنے آپ سے نقصان کو دور نہیں کر سکتے۔



آپ سے سوال ہے کہ پتھر کا کونسا ایسا نقصان ہے جس سے وہ اپنے آپکو نہیں بچا سکتا اور یہ اسکی کمزوری شمار کی جا رہی ہے؟  
**نمبر 3:** اپنے آپکو فائدہ بھی نہیں پہنچا سکتے۔

عقل سے سوچیں کیا یہ پتھروں کو کہا جا رہا ہے! اور کونسا نفع ہے جو پتھر حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وہ نفع حاصل نہیں کر پارہے۔

**نمبر 4:** موت کے بالک نہیں زندگی کے مالک نہیں دوبارہ موت کے بعد اٹھانے پر قادر نہیں ہیں۔

نیز آیت میں ﴿لَا نَفْسَہُمْ﴾ کے لفظ مبارک پر غور فرمائیں کیا یہ سب کلام پتھروں سے ہو رہا ہے؟ کیا پتھروں کیلئے نفس ہوتا ہے؟  
 بلکہ یہ سب کچھ ان بندوں، فرشتوں، جنات یا جس چیز کو بھی معبود کا درجہ دیکر پتھروں سے انکی شکل اور صورتیاں بنا کر ان سے حاجات مرادیں اور مدد مانگی جا رہی ہو انکے بارہ میں فرمایا جا رہا ہے۔ اس سب کچھ کی نفی لا الہ سے کی جا رہی ہے اور الا اللہ کے ساتھ ان تمام صفات کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیلئے ثابت کیا جا رہا ہے کہ اللہ یہ سب کچھ کریگا۔

ہماری بات آپکو سمجھ آگئی ہوگی کہ مشرکین کا جرم یہ تھا کہ وہ کام یا معاملہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ساتھ کرنا چاہتے وہ وہی کام اللہ کے بندوں، فرشتوں، جنات کی صورتیاں بنا کر انکے ساتھ کر رہے تھے۔ قرآن میں اسی کو ﴿اصنام﴾ (بت پرستی) کہا گیا تھا اور کہیں اسی کو ﴿وثن﴾



پرستی کہا گیا ہے، کہیں اسی کو ﴿تماثیل﴾ کہا گیا ہے اور کہیں اسی کو ﴿انات﴾ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

آپ اب بھی اگر یہ کہیں کہ نہیں جی وہ پتھروں سے حاجتیں، منتیں، نذرانے، فیوض و برکات مانگتے تھے اسلئے مشرک تھے ہم تو نیک بندوں کی قبروں پر نیک بندوں سے مانگتے ہیں یا انکے وسیلے سے اللہ سے مانگتے ہیں جبکہ یاد رکھیں انبیا کرام علیہم السلام اور صلحاء کا وسیلہ جائز ہے لیکن اسکی ایک حد ہے جس میں تعبد اور توسل کا فرق باقی رہنا چاہئے۔

آپ کو ان آیات سے بخوبی یہ بات سمجھ آگئی ہوگی کہ وہ مشرکین بھی یہ سارا معاملہ نیک بندوں، فرشتوں، جنات کے ساتھ کر رہے تھے لیکن قبر سے ذرا ایک حد آگے بڑھ کر کیونکہ دور دراز سے ان نیک بندوں کی قبروں تک کون پہنچے، جہاں تھے وہیں انکی پتھروں سے یا کسی اور چیز سے مورتیاں بنا کر یہی کام شروع کر دیا۔

پھر کچھ تو مانگتے اللہ سے تھے لیکن انکو ذریعہ بنا کر۔ انکے بارے میں قرآن میں واضح ارشاد ہے ﴿وَيَقُولُونَ هُوَ لَآءِ شُفَعَاءِنَا عِنْدَ اللّٰهِ﴾ (یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں) نیز ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفَى﴾ (یعنی ہم انکی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں)۔ شیطان نے انکو یہ سمجھا رکھا تھا کہ تم گنہگار ہو تم براہ راست اللہ سے مانگنے کے لائق نہیں اس لئے اسکے مقدس بندوں یا فرشتوں کی سفارش ضروری ہے۔



اگر آپ کو ہماری بات پر یقین نہ ہو تو امام ابن کثیرؒ کی زبان سے سن لیجئے کہ وہ لوگ فرشتوں کے بت بنا کر ان مقرب فرشتوں کی عبادت کرتے تھے تاکہ یہ فرشتے انکی مدد، رزق اور دیگر مصیبتوں میں انکی سفارش کریں، ابن کثیر ج ۴ الزمر۔

### امام رازیؒ سے بھی ایک موتی لیتے جائیے

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ وہ مشرکین کہتے تھے کہ بڑے معبود کی عبادت کے ہم لائق نہیں اس لئے اسکے بزرگ بندوں اور نیک ارواح کی عبادت کر کر اس بڑے معبود تک پہنچنا چاہئے براہ راست اس تک ہم نہیں پہنچ سکتے اسی کو ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى﴾ کہتے تھے۔ (یعنی ہم انکی عبادت اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں، تفسیر کبیر ج ۹)۔

اور کچھ جاہل براہ راست ان سے بھی مانگتے رہے تھے اس سب کچھ کی نفی کے لئے فرمایا جا رہا تھا ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

اب اس کلمہ توحید کا مفہوم ہوا کہ اسکے دربار میں اسکا کوئی ایسا سفارشی نہیں جو تمہیں اس تک پہنچائے یا قریب کرے کیونکہ وہ خود ہی سب سے قریب ہے اس سے رابطہ کرنے کیلئے صرف ایمان چاہئے ارشاد الہی ہے ﴿الْأَمْنُ أَمْنٌ وَعَمَلٌ صَالِحًا﴾ (ایمان اور نیک اعمال ہی بندے کو رب کے قریب کرتے ہیں، السباء)



یہ مشرک جن کے ساتھ اللہ والا معاملہ کر رہے تھے یا جنکو اللہ کا نزدیکی کا درجہ دیکر دربار خداوندی میں انکو سفارشی کا درجہ دے رہے تھے انکے نام بھی رکھے ہوئے تھے۔ میں نہیں کہہ رہا بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ جو صرف سچے ہی نہیں بلکہ صدق و صداقت اور سچائی کے خالق ہیں وہ یہ بتا رہے ہیں اور ایسے کلام میں بتا رہے ہیں جو جھوٹ ہی نہیں بلکہ جھوٹ کے شبہ اور ریب سے بھی پاک ہے ارشاد ہے ﴿إِنَّ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَائُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (یعنی یہ صرف وہ نام ہی ہیں جو تم اور تمہارے آباء و اجداد نے رکھے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس پر کوئی دلیل نہیں اتاری، النجم)۔

دیکھئے پہلے مشرکین کے بتوں کا تذکرہ ہے اسکے بعد فرمایا کہ یہ صرف تمہارے اور تمہارے باپ دادوں کے رکھے ہوئے نام ہیں انکے اندر کسی ایسے کمال کی جسکی بنا پر یہ تمہاری مدد مشکلات کو دور کرنے اور حاجات میں پکار کے لائق ہوں کوئی دلیل نہیں ہے۔ قرآن نے تو یہاں تک بھی کہا ہے کہ تم ایک دوسرے کو دیکھا دیکھی بھی کر رہے ہو آپس کی محبت کی بناء پر ﴿مَوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾ (یعنی یہ سب کچھ آپس کی محبت کی بناء پر ہو رہا ہے، العنکبوت)

آپ سے سوال ہے کہ کیا یہ پتھروں کے نام رکھے ہوئے تھے؟ نہیں بلکہ یہ انسان تھے جنکی شکلیں پتھروں پر تراش کر انکے نام رکھے ہوئے تھے۔ انہی کے خلاف ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت تھی۔



آپ سے سوال ہے کہ آج جو کچھ نیک بندوں کی قبروں پر ہو رہا ہے اور اسی کو اللہ کا قرب سمجھا جا رہا ہے، لوگ میلوں پیدل ننگے پاؤں سفر کر کے آرہے ہیں قبر تک پہنچنے کیلئے قطاریں لگی ہوئی ہیں بلکہ بعض اللہ کے بندوں کی قبر کے دروازے کے پاس سے گزر جانے کو ((بھشتی)) کا نام دیا ہوا ہے لوگ وہاں کھانوں کی دیکیں، ہر قسم کے نذرانے پہنچا رہے ہیں اس پر قرآن و سنت کے اندر کونسی دلیل ہے؟ کیا اسکو ﴿مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ، النجم﴾ اوپر گزری ہوئی آیت کی روشنی میں آپ سمجھ کر اللہ کی رضا اور سنت رسول کے احیاء کے لئے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے ساتھ اس کی نفی فرما سکتے ہیں؟ کیا آپ کچھ غور فرما کر یہ کہہ سکتے ہیں کہ آج تک آپ نے یقیناً منبر رسول ﷺ پر بت پرستی کی مذمت تو کی ہے لیکن آج تھوڑی سی بت پرستی کی حقیقت بھی امت کو سمجھانے کے لئے بت پرستی اور طاغوت کیا ہے؟ اسے ذرا کھول کر بیان کریں پھر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ پر غور کریں خوب سمجھ آ جائیگا کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی دعوت کس کے لئے ہے اور اسکے مخاطب کون لوگ ہیں۔

خدا ارادائیں ہاتھ میں قرآن بائیں میں سنت رسول دل میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی ضرب زبان پر محمد رسول اللہ کی مہراب بیان کریں پھر دیکھیں کیا سمجھ آتا ہے۔



کیا آپ اس آیت کریمہ پر غور فرمائیں گے جو امت تو حید کو یہ سمجھا رہی ہے کہ غیر اللہ یا بتوں کی پوجا کرنیوالے پتھروں کی پوجا نہیں کرتے تھے بلکہ اللہ کے مخلص بندوں کی مورتیاں پتھروں سے بنا کر انکی پوجا ہو رہی تھی اور صفات الوہیت انکو دی جا رہی تھیں۔ ﴿إِذْ تَبَرَّ الَّذِينَ اتَّبَعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوْا الْعَذَابَ وَتَقَطَعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ﴾ (یعنی جب متبوعین اپنے پیروکاروں سے برات کا اعلان کر دیں گے اور عذاب کو دیکھ کر تمام اسباب ختم ہو جائیں گے، البقرہ)

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جنگی اتباع کی جا رہی تھی وہ اتباع کرنیوالوں سے برات کا اعلان کر دیں گے کہ تمہارا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔

اگلی آیت میں ارشاد ہے کہ یہ اتباع کرنیوالے حسرت کے ساتھ کہیں گے کہ کاش دنیا میں واپسی کا کوئی راستہ ہو تو ہم بھی تم سے ایسے برات اور بیزاری کا اعلان کریں جیسے تم نے کیا ہے۔

آپ عقل اور شعور سے سوچ کر بتائیں گے کہ یہ سب کچھ پتھر کر رہے ہیں؟ مزید قرآن سے سمجھئے کہ کیا کہہ رہا ہے۔ ﴿أَمْوَاتٌ غَيْرٌ أَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ اس آیت میں مشرکوں کو یہ کہا جا رہا ہے کہ جن کو تم پکارتے ہو اور نفع نقصان کی امید رکھتے ہو وہ تو مردہ ہیں زندہ نہیں ہیں انکو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قبروں سے اٹھنا کب ہے۔

کیا آپ گروہ بندی، جماعتی ہتکڑی سے پاک ہو کر غور کریں گے کہ مردہ کس کو کہا جا رہا ہے کیا پتھر مردہ ہوتے ہیں مردہ تو وہ ہوتا ہے جسکے اندر زندگی



ہو، کیا پتھر کے اندر آپکے لحاظ سے زندگی ہے؟ نیز فرمایا کہ زندہ نہیں، کیا پتھروں سے حیات کی نفی ہو رہی ہے؟ اگر پتھروں سے حیات کی نفی کرنا ہو تو اسکے لئے کیا یہی عبارت چاہئے؟

مزید آنکھیں کھولئے، انکو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ قبروں سے کب اٹھایا جائگا۔ کیا قبروں سے بعث پتھروں کا ہوگا یا انسانوں کا ہوگا؟ آپ اگر قرآن کی بات مانتے ہیں تو خوب سمجھ آگئی ہوگی کہ مشرکین پتھروں سے کن کی مورتیاں بناتے تھے اور ان مورتیوں کے سامنے سر جھکا کر جو پڑے رہتے تھے یا ان سے نفع نقصان جو کچھ مانگ رہے تھے وہ دراصل کن سے مانگ رہے تھے۔ اب بھی اگر آپ نیک بندوں کی قبروں پر جھکنا بند نہ کریں اور ان سے نفع نقصان کی امیدیں لگائے رکھیں تو آپ نے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ سے کس کی نفی کی ہے اور آپ دامن توحید سے کیسے وابستہ ہیں؟ بصیرت کی آنکھ کھولئے اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے اس آیت پر غور کیجئے،

﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا﴾ (یعنی آپ ﷺ فرمادیتے تھے کہ میں تمہارے لئے نفع نقصان کا مالک نہیں ہوں، الاعراف) یہ اعلان برحق اس ذات بابرکات، فخر موجودات ﷺ کی ذات عالیہ سے کروایا جا رہا ہے جو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے سب سے بڑے داعی ہیں اور توحید کی دعوت دینے والے ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں (علیہم السلام) کے امام ہیں (ﷺ) آپ کہہ دیں کہ تمہارے نفع اور نقصان کا



اختیار میرے پاس نہیں جب ہر قسم کا نفع اور نقصان آپ کے اختیار میں بھی نہیں تو پھر وہ کون ہو سکتا ہے جسکے اختیار میں اسکی موت کے بعد آپکا نفع نقصان دیدیا گیا ہے اور آپکو کلمہ توحید کے باوجود کھلی چھوٹ دیدی گئی ہے کہ ان سے مانگ لو یا انکا واسطہ ایسا اختیار کرو کہ تمہارے سامنے انکی قبر ہو اور تم اس سے چمٹے ہوئے ہو اور یہ یقین بھی ساتھ رکھنا کہ میرے آنے کا انکو پتہ ہے اور یہ میری سفارش کیلئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں پھر چمٹ جانا اور آہ وزاری کرنا اسی کو توحید کا نام بھی دیدینا۔

غور کریں آپ ﷺ سے نفی کروا کر اس کو دامن توحید سے وابستگی بتایا جا رہا ہے یہ سب کچھ آپکی حیاۃ طیبہ میں ہے اور زندہ نبی ﷺ سے نفی ہے تو جونیک بندے فوت ہو چکے ہیں ان سے اس سب کچھ کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے؟ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ فوت شدہ ولی زندہ نبی سے افضل ہوتا ہے؟ افسوس اس سمجھ پر۔

اگر آپ گروہ بندی سے آزاد ہو کر پڑھیں تو ضرور سمجھ جائینگے کہ نیک بندوں سے محبت کا مطلب انکی اتباع کرنا ہے انکے لئے دعا کرنا ہے نہ کہ ان سے مانگنا اور انکی قبروں سے چمٹنا۔ آپ نے غور کیا کہ آپ ﷺ سے اعلان کروایا گیا کہ میرے پاس تمہارا نفع اور نقصان نہیں۔

مزید اعلان توحید کے لئے آپ ﷺ سے یہ بھی اعلان کروایا گیا کہ ﴿قُلْ لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا﴾ (یعنی میں تو اپنے نفع نقصان کا اختیار بھی نہیں رکھتا) میرا تو اپنا بھی نفع نقصان اللہ کی ذات سے ہی



وابستہ ہے میں انہی سے امید رکھتا ہوں۔ اگر میرے پاس ہوتا تو  
 ﴿وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ﴾ (مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، الاعراف)  
 حالانکہ میدان احد میں مجھے تکلیف پہنچی کہ میرے دندان مبارک شہید  
 ہوئے، سر مبارک زخمی ہوا۔

میرے ماں باپ، میرا کل جہاں آپ ﷺ سے محبت اور عشق  
 کر نیوالے کی پیر کی خاک پر قربان ہوں (ﷺ) آپ کے سچے عاشقوں کا  
 حال یہ تھا کہ شیطان نے جب جھوٹا اعلان کروایا کہ محمد ﷺ شہید ہو گئے تو  
 کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ نقصان سے بچنا تو آپ کے اپنے اختیار مبارک  
 میں ہے آپ کیسے شہید ہو سکتے ہیں بلکہ صحابہ کرام پر ایک سکتہ طاری ہو گیا  
 اور کل جہاں اجڑا ہوا نظر آ رہا تھا اور بدر میں قلیل تعداد کے اندر ہونے  
 کے باوجود بہادری کے جوہر دکھلانے والوں کے دل اور ہاتھ پاؤں گویا  
 آگے بڑھنے سے بے جان ہو چکے تھے اور ہر انسان بے خودی کے عالم  
 میں جدھر منہ تھا ادھر بھاگ رہا تھا ارشاد الہی ہے ﴿إِذْ تَصْعَدُونَ وَلَا  
 تَلُونَ عَلَىٰ أَحَدٍ﴾ (تم بھاگے ہی جا رہے تھے اور کسی کی طرف مڑ  
 کر نہیں دیکھ رہے تھے)

ایک لمحہ کے لئے بھی صحابہ کی نظر میں یہ نہیں آ رہا تھا کہ نفع نقصان تو آپ کے  
 اپنے اختیار میں ہے آپ کو نقصان کیسے ہو سکتا ہے؟

قرآن آپ کے لئے ایک مثال بیان کر رہا ہے اور ساتھ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ  
 غور سے کان لگا کر سنو اور سمجھو! ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ



فَاسْتَمِعُوا لَهُ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا  
 ذُبَابًا وَلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا  
 يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿﴾ (یعنی اے لوگو  
 تمہارے لئے ایک مثال بیان کی جا رہی ہے جسکو تم اللہ کی ذات کے  
 علاوہ پکارتے ہو انکی حالت یہ ہے کہ یہ مکھی بھی نہیں بنا سکتے جدا جدا بھی  
 اور اگر یہ سارے جمع بھی ہو جائیں پھر بھی نہیں بنا سکتے اور اگر مکھی ان  
 سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو یہ مکھی سے واپس بھی نہیں لے سکتے ان  
 سے مانگنے والا بھی اور جن سے مانگ رہا ہے وہ بھی کمزور ہے، انج۔  
 عقل و شعور سے سوچ کر بتائیں کہ مکھی پیدا کرنے کا تقاضہ پتھروں سے  
 کیا جا رہا ہے؟

نیز اکھٹا کرنے کا تقاضہ پتھروں سے ہے؟  
 مکھی سے واپسی کا حکم پتھر کے لئے ہے؟

نیز آیت کے آخر میں اس پکارنے والے اور جسکو یہ پکار رہے ہیں اسکو  
 طالب اور مطلوب کا نام اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے دیا ہے کیا یہ پتھر کی مورتیوں  
 کو کہا جا رہا ہے؟

نہیں، بلکہ اصل یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ نیک بندوں یا جنات کی مورتیاں  
 پتھروں سے بناتے تھے قرآن نے انکو تماشیل کہا ہے، یہ سب کچھ ان  
 سے معاملہ کیا جا رہا تھا بظاہر تو بت کی عبادت ہو رہی تھی جبکہ حقیقت میں  
 یہ انسان پرستی تھی۔



کلمہ توحید کی دعوت ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ میں اسی کی نفی ہے کہ اللہ کے سوا کوئی پکار کے لائق نہیں ہے کوئی اس قابل نہیں کہ اس سے مدد مانگی جائے اگر کوئی اللہ کے سوا کسی چیز سے بھی مدد کا طلبگار ہے تو اسے فرمایا گیا ﴿وَمَا النَّصْرَ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ﴾ غور کریں گے تو یہ آیت پکار اور دعا کے بارے میں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی عکاس ہے۔

مضمون چونکہ کافی طویل ہوتا جا رہا ہے وگرنہ اس حقیقت سے قرآن لبریز ہے۔

## اولیاء کا تذکرہ قرآن میں

قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر ہے انکے ولی ہونے کی اور ولایت کی گواہی خود حق سبحانہ و تعالیٰ دیتے ہیں چنانچہ ارشاد ہے ﴿وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ﴾ صدیقہ ہونے کی گواہی ہے جبکہ صدیق کے درجہ کی خاک کو بھی عام آدمی نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انکو صدیقہ کہا ہے، سورۃ مریم کے اندر انکی کرامت کا تذکرہ موجود ہے مثلاً بغیر خاوند کے بیٹا، نیز بیٹا بھی نبی، کھجور کے خشک تنے سے کھجوروں کا گرنا ارشاد ہے ﴿وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِزْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا﴾ (یعنی اے مریم! خشک تنے کو حرکت دے تازہ اور تر کھجور گراؤگا، مریم)

انکے پاس حضرت جبرائیل بشری شکل میں حاضر ہیں ﴿فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا﴾



رُوحَنَا فَمَثَل لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿﴾ (انکے پاس ہم نے جبریل کو بھیجا جو کامل انسانی شکل میں انکے سامنے نمودار ہوا، مریم)

انکے پاکدامنی کے قرآن میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ گواہ ہیں ارشاد الہی ہے ﴿وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهَا مِنْ رُوحِنَا وَجَعَلْنَاهَا وَابْنَهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ﴾ (جس نے اپنی شرمگاہ کو پاک رکھا ہم نے اپنی روح کو ان میں پھونکا انکو اور انکے بیٹے کو جہان والوں کیلئے قدرت کا نشان بنایا، الانبیاء)

حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے پاکدامن کہا انکو اور انکے بیٹے کو کل کائنات کے لئے اپنی قدرت کا نشان قرار دیا اس سے بڑی کیا ولایت ہو سکتی ہے؟ آپ بتائیے یا قرآن میں کہیں پڑھ کر سنائیں گے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ فرمایا ہو کہ انکی قبر کے پاس اتنے انسان جمع ہو کر دعائیں کرتے تھے اور ہم قبول کرتے تھے یا ہم نے انکو یہ عزت بخشی کہ انکی قبروں کو گنبدوں سے اور چادروں سے سجا دیا اور بعد میں آئیوا لے انسان انکی قبروں کے پاس آ کر مرادیں مانگتے رہے اور ہم نوازتے رہے۔

مذہبی گروہ بندی سے پاک ہو کر سوچئے کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ کہیں دامن توحید کو آپ آلودہ تو نہیں کر رہے؟ خدا را سوچئے اور غور کیجئے! کہیں اس آیت کے مصداق تو نہیں بن رہے ﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ﴾ (یعنی اکثر لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے بھی مشرک ہوتے ہیں، یوسف)



اس آیت کے بارہ میں علامہ آلوسیؒ حنفی کیا کہتے ہیں امت کی حالت زار پر آنسو بہاتے ہوئے پڑھ لیجئے ﴿وَمِنَ أَوْلَادِكَ عَبْدٌ الْقُبُورِ النَّاذِرُونَ لَهَا الْمَعْتَدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرَرِ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى أَعْلَمُ بِحَالِهِ فِيهَا وَهُمْ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ﴾ روح المعانی ج ۷ ص ۶۷

اس آیت کے مصداق لوگوں میں وہ قبر پرست لوگ بھی ہیں جو قبر والوں کے نام کی نذریں مانتے اور ان سے نفع نقصان کا عقیدہ بھی رکھتے ہیں جبکہ ان قبر والوں کی اصل حالت سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی واقف ہیں ایسے قبر پرست لوگ اس زمانہ میں زمین کے کیڑوں سے بھی زیادہ ہیں۔ یہ علامہ آلوسیؒ اپنے زمانہ کی حالت بیان کرتے ہیں آج سے دواڑھائی سو سال پہلے۔ آج کیا ہو رہا ہے خود جا کر دیکھ لیں۔

## امت کو تعلیم

اپنی ذات مبارک، عطر کائنات، میری روح، میری جان، میرا مال و متاع آپکے مبارک شہر کی ہواؤں پر قربان (علیہ السلام) نے امت کو اس خطرہ سے آگاہ کرتے ہوئے کیا ہی خوب ارشاد فرمایا ﴿لَا تَنْظُرُونِي كَمَا اطَّارَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى ابْنُ مَرْيَمَ انْمَانَا عَبْدُ فُقُولٍ وَعَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ﴾ (مجھے ایسے مت بڑھانا جیسے



نصاری نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑھایا تھا میں تو اللہ کا بندہ ہوں تم یہ ہی کہنا کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں، بخاری حدیث نمبر 4665)۔

یہ بات تو خود ظاہر ہے کہ محمد رسول ﷺ کی تعظیم کیسے کرنی ہے۔ قرآن نے خوب سمجھایا ہے اس میں تعظیم کا حق ایک جگہ بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ آپ کی وفات مبارک کے بعد اپنے تمام نفع اور نقصان کی امید آپ ﷺ سے لگالینا اگر قرآن میں کسی جگہ یہ ادب ہے تو ہمیں بھی مطلع فرما کر احسان عظیم فرمایا جائے اگر نہیں ہے (اور یقیناً نہیں ہے) تو اپنی طرف سے آپ کی شان میں یہ عقیدہ رکھ کر ﴿لاتطرونی﴾ والے ارشاد مبارک کی نفی سے بچا جائے۔

آپ ﷺ نے اپنی قبر مبارک کے متعلق ارشاد فرمایا ﴿لاتجعلوا قبری عیدا وصلوا علی ان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم﴾ (یعنی میری قبر کو خوشی کی جگہ نہ بنانا بلکہ مجھ پر درود پڑھا کرو تم خواہ کہیں بھی ہو تمہارا درود مجھ تک پہنچ جاتا ہے، ابوداؤد)

اس مبارک حدیث کو بار بار گہری نظر سے پڑھئے اور غور کیجئے کہ آقائے نامدار ﷺ کیا فرمائے ہیں؟

اور کس خطرہ سے اپنی امت کو آگاہ فرمائے ہیں کہ میری قبر کو عید نہ بنانا یعنی میری قبر پر خوشی کے اجتماع (عرس وغیرہ) نہ کرنا۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کے الفاظ میں اس طرح بھی تعبیر کیا



جاسکتا ہے کہ میری قبر پر عرس مت کرنا، تفسیر مظہری۔

اس حدیث میں آپ کی قبر پر عرس کرنے سے منع فرمایا گیا ہے اور اپنی ذات بابرکات پر درود پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ فرمایا گیا کہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے۔

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر سے جب منع فرما رہے ہیں تو اولیاء اکرام (اللہ انکی قبروں پر رحمت فرمائیں) وہ اپنی قبر پر اس کام کے ہونے سے جس سے آپ نے منع فرمایا ہو کیسے راضی ہو سکتے ہیں؟

میرے عزیز بھائی کلمہ توحید کو بار بار پڑھ اور اس حدیث پر غور کر ﴿لاتجعلوا قبری عیدا﴾ (یعنی میری قبر کو خوشی کی جگہ نہ بنانا) اور پھر جو کچھ اللہ کے نیک بندوں کی قبروں پر ہو رہا ہے اسکو دیکھ پھر بتا کہ کیا یہ سب کچھ ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کے مطابق ہے؟

مزید آگے پڑھتے ہیں اور دیکھتے ہیں امام الموحدین سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے نیک بندوں کی قبروں پر جو کچھ ہو رہا ہے اس کا ادراک فرما کر امت کو کیسے تنبیہ فرمائی ہے

ارشاد عالی ہے ﴿لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیائہم مساجدا﴾ (یعنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائیں انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا) غور کیا آپ نے کہ انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانیوالوں پر لعنت فرمائی اور جو لوگ یہی معاملہ اولیاء امت کی قبروں پر کر رہے ہیں یا براہ راست سجدہ تو نہی



کر رہے لیکن ایسے مسائل، ایسے طریقے، ایسی من گھڑت کرامتیں جنکی صاحب قبر تک کوئی سند ہی نہیں بیان کر رہے ہیں، جس سے امت کے جہلاء، اولیا اکرام کی قبروں کے ساتھ چمٹے جا رہے ہیں انکے بارہ میں اس حدیث کی روشنی میں آپ نے کیا سمجھا ہے؟

آپ سے اگر ہو سکے تو علامہ شامی کا ایک قول بھی ساتھ سمجھتے جائیں، فرماتے ہیں کہ بت پرستی کی جڑ ہی نیک بندوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے فرمایا کہ ﴿ اصل عبادة الاصنام اتخاذ قبور الصالحين مساجدا ﴾ (بت پرستی کی اصل نیک بندوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنانا ہے، فتاویٰ شامی ج ۲)

مزید غور فرمائیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ کے حالات دیکھ کر کہ انہوں نے اپنے نبیوں کو کی شان کو کیسے بڑھایا تھا اپنی امت کو اس فتنے سے بچانے کے لئے کیسے ذہن سازی فرمائی عقیدہ توحید اور ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کے نفاضوں کو کیسے طبیعت کے اندر مستحکم فرمایا۔

توجہ فرمائیے کہ ایک شخص کسی غیر علاقوں سے کچھ امراء کے حالات اور انکی تعظیم کے طور طریقے دیکھ کر آیا اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی میں نے انکو دیکھا ہے کہ وہ اپنے بادشاہوں کو سجدہ کرتے ہیں آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپکو سجدہ کیا جائے اسکے جواب میں آپ نے کیا فرمایا اس سے پہلے ایک بات سمجھیں کہ اس آدمی نے کہا تھا کہ آپ کو سجدہ کرنا چاہیے اسکا جواب مختصر تھا کہ نہیں سجدہ اللہ کا حق ہے لیکن آپ ﷺ نے یہ



مختصر جواب عنایت نہیں فرمایا بلکہ مفصل طریقہ سے اسکے دماغ میں حال اور ماضی کے خطرہ سے آگاہ فرماتے ہوئے یوں ارشاد فرمایا کہ اے فلاں! تو مجھے یہ بتا کہ اگر تو میری قبر کے پاس سے گزرے تو کیا تو اسکو سجدہ کریگا؟ آپکو معلوم ہے سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت عالیہ کی برکت سے اس نے جو آپ ﷺ سے پہلے ہزاروں کے سامنے گرنے والا تھا اب وہ گویا توحید کا چشمہ غسل مصفی (خالص شہد) تھا اس نے کہا کہ ((گلا)) ہرگز نہیں آپ ﷺ نے اسکی تحسین فرمائی۔

آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ اس کے اس نفی کے جواب سے آپ ﷺ کا دل مبارک کتنا خوش ہوا ہوگا۔

(میری تمام نیکیاں ہدیہ، تحفہ صدقہ ہیں ہر اس شخص کے لئے جس نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو خوش کیا۔ کیا اس شخص نے یہ کہا کہ میں سجدہ تو نہیں کروں گا بلکہ چوموں گا آپکی قبر مبارک کو غسل دوں گا، طواف کروں گا جبکہ یہ تو آپ تعلیم دے رہے تھے اسکے باوجود آپ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ سجدہ کرنا، البتہ یہ کام تعظیم کے لئے کر لینا، معاذ اللہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کا کبھی تصور نہ فرمایا ہوگا کہ کوئی آدمی میری قبر کا طواف کرے یا غسل دے۔



## کلمہ توحید اور ایمان

کلمہ توحید کی تصدیق اور اقرار کے بعد قلب کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کی وحدانیت کا یقین پیدا ہوتا ہے اس کا نام ایمان ہے۔  
یہ ایمان ایک عجیب طاقت ہے جس کی وجہ سے ہر مشکل آسان ہوتی ہے، ہر مصیبت لذیذ ہوتی ہے۔

اس کلمہ توحید سے حاصل ہونے والے ایمان کو قرآن حکیم کے اندر مختلف اشیاء سے تشبیہ دی گئی ہے۔

ہم نمبر وار ان تشبیہات کو بیان کرتے ہیں گویا ایمان کی تشبیہ دراصل کلمہ توحید کی تشبیہ ہوئی۔

نمبر ۱: ایمان کی تشبیہ آگ سے دی گئی ہے ارشاد الہی

﴿مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا﴾ (البقرہ ۱۷) آگ کے ساتھ مشابہت اس میں ہے کہ سونا اور چاندی کو جب آگ کے اندر ڈالا جاتا ہے وہ اس کے میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتی ہے سونا چاندی باقی رہتا ہے، اسی طرح مومن کو جب جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا تو آگ اسکے تمام گناہوں کو کھا جائے گی خالص ایمان باقی رہ جائے گا، عجائب القرآن رازی) نیز کلمہ توحید کی وجہ سے بھی تمام گناہوں کی مغفرت کا احادیث میں ذکر آیا ہے، گویا کلمہ توحید تمام گناہوں کو جلا دیتا ہے۔

نمبر ۲: کلمہ ایمان کی تشبیہ نور کے ساتھ دی گئی ہے ارشاد الہی



ہے ﴿اللَّهُ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ مَثَلُ نُورِهِ﴾ (النور ۳۵)۔  
 جب دل کے اندر یہ کلمہ ایمان ہوگا اسکی نورانیت تمام اعضاء پر واضح ہوگی  
 جیسا کہ ایک حدیث کے اندر ارشاد ہے

اے اللہ میرے دل میں، میرے کان میں، میری آنکھ میں، میری ہڈیوں  
 میں، میرے دماغ میں نور عطاء فرما۔ (ترمذی کتاب الدعوات، ابن  
 مسعود)

اس سے معلوم ہوا کہ کلمہ توحید انسان کے اندر ایک نورانیت پیدا کرتا ہے  
 وہ نور کل کائنات سے مختلف ہوتا ہے۔ اس نور کے سامنے کل کائنات کے  
 کسی بھی نور کی کوئی حیثیت نہیں اس طرح کہ دنیا کے اندر سب سے زیادہ  
 منور سورج ہوتا ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے نور کے سامنے سورج کا نور  
 بے وقعت ہوتا ہے کیونکہ سورج کا نور عارضی ہے اور کلمہ توحید کا نور  
 ابدی دائمی ہے جب کوئی نور نہ ہوگا تو یہ نور ہوگا، ارشاد ہے ﴿يَسْفَى  
 نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ﴾ (انکے آگے انکا نور دوڑ رہا ہوگا، الحدید)  
 ☆ سورج کو بادل چھپا دیتے ہیں نور توحید کو ساتوں آسمان بھی نہیں  
 چھپا سکتے۔

☆ سورج رات کو غائب ہوتا ہے جبکہ نور توحید رات اور دن میں کبھی  
 غائب نہیں ہوتا بلکہ رات کو زیادہ منور ہوتا ہے ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّ  
 نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلاً﴾ (بیشک رات کو تہجد  
 کیلئے اٹھنے سے نفس زیادہ قابو آتا ہے اور بات دل سے سیدھی نکلتی ہے



المزل (۶)

نیز ارشاد ہے ﴿لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ﴾ (لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے)۔ ان آیات میں رات کے وقت نور ایمان کا روشن ہونا واضح ہے۔

☆ سورج کا نور فنا ہوگا ارشاد الہی ہے ﴿إِذَا الشَّمْسُ كَسُ كُوْرَتْ﴾ (جب سورج بے نور ہوگا کلمہ تو حید کا نور کبھی بے نور نہ ہوگا) ☆ سورج کو گرہن لگ جاتا ہے نور تو حید کو کبھی گرہن نہیں لگتا ☆ سورج کا نور اشیاء کو سیاہ کرتا ہے نور تو حید تو منور کرتا ہے ☆ سورج کا نور جلاتا ہے نور تو حید جلنے سے محفوظ کرتا ہے ارشاد نبوی ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ پڑھنے والے پر جہنم حرام ہے

☆ سورج کا نور کبھی نافع اور کبھی نقصان اور نور تو حید ہمیشہ نافع ہی نافع ہے

☆ سورج کا نور صرف دنیا میں فائدہ دیتا ہے، نور تو حید دنیا و آخرت دونوں میں نافع ہے

☆ سورج کا نور زمین والوں کی زینت ہے اور نور تو حید آسمان والوں کی زینت ہے

☆ سورج کا نور مخلوق کو ظاہر کرتا ہے اور نور تو حید خالق کو ظاہر کرتا ہے جیسا کہ حضرت علیؑ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا تو انہوں نے فرمایا ﴿لَا اَعْبُدُ رَبَّالْمَ اَرَهُ﴾ (میں ایسے رب کی



عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھنا نہ ہو)

☆ سورج کے نور پر مخلوق کی نظر ہوتی ہے نورِ توحید پر خالق کی نظر ہوتی

ہے ارشاد نبوی ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْظُرُ إِلَى صُورِكُمْ وَلَا إِلَى

أَمْوَالِكُمْ وَلَكِنْ يَنْظُرُ إِلَى قُلُوبِكُمْ وَتَقْوَاكُمْ﴾ (یعنی اللہ تعالیٰ

تمہاری صورتوں اور مال کی طرف نہیں دیکھتے بلکہ تمہارے دلوں اور تقویٰ

کی طرف دیکھتے ہیں، (طبرانی عمران بن حصین)

☆ نورِ توحید کی مشابہت مٹی کے ساتھ ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَالْبَلَدُ

الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا

نَكِدًا﴾ (الاعراف ۵۸)

اس لیے کہ مٹی ایسی چیز ہے کہ اسکے اندر جو بیج بطور امانت ڈالا جاتا ہے

اسے یہ دو گنا کر کے اگاتی ہے جیسے ایک دانے سے کئی دانے۔ مومن بھی

جب عمل کرتا ہے قیامت میں کئی گنا ہو کر ملے گا ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّمَا

يُوفَى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (دین پر ثابت قدم

رہنے والوں کا اجر بے حساب ہے، النور)

☆ اس نورِ ایمان اور نورِ توحید کی مشابہت پانی کے ساتھ ہے جس

طرح پانی کپڑے کی نجاست کو صاف کرتا ہے اسی طرح کلمہ توحید اور

ایمان دل سے کفر و شرک کے گناہ کی نجاست کو صاف کرتے ہیں۔



## کلمہ توحید اور کھجور کا درخت

☆ کلمہ توحید کو کھجور کے درخت کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کھجور کے درخت کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے یہ مشابہت چند باتوں میں ہے۔

نمبر ۱: کھجور کا درخت ہر جگہ پیدا نہیں ہوتا بلکہ بعض جگہ ہوتا ہے اور بعض جگہ نہیں ہوتا اشارہ فرمایا کلمہ توحید بھی ہر زبان پر جاری نہیں ہوتا۔ نیز کلمہ توحید کی معرفت بھی ہر دل میں پیدا نہیں ہوتی۔

نمبر ۲: کھجور کا درخت تمام درختوں میں اعلیٰ اور بلند ہوتا ہے اسی طرح کلمہ توحید بھی تمام کلموں کے اندر بلند ہے۔

نمبر ۳: کھجور کے درخت کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور شاخیں بلند فضا میں ہوتی ہیں اسی طرح کلمہ توحید ثابت تو قلب مومن کے اندر ہوتا ہے جسے معرفت کہتے ہیں اس کی شاخ آسمانوں تک ہوتی ہے۔ اسی کو فرمایا ﴿أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ﴾ (اسکی جڑیں مضبوط ہیں اور اسکی شاخیں آسمان میں ہیں، ابراہیم)

نمبر ۴: کھجور کا درخت سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے اسی طرح کلمہ توحید بھی دو مرتبہ پھل دے گا ایک مرتبہ دنیا میں کہ مومن کو اہل شہادت امانت ولایت بنا دیتا ہے دوسری مرتبہ آخرت میں جنت باقی اور



نعمت الہی کا وارث بناتا ہے۔

نمبر ۵: کھجور کے درخت کے پھل کے اندر ایک گٹھلی ہوتی

ہے جس کا بظاہر کوئی نفع نہیں لیکن گٹھلی کی وجہ سے پھل کی قیمت میں کوئی

کمی بھی نہیں اسی طرح کلمہ توحید کے ساتھ اگرچہ مومن گناہوں

کا ارتکاب کرتا ہے لیکن ان گناہوں کی وجہ سے اسکی فضیلت میں کوئی کمی

نہیں ہے ارشاد ہے ﴿يُعْبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ اَنْفُسِهِمْ

لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾ (اے میرے گنہگار بندو اللہ کی رحمت

سے مایوس نہ ہو، الزمر)

نمبر ۶: کھجور کے درخت کا جو نچلا حصہ ہے لوگوں کے قریب

والا اس میں کانٹے ہیں نفع بخش پھل اوپر کے حصے میں ہے اسی طرح کلمہ

توحید ہے اسکے ساتھ اول میں تکالیف ہیں بعد میں لذیذ میٹھا پھل ہے

جنت اور معرفت کی شکل میں۔ (عجائب القرآن)

## مسلم اور لا الہ الا اللہ

تمام انبیا کرام صرف اسی دعوت کے لئے تشریف لائے کہ انسانوں کو یہ

بات سمجھائی جائے کہ تمام مقاصد، فیوضات، مفادات، نقصانات کا

مالک اسی واحد ذات لا شریک کو سمجھا جائے اور یہ صرف قول اور زبان

سے ہی نہیں بلکہ عقیدہ اور دل کی گہرائی اور اپنے عمل سے بھی اسکا



اظہار اسکے خلاف نہ ہو۔ اگر زبان سے تو یہ ہی کہتا ہے کہ میرا مقصد حل کر نیوالا اللہ ہے، فیض بخشنے والا اللہ ہے، فائدہ دینے والا اللہ، نقصان دینے والا اللہ ہے، اور عمل کا عالم یہ ہے کہ رب کے سامنے دعاء والے اعمال یعنی فرائض کی پابندی کر کے ہاتھ پھیلاتا نہیں اور مخلوق کے سامنے زندہ یا مردہ جنکو جانتا تک نہیں حتیٰ کہ انکے آباء و اجداد، شہر کا نام و نسب تک کو حقیقت میں نہیں جانتا سوائے کتب بنی کے اور اکثریت تو اتنا بھی نہیں جانتی انکے سامنے ہاتھ تو کیا دل اور نگاہ بھی پھیلائے رکھتا ہے۔

توحید پرست مسجد میں سجدہ ریز ہوتے ہیں اور یہ نیک بندوں کی چوکھٹوں کو چومتا پھرتا ہے۔

توحید پرست کعبۃ اللہ کو غسل دیتے ہیں غلاف پہناتے ہیں اور یہ نیک بندوں کی قبروں کو عرق گلاب سے غسل دے رہا ہوتا ہے اور غلاف چڑھا رہا ہوتا ہے؟

ذرا سوچئے اور غور کیجئے کہ کیا یہ نیک بندوں کی محبت کے نام پر انکو ایذا اور تکلیف تو نہیں دے رہا؟ کیونکہ ان نیک بندوں نے دین اور توحید کی جو خدمت کی اور دین اسلام کا پرچار کیا، کیا وہ اسی طرح کیا تھا کہ اپنے سے پہلے نیک بندوں کی قبروں کا طواف کرتے رہے اور قبروں کو غسل اور غلاف چڑھاتے رہے؟

کیا انکے اعمال میں ایسی کوئی چیز نظر آتی ہے؟ اگر کچھ کسی نے بتایا ہے تو کہاں تک سچ ہے؟ اور قرآن و سنت کے کتنا مطابق ہے؟ کہیں یہ ان



نیک بندوں پر تہمت اور الزام تو نہیں؟

کیا آپ نے کبھی ان نیک بندوں کی اپنی کتب سے بھی انکی زندگی کو پرکھا ہے کہ وہ دامنِ توحید سے کس طرح وابستہ رہے اور انکی قبروں کے ساتھ آپ کیا معاملہ کر رہے ہیں؟

کیا قرآن نے اسی طریقہ کو دینِ حنیف کہہ کر اسکی اتباع کا حکم دیا ہے؟ قرآن آپ سے کہتا ہے ﴿وَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ یعنی مذہبِ ابراہیم کی پیروی کرو۔ جبکہ آخر میں ﴿حَنِيفًا﴾ کا لفظ مبارک بتا رہا ہے کہ ابراہیم بھی حنیف تھے انکا مذہب بھی حنیف تھا۔

کیا ابراہیم علیہ السلام کی اس حنیفیت میں آپکو کہیں یہ بھی نظر آیا ہے کہ انہوں نے اپنے سے پہلے انبیاءِ اکرام کی قبروں کو تلاش کیا اور غسل دیا؟ غلاف چڑھائے، فریادرسی کے طلبگار ہوئے یا انکی قبروں پر جا کر اپنے مقاصد کیلئے دعا کر کے اللہ سے مانگ کر آپکے لئے ملتِ حنیفی کے اندر اس سب کچھ کی گنجائش فرمائی ہو؟

اگر یہ سب کچھ طریقہ ابراہیم علیہ السلام کے اندر نظر آتا ہے اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ابراہیم علیہ السلام کا یہ طرز عمل بتلایا ہے تو ہم اس کو دینِ حنیف کہتے ہیں اور اسی کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی دعوت سمجھتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے جبکہ حقیقت میں نہیں ہے نہ ابراہیم علیہ السلام کے طرز عمل میں ایسا ہے نہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے تو پھر آپ غور کریں گے کہ آپکا یہ سب طرز عمل لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی نفی اور انکار تو نہیں؟



اور کیا آپ یہ کر کے شرک کی طرف قدم تو نہیں بڑھا رہے؟ آپ غور فرمائیں گے تمام زمانوں میں جو شرک رہا ہے اہل اصل اسی طرح شروع ہوئی تھی۔ علامہ شرنبلی نے کسی مقام پر کیا ہی خوب کہا ہے ﴿اصل عبادۃ الاصلنام اتخاذ قبور الصالحین مساجدا﴾ (بت پرستی کی اصل یہ ہے کہ نیک بندوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنایا جائے۔ (فتاویٰ شامی)

اب ہم غور کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جن انسانوں کو صراط مستقیم پر قرار دیا ہے کہ یہ صراط مستقیم پر ہیں کیا انکے اعمال میں بزرگان دین یا گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی قبروں کے ساتھ ایسا کوئی معاملہ نظر آتا ہے جو آج ہم نیک بندوں کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں، ارشاد الہی ہے، ﴿وَلَهَدَيْنَهُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ (ہم چلائیے انکو سیدھی راہ پر) اس آیت کریمہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ساتھ صراط مستقیم پر چلانے کا وعدہ کیا ہے۔ اس میں صحابہ کرام بھی ہیں، اولیاء کرام بھی ہیں، فقہاء و تابعین بھی ہیں۔ کیا ان میں سے کسی سے بھی ایسا عمل ثابت ہے کہ وہ نیک بندوں کی قبروں پر جا کر عرس کیا کرتے تھے، طواف کیا کرتے تھے، انکے نام پر جا کر یا اللہ کے نام پر صرف انہیں کے مزارات پر جا کر کھانے تقسیم کیا کرتے تھے، یا کسی خوشی کے حاصل ہونے پر، یا جنگ میں فتح حاصل ہونے پر نیک بندوں کے مزارات پر جا کر نوافل پڑھا کرتے تھے؟ اور اگر نہیں پڑھتے تھے اور ایسے اعمال وہ



نہیں کرتے تھے تو اللہ کا انکے ساتھ صراطِ مستقیم پر چلانے کا وعدہ تھا وہ کیسے پورا ہوا؟ یا حقیقت کچھ اس طرح ہے وہ نیک بندے صرف اللہ ہی کے سامنے جھکتے تھے، اللہ ہی کیلئے شکرانے کے نفل ادا کرتے تھے، ہر کسی مسجد یا اپنے گھر میں اور اگر کوئی تعظیم والی جگہ چاہئے ہوتی تو اسکے لئے کعبۃ اللہ کا رخ کیا کرتے تھے، یہ وعدہ یقیناً پورا ہوا۔ صحابہ کرامؓ، اولیاء کرامؓ، فقہاء و علماء اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے چلانے سے اسی راستے پر چلے۔

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَاعْتَصَمُوا بِهِ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمًا﴾ (اللہ پر ایمان اور اسکی رسی کو مضبوط پکڑنے والوں کو اللہ اپنے فضل اور رحمت میں جگہ دیگا اور انکو اپنی طرف سے سیدھے راستے پر چلائگا، المائدہ)۔

اس آیت میں نیک بندوں کو صراطِ مستقیم پر چلانے کا وعدہ ہے۔ اب آپ نیک بندوں کے راستے میں دیکھیں کہ کیا مزارات اور قبور کے ساتھ انکا ایسا ہی معاملہ تھا؟ انکا صراطِ مستقیم پر ہونا قرآن سے ثابت ہے، کیا انکے بارے میں یہ بھی ثابت ہے کہ وہ نیک بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے تھے؟

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہے ﴿فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا﴾ (اپنے باپ سے کہا کہ میری اتباع کر میں تجھے سیدھے راستے کی راہنمائی کر رہا ہوں) کیا قرآن میں کہیں یہ ثابت



ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہیں اپنی قوم کو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی قبریں دکھلائیں ہوں کہ تم ان بتوں کو چھوڑو اور انبیاء کرام کے مزارات پر حاضری دے کر یہ مقاصد پورے کروالیا کرو؟

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے ﴿وَيَتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا﴾ (اللہ تجھ پر اپنی نعمت کامل کریگا اور صراط مستقیم

پر چلائگا) نیز ارشاد ہے ﴿إِنَّكَ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ (بیشک

آپ سیدھے راستے پر ہیں)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ﴿صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ تو

سب کو معلوم ہے پوری امت کو بھی اسی صراط مستقیم پر چلنے کا حکم ہے ارشاد

ہے ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُواهُ﴾ (یہی میرا سیدھا

راستہ ہے تم بھی اس پر چلو)



## حنیفیت اور کلمہ توحید

قرآن حکیم نے اپنے اوپر ایمان لانے والوں کو یہ بات خوب سمجھائی ہے کہ پہلے زمانہ کے یا حال کے زمانہ کے جو مشرکین تھے بظاہر تو مورتی، بت، تصویر یا قبر کی پوجا کر نیوالے تھے لیکن دراصل یہ پجاری ہیں اللہ کے بندوں کے انہی کی عبادت کو مختلف شکلوں میں ڈھال رکھا ہے تم اس حرکت سے باز آنا اور اصل دین توحید جسے دین حنیف کہا جاتا ہے اس پر قائم رہنا سب سے پہلے حنیفیت کا حکم سرور کو نبی ﷺ کو دیا گیا چنانچہ ارشاد ہے ﴿فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا﴾ (یعنی اپنے آپ کو حنیف بن کر دین پر قائم رکھیں، الروم) اسی لئے آپ ﷺ سے اعلان کروایا گیا ﴿قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لِّهٖ دِیْنِیْ﴾ (آپ فرمادیں مجھے اللہ کی عبادت کا حکم ہے بندگی کو اسکے لئے خالص کر کے، الزمر) نیز اس پر عمل کا آپ سے اعتراف بھی کروایا گیا ﴿قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لِّهٖ دِیْنِیْ﴾ (میں اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں اپنی بندگی کو اسی کیلئے خالص رکھتے ہوئے، الزمر)

دیکھئے ان آیات میں آپ ﷺ کو حنیفیت کا حکم دیا گیا ہے اس پر آپ ضرور غور فرمائیں کہ سرور کو نبی ﷺ کی حنیفیت کیسی تھی کیا آپ کی حیات طیبہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کسی سے حتیٰ کہ اپنے سے پہلے گزشتہ نبیوں سے یا انبیاء کی امتوں میں جو اولیاء کرام گزرے جسکو قرآن



نے اس طرح کہا ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ أُولَئِكَ الْمُقَرَّبُونَ﴾ (نیکیوں میں آگے بڑھ جانے والے ہی اللہ کے مقرب ہیں، الواقعہ)

دیکھئے یہ اولیا کرام ہیں گزشتہ انبیاء کرام کی امتوں کے اندر یہ ایک دو کی تعداد میں نہیں تھے بلکہ قرآن نے کہا ہے کہ ﴿ثَلَاثَةٌ مِنَ الْأُولِيَاءِ﴾ (یعنی پہلوں میں ایک بہت بڑا گروہ، الواقعہ) یہ اولیاء تھے انکی زندگی کے حوالے سے اللہ کے نبی نے کوئی اشارہ فرمایا ہو کہ پہلی امتوں کے مسلمان ان نیک بندوں کے ساتھ ایسی محبت کرتے تھے کہ ان سے ہی مانگنے لگے، انکی قبروں کی تعظیم کرنے لگے، انکی قبروں پر خوبصورت بلند و بالا عمارات تعمیر کر دیں اور ان سے اللہ کے دربار میں سفارشیں کروانے لگے۔ سال میں ایک مرتبہ انکی قبروں پر انکے کاموں کی یاد میں عرس منوانے لگے کیا یہ سب کچھ درست ہے؟ ہرگز نہیں۔

نیز سرور کونین ﷺ کو جو حنیف ہونے کا حکم دیا گیا اسکا کیا معنی ہے؟ قرآن سے معلوم کرتے ہیں کہ آپکی حنیفیت کیا ہے؟ ارشاد الہی ہے ﴿قُلْ إِنْ صَلَوَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ لَا شَرِيكَ لَهُ﴾ (یعنی آپ فرمائیں کہ میری نماز (اس میں تمام بدنی عبادتیں داخل ہیں، الاعراف)

میری قربانی (اس میں مالی عبادات داخل ہیں)  
اور میری زندگی (اس میں کوئی چیز ہے جو داخل نہیں)



اور میری موت سب رب العالمین کیلئے ہے ایسا رہنے کا مجھے حکم دیا گیا ہے۔

اس آیت کے ہر جملے پر ذرا غور فرمائیں گے کہ یہ دستور ہر مسلمان کو بتایا گیا ہے ارشاد ہے ﴿وَاَنَا أَوْلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (اور میں پہلا مسلمان ہوں) پہلے مسلمان کی یہ زندگی بتلائی گئی ہے اسکے ساتھ ہی یہ اعلان عظیم کروایا کہ ﴿لَا شَرِيكَ لَه﴾ یہ آپکو اور مجھے اور ہر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ محمد رسول اللہ کے پڑھنے والے کو کیا بتا رہا ہے؟

آپ نے غور فرمایا کہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے سب سے بڑے داعی کو فرمایا گیا کہ ﴿فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا، الرُّوم﴾ اسی طرح پوری امت کو خطاب ہے ﴿حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ﴾ (ساری کائنات سے کٹ کر ایک اللہ کی طرف مائل ہونیوالے بن کر رہو، الحج) حال بھی تمہارا یہ ہو کہ شرک کر نیوالے نہ ہو۔

مزید کھل کر سمجھئے کہ ابراہیم علیہ السلام حنیف تھے اور انکی حنیفیت اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پسند تھی لہذا آپ کو بھی منشور حنیفیت کا بتایا گیا اور قیامت تک نسل انسانی کیلئے اس ابراہیمی حنیفیت کو پسند فرمایا گیا ارشاد الہی ہے ﴿وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ (بعد والوں کیلئے اسی کلمہ کو باقی رکھا ہے، الزخرف)

حنیفیت اور خالص عبادت کا مفہوم یہ ہے کہ تمام صفات الوہیت کے اندر اسی ذات کو منفرد سمجھا جائے اور اپنے خفیہ حالات، غیبی معاملات،



سراڑ اور ضمائر، پوشیدہ احوال کے جاننے والا صرف اللہ ہی کو سمجھا جائے (روح المعانی، مظہری)

اگر میری یہ بات آپ کو سمجھ نہ آئے تو قرآن حکیم کی اس آیت پر غور فرمائیں ﴿قُلِ اللّٰهُ اَعْبُدْ مُخْلِصًا لّٰهُ دِيْنِيْ فَاَعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ (آپ فرمادیں کہ میں تو خالص اس ہی کی عبادت کروں گا تم جسکی چاہو اللہ کے سوا کرو بالآخر نقصان میں تم ہی رہو گے، الزمر)

اس آیت میں دوبارہ آپ کو اخلاص کا حکم دیا جا رہا ہے اور جن کے اندر یہ اخلاص نہیں آ رہا انکو نقصان والا قرار دیا گیا ہے اسی سورت کے اسی مضمون کے سلسلے میں کل کائنات کو ارشاد فرمایا ﴿اِلَّا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ (یعنی کان کھول کر سن لو کہ خالص عقیدہ اور عبادت اور پکار صرف اللہ ہی کسلئے ہے، الزمر) اور توحید پرستوں کو متوجہ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ بھی انکو اللہ نہیں کہتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ انکو اللہ کے قریب کر نیوالے ہیں ارشاد ہے ﴿وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖ اَوْلِيَاءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقْرَبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ (جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو حمایتی سمجھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم انکی عبادت نہیں کرتے یہ تو صرف ہمیں اللہ کے قریب درجہ دلوا دیتے ہیں، الزمر)

آپ کو سمجھ آ گیا ہو گا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حنیفیت کو پسند فرماتے ہیں اسی لئے اولین و آخرین کے بارہ میں فرمایا کہ ہم نے انکو حنیف رہنے کا حکم دیا تھا



ارشاد الہی ہے ﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ  
الدِّينَ حُنَفَاءَ﴾ (یعنی پہلی امتوں کو بھی سب کو یہی حکم تھا کہ عبادت  
اللہ کی کرو عقیدہ میں حنیف بن کر، البینہ)

دیکھئے ابراہیم علیہ السلام کی صفات میں پہلے حنیفیت کا ذکر فرمایا پھر مسلم  
ہونے کا ﴿وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُّسْلِمًا﴾ (لیکن حنیف مسلمان  
تھے، آل عمران) نیز سب سے بہتر دین اسکا ہے جسکے اندر حنیفیت ہو  
ارشاد الہی ہے ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ  
وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾ (یعنی بہترین دین  
اسکا ہے جو ملت ابراہیم پر رہے حنیف بن کر، النساء)

سورۃ زمر میں اخلاص اور حنیفیت کا ذکر کرنے کے بعد اسی مضمون کے  
سلسلے میں کلمہ توحید ﴿لا الہ الا ہو﴾ کا ذکر آیا ہے جو اس بات کی طرف  
اشارہ ہے کہ عبادت، اخلاص اور حنیفیت یہ سب پھل، شاخیں اور پتے  
ہیں کلمہ توحید ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کے یہ کلمہ انکے بغیر معتبر نہیں۔ محمد ﷺ  
کے صحابہ کرام امت کے اولین افراد ہیں جن کو قرآن نے اولیاء فرمایا  
یقیناً وہ حنیف تھے کیا ان صحابہ کرام نے بعد امام الانبیاء محمد ﷺ کے  
مبارک مکان کو جو کہ فوت شدہ اولیاء کرام کے مزاروں کی دیواروں سے  
یقیناً افضل تھا، جسکے اندر وحی نازل ہوتی تھی، جس مکان سے نکل  
کر سرور کونین ﷺ دیدار الہی کر کے آئے کیا صحابہ نے ان دیواروں کو  
چوما تھا یا انکو غسل دیا تھا یا ان پر غلاف چڑھائے تھے؟



کیا آپ ﷺ کی وفات کے بعد صحابہ نے آپ کی قبر مطہر مقدس کے ساتھ ایسا معاملہ کیا تھا جیسا کہ آپ اولیاء کرام کی قبروں کے ساتھ کر رہے ہیں، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آپ کو بھی اس قسم کے عمل سے باز آنا چاہئے کلمہ توحید کا جو مقصد حنیف ہونا ہے اس پر صحابہ کرام کی طرح قائم ہو جانا چاہئے جبکہ قرآن آپ کو یہ کہہ بھی رہا ہے ﴿فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدْ اهْتَدَوْا﴾ (اگر انکا ایمان اے صحابہ تمہارے ایمان جیسا ہوا تو پھر وہ ہدایت یافتہ کہلائیں گے وگرنہ نہیں، البقرہ)

ذرا میدان میں آئیے اور ابراہیم علیہ السلام کی حنیفیت کو بیان کریں

## کلمہ توحید ابن قیم کے الفاظ میں

- ☆ کلمہ توحید وہ کلمہ ہے کہ زمین و آسمان اسی سے قائم ہیں کل مخلوقات اسی کیلئے پیدا ہوئی ہے
- ☆ اسی کی دعوت کیلئے تمام رسول بھیجے گئے ہیں اور کتابیں نازل ہوئی ہیں اور شریعتیں رکھی گئی ہیں اسی کیلئے اعمال کی ترازو رکھی گئی ہیں
- ☆ جنت اور جہنم کے بازار اسی کی بنیاد پر قائم ہیں
- ☆ اسی کلمہ کی وجہ سے مخلوق کی تقسیم ہے کچھ کافر اور کچھ مؤمن
- ☆ اسی کلمہ کی بنیاد پر اہل ایمان کے اندر ابرار، اولیاء کرام، فجار اور بدکار کی تقسیم رکھی گئی ہے



☆ تخلیق اور امر کی بنیاد یہی کلمہ ہے اسی پر ثواب و عقاب ہے

☆ مخلوق پر خالق کا یہی حق ہے اسی کے حقوق کے بارے میں سوال

ہوگا

☆ اسی کیلئے قبلہ ہے اسی پر مذہب کی بنیاد ہے

☆ میدان جہاد کے اندر تلوار اسی کی بلندی کیلئے نکالی جاتی ہے

☆ یہ کلمہ اسلام ہے، یہی جنت کی چابی ہے

☆ اولین و آخرین سے اسی کلمہ کے بارے میں سوال ہوگا

☆ کل مخلوق کے قدم میدان حشر کے اندر اپنی جگہ سے ہٹ نہ سکیں

☆ گے جب تک کہ یہ نہ بتادیں کہ کس عبادت کرتے تھے جواب میں اگر یہ ہوا

☆ کہ لا الہ الا اللہ تو کامیاب ہونگے، زاد المعاد مقدمہ

## معبود کے ساتھ کونسا تعلق عبودیت ہے

امام ابن قیم فرماتے ہیں کہ الہ (معبود) اس ذات کو کہا جاتا ہے جسکی محبت جلال، انابت، اکرام، تعظیم، عاجزی، خضوع، خوف، رجاء اور توکل کے اندر دل ڈوبا ہوا ہو جس ذات کے لئے دل میں یہ صفات پیدا ہو جائیں وہ معبود ہوتا ہے۔ اسی لئے موحد تو حید پرست کے دل میں یہ چیزیں صرف اللہ بنہ و تعالیٰ کے لئے پیدا ہوتی ہیں اگر یہی صفات یعنی انتہائی درجہ کی محبت اور تعظیم، بھروسہ، خوف، امیدیں مالک حقیقی کے سوا مخلوق



میں سے کسی کے لئے بھی دل میں پیدا ہو جائیں تو گویا اس نے مخلوق کو معبود کا درجہ دے رکھا ہے اور مخلوق کو وحدہ لا شریک کے مساوی بنا رکھا ہے جو کہ لا الہ کی حقیقت کے خلاف ہے۔

قیامت کے دن شرک کر نیوالے افسوس کرتے ہوئے اس حقیقت کا اظہار کریں گے کہ ہماری غلطی تھی کہ ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کرتے تھے ارشاد الہی ہے ﴿إِذْ نَسَوَیْکُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (یعنی ہم تمہیں رب العالمین کے برابر درجہ دیتے تھے، الشعراء)

اب یہاں دیکھئے کہ برابری کو کتنا عام رکھا ہے کسی خاص چیز کا نام نہیں لیا جس سے معلوم ہوا کہ کسی بھی صفت میں برابر کرنا یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی الوہیت والی صفت کا کسی اور سے معاملہ کرنا اسی پر افسوس اور غلطی کا اعتراف کریں گے۔

امام ابن رجب حنبلیؒ فرماتے ہیں کہ الہ وہ ہے جسکی اطاعت کی جائے معصیت نہ کی جائے، نیز جس کے لئے دل میں ہیبت، جلال، محبت، خوف توکل ہے جس سے دعا کی جائے۔ یہ تمام صفات جسکے لئے دل میں پیدا ہوتی ہیں اسی کو الہ کہتے ہیں، (الدرر السنیہ ص 426)۔

یہ کیفیات دل کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کسی بھی شخص کے لئے پیدا کرنا خواہ فرشتوں، جنات اولیا کرام، انبیا کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام تو یہ انکو معبود قرار دینے کے برابر ہے اور ﴿لا الہ﴾ کی نفی ہے غور کیجئے کہ ابن قیمؒ اور ابن رجبؒ کی بات سے ﴿لا الہ﴾ کا مفہوم یہ



سمجھ آ رہا ہے کہ ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ اس جیسا خوف، عاجزی اس جیسا توکل اللہ کی ذات کے سوا کسی کیلئے نہیں۔

اگر آپ کلمہ توحید کے پڑھتے ہوئے بھی امیدیں، خوف، رجاء، توکل اس ذات کے سوا کسی اور سے وابستہ رکھیں کیا پھر بھی توحید باقی ہے؟ آپ کو یہ تسلیم کرنا پڑیگا جس جس حال کو آپ اپنے معبود حقیقی کے لئے مانتے ہیں وہ حال اس ذات کے سوا کسی کے لئے نہیں بنا سکتے اگر آپ جو معاملہ اس ذات کے ساتھ کرتے ہیں وہی اس ذات کے سوا سرور کونین ﷺ کے لئے کریں یا کسی نیک مردہ یا زندہ انسان کے ساتھ کریں تو گویا آپ نے اسکو معبود کا درجہ دیدیا ہے جو کہ خالصتاً ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کے مفہوم کے خلاف ہے۔

اما بن قیوم کا ایک شعر پیش خدمت ہے فرماتے ہیں

لله حق لیس لعبده      ولعبده حق ہما حقان

لا تجعلوا الحقین حقاً واحداً من غیر تمیز ولا فرقان  
ترجمہ: اللہ کا ایک حق ہے جو اللہ کے بندے (آپ ﷺ) کا نہیں ہے اور انکے بندے (آپ ﷺ) کا ایک حق ہے یہ دو حق جدا جدا ہوئے ان دونوں حقوق کو بغیر کسی فرق کے ایک حق نہ بناؤ۔

غور کیجئے کہ آجکل نیک بندوں کی قبروں پر کیا ہو رہا ہے آپکا کیا خیال ہے کہ ان نیک بندوں کی قبروں سے سرور کونین ﷺ کا وہ مکان جس میں آپ سکونت پزیر تھے کیا وہ مکان ان نیک بندوں کے مزاروں سے افضل



نہیں تھا؟ اگر تھا اور حقیقت میں تھا تو اسلام اور کلمہ توحید کے اول ماننے والے حقیقت میں محبت اور فدایان رسول ﷺ بھی تھے لیکن اس سب کے باوجود کوئی بھی آپ ﷺ کے مبارک مکان کی دیواروں کو نہیں چومتا تھا اور نہ ہی سرور کونین ﷺ کے مبارک درو دیوار کو چادریں چڑھاتے تھے۔ حالانکہ جتنی آج کے مسلمان کو کسی نیک بندے سے محبت ہے صحابہ کرامؓ اس سے کہیں زیادہ سرور کونین ﷺ سے محبت کرتے تھے انکی محبت رسول ﷺ کی کسی چیز سے مشابہت ہی ممکن نہیں۔

## عقیدہ توحید کی حفاظت

عقیدہ توحید کی آپ ﷺ نے کیسے حفاظت فرمائی آپ سمجھتے تھے کہیں میری امت غلو کے اندر اس طرح مبتلا نہ ہو جائے جیسے یہود و نصاریٰ مبتلا ہوئے تھے اسی لئے سرور کونین ﷺ نے اپنی امت کو ہر ایسے طریقہ سے جس میں شرک کا شائبہ یا وہم ہو سکتا ہے منع فرمایا اپنی ذات بابرکات کے ساتھ لفظی یا معنوی یا تعظیمی طور پر ایسا طریقہ اختیار کرنے سے منع فرمایا جس میں اگرچہ آپ کے سامنے شرک کی بو بھی نہ ہو لیکن بعد میں امت کے غلط فہمی کے اندر مبتلا ہونے کا خطرہ ہو۔

آپ ﷺ کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ ﴿ما شاء اللہ و شاء رسوله﴾ (جو اللہ چاہے اور اس کا رسول چاہے) آپ نے اسکو تنبیہ فرمائی



اور یہ جملہ مبارک ارشاد فرمایا ﴿اجعلتنی اللہ ندا﴾ (کیا تو مجھے اللہ کا شریک بناتا ہے، مسند احمد) اس طرح کہہ جو اللہ چاہے وہ ہوگا، حالانکہ وہ شخص کوئی شریک نہیں بنا رہا تھا اس نے تو ادب و تعظیم کی تھی آپ ﷺ نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے درجہ کی تعظیم کے شبہ سے بھی منع فرما دیا۔

ایک آدمی نے سرور کونین ﷺ کے سامنے بطور خطبہ کوئی بات بیان کی اور اسکے ضمن میں اللہ اور سرور کونین ﷺ کو ایک ضمیر کے اندر جمع کر کے اس طرح کہا کہ ﴿ومن یعصهما﴾ (یعنی جو اللہ اور اسکے رسول کی نافرمانی کرے) ہما ضمیر کے اندر اللہ اور اسکے رسول دونوں جمع کر کے کنا یہ کیا، آپ ﷺ نے اسکو ٹوکا اور ارشاد فرمایا ﴿بئس الخطیب انت﴾ تو بہت برا خطیب ہے۔

دیکھئے وہ شخص کوئی شرک نہیں کر رہا تھا صرف اللہ اور اسکے رسول کو ایک ضمیر کے اندر جمع ہی کیا ہے آپ ﷺ نے اپنے لئے اسکو بھی ناپسند فرمایا۔

یہ سب صرف اسلئے ہے کہ عقیدہ توحید کی حفاظت کی جائے اور امت اس سے آگاہ رہے اور اس بات کو اپنے ارشادات کے ذریعہ خوب واضح فرمایا جس کے لئے ہم نمبر وار چند احادیث بیان کر دیتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ﴿لا تطرونی کما

ا طرت النصارى عیسی ابن مریم انما انا عبد فقولوا عبد اللہ ورسولہ﴾ (میری شان اتنی نہ بڑھاؤ جتنی نصاری نے



حضرت عیسیٰ کی شان کو بڑھایا میں تو اللہ کا بندہ ہوں تم بھی کہو کہ آپ ﷺ اللہ کے بندے اور انکے رسول ہیں، بخاری، مسلم)

حدیث نمبر ۲: آپ ﷺ کا فرمان عالی شان ہے ﴿ایاکم والغلو فانما اهلك من كان قبلكم الغلو﴾ (غلو سے بچنا تم سے پہلوں کو غلو کی وجہ سے ہی برباد و ہلاک کیا گیا ہے، نسائی، ابن ماجہ) غلو کا مفہوم یہی ہے کہ جو چیز شریعت کے اندر لازم نہیں اسکو لازم سمجھا جائے یا جو عقیدہ شریعت نے نہیں دیا وہ اختیار کرنا ہی غلو کہلاتا ہے، مثلاً یہود نے حضرت عزیز علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تو برباد ہوئے، نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلو کیا تو برباد ہوئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انکے لئے ارشاد فرمایا ﴿یا اهل الكتاب لا تغلوا فی دینکم ولا تقولوا علی اللہ الا الحق﴾ (اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں سچ کے سوا کچھ نہ کہو، النساء) اسی لئے امت محمدیہ ﷺ کو غلو فی الدین سے منع کیا جا رہا ہے

حدیث نمبر ۳: سرور کونین ﷺ نے اپنی قبر کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ﴿لا تجعلوا بیوتکم مقابرا ولا تجعلوا قبری عیدا وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم﴾ (یعنی اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ یعنی اپنے گھروں میں نفل نماز پڑھا کرو اور میری قبر کو عید کی جگہ نہ بناؤ مجھ پر درود پڑھا کرو جہاں بھی تم ہو گے مجھے تمہارا درود پہنچایا جاتا ہے) دیکھئے اس حدیث میں اپنی قبر مبارک کو



بطور عید اجتماع گاہ سے منع فرمایا اور درود پڑھنے کا حکم دیا اور اپنی قبر مبارک پر کھڑے ہو کر حاجات مانگنے اور مشکلات میں فریاد رسی کروانے کی ترغیب نہیں دی۔ آج تو یہ سب کچھ اولیاء امت کی قبروں پر ہو رہا ہے اور اسی کو نیک بندوں کی محبت کا درجہ دیا جا رہا ہے اور جو ایسا نہ کرے اسکو گستاخ اولیا کا درجہ دیا جاتا ہے۔ کیا آپ ﷺ کی تعلیمات میں یا ان اولیاء امت کی اتباع نبوی میں اسکی کوئی جھلک ملتی ہے؟ حاشا وکلا قطعاً نہیں تو پھر یہ سب کچھ کیا ہے؟

یہی حدیث امام زین العابدین سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ کھڑکی سے سید کو نین ﷺ کے روضہ میں داخل ہوا اور دعا کرنے لگا انہوں نے اس شخص کو بلایا شام کے کھانے کی دعوت دی اور فرمایا مجھے میرے دادا حضرت علی سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے ﴿لاتتخذوا قبری عیدا﴾ (یعنی میری قبر کو عید کی جگہ نہ بنانا) اس حدیث میں ہے امام زین العابدین نے اسکو دعا سے منع فرمایا اور درود شریف پڑھنے کا حکم دیا، المختارہ ضیاء مقدسی ص ۴۹ حدیث نمبر ۴۲۸)

حدیث نمبر ۴: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللهم لاتجعل قبری وثنا یعبد اشتد غضب اللہ علی قوم اتخذوا قبورا نبیائہم مساجدا (اے اللہ میری قبر کو ایسا مت بنا جسکی پوجا ہو کرے اللہ غضبناک ہوتے ہیں ان لوگوں پر جنہوں نے



اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا، موطا)

## پکار عبادت ہے

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کو اگر کوئی پکارتا ہے تو گویا عبادت کرتا ہے کیونکہ عبادت اور پکار ایک چیز ہے بلکہ پکار اور دعا کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے ارشاد نبوی ہے ﴿الدعاء مخ العبادة﴾ (دعا عبادت کا مغز ہے) بلکہ یہ ارشاد بھی روایات کے اندر ملتا ہے کہ ﴿الدعاء هو العبادة﴾ (دعا ہی عبادت ہے)

قرآن حکیم کے اندر کئی مقامات پر دعا اور عبادت کو ایک آیت میں جمع فرمایا گیا ہے ارشاد ہے ﴿قَالَ رَبِّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي﴾ (تمہارے رب نے کہا کہ مجھے پکارو میں قبول کروں گا جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، مؤمن) غور کیجئے آیت کے اول حصہ میں جس چیز کو دعا (پکار) فرمایا اسی کو آیت کے آخر میں عبادت فرمایا معلوم ہوا کہ اسباب کے بغیر کسی کو پکارنا اسکی عبادت ہے جس طرح اسباب کے بغیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو پکارنا عبادت ہے۔

دیکھئے حضرت ابراہیم نے پکار اور عبادت دونوں کو ایک فرمایا اور اللہ کے ما سوا کسی کو پکارنا اسکو بھی برا فعل قرار دیا اور اللہ کے ما سوا کی عبادت کو بھی



برافعل قرار دیا ارشاد ہے ﴿وَأَعْتَزِلْكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ  
اللَّهِ﴾ (میں تم سے اور جنکو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو سب سے بیزار ہوں  
، مریم) اس میں انکے طریقہ کو پکار سے تعبیر فرمایا نیز ارشاد ہے ﴿أَفِ  
لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (بربادی ہے تمہارے لئے  
اور جنکی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا، الانبیاء) اس میں انکے طریقہ کو  
عبادت سے تعبیر فرمایا معلوم ہوا کہ اللہ کے ماسوا کو پکارنا اسکی عبادت ہے  
﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ آپکو اس سے منع کرتا ہے۔

مزید ارشاد سنئے ﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَاءَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ  
دُونِ اللَّهِ﴾ (مجھے بتاؤ تمہارے شرکاء جنکو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو  
انہوں نے کیا بنایا ہے، الفاطر) اس آیت میں اللہ کے سوا کسی کو بھی  
پکارے تو اسکو اپنا شریک قرار دینا فرمایا ہے۔

ارشاد سنئے ﴿اتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ (کیا  
تم بعل کو پکارتے ہو احسن الخالقین ذات کو چھوڑتے ہو، الصافات)  
اس آیت میں کتنا واضح ہے کہ بعل کو پکارنے کی اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو نہ  
پکارنے کی مذمت فرمائی۔

ارشاد ہے ﴿قُلْ أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ  
اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ﴾ (آپ فرمادیجئے کہ مجھے بتاؤ  
اللہ کے سوا جنکو پکارتے ہو یہ مجھ سے تکلیف وغیرہ دور کر سکتے ہیں اگر اللہ  
تکلیف پہنچانا چاہے، الزمر)



اس آیت میں کتنا واضح فرمایا کہ وہ لوگ اللہ کے ماسوا کو پکارتے تھے اسکی مذمت فرمائی گئی اور آیت کے آخر میں مسلمانوں اور آپ ﷺ کی پکار کے لئے اللہ کو کافی فرمایا گیا ہے اور یہ کہا گیا کہ مسلمانوں کو صرف اللہ کو پکار کر ہی بھروسہ کرنا چاہئے۔

کیا آیت میں فرمایا گیا کہ وہ اللہ کے ماسوا کو پکارتے تھے اسلئے مشرک ہوئے اے ایمان والو تم اللہ کے نیک بندوں اور سرور کو نین ﷺ کو پکار لیا کرو۔ قرآن کی کسی آیت میں اسکی اجازت ہو یا سرور کو نین ﷺ کی حیات طیبہ میں کسی صحابی نے یا کسی سریہ (میدان جہاد) میں آپ ﷺ سے غائبانہ مدد مانگی ہو یا اسکی ترغیب دی ہو یا جو صحابہ کسی سریہ میں آپ ﷺ سے غائبانہ مدد نہیں مانگتے تھے انکی مذمت کی گئی ہو؟

ان آیات سے آپکو بخوبی یہ بات معلوم ہوگئی ہوگی کہ مشرکین اللہ کے ماسوا کو مدد، حاجات، مشکلات میں غائبانہ پکارتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ ہماری مدد کر سکتے ہیں یا اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مدد کروا سکتے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام اسی بات کی دعوت دیتے تھے کہ اللہ کے ماسوا کسی کونہ پکارا جائے پکار کے لائق صرف وہی ذات ہے ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کے اندر یہی دعوت تھی۔

جب بندہ ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کا اقرار کرتا ہے تو وہ اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میں اللہ کے ماسوا کو نہیں پکاروں گا صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو ہی پکاروں گا۔



ہر توحید پرست چاہے امام الانبیاء (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں انکو بھی یہ حکم ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مت پکارنا ارشاد الہی ہے ﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے ماسوا کو مت پکاریں، یونس ۱۰) نیز ارشاد ہے ﴿فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ (اللہ کے ساتھ دوسرا معبود مت پکار، الشعراء ۲۶)

نیز ارشاد ہے ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (اللہ کے ساتھ دوسرا معبود مت پکار اسکے سوا کوئی معبود نہیں، القصص) غیر اللہ کی پکار کے ساتھ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کا کلمہ آیت کے اندر موجود ہے جس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے ماسوا کی پکار ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے خلاف ہے۔

## مشرک کی پکار

مشرک جیسے اپنے معبود ان باطلہ کو پکارتے تھے ایسے ہی کبھی کبھی براہ راست اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بھی پکارتے تھے۔ جب دیکھا کہ یہاں کوئی کام نہیں آ رہا تو اللہ کو پکارنا شروع کر دیا ارشاد الہی ہے ﴿دَعُوا آلِهَةَ مَخْلُصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ﴾ (یعنی صرف خالص اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور کہتے تھے اے اللہ اگر اس مصیبت سے تو نے بچایا تو ہم تیرے شکر گزار ہونگے جب نجات مل جاتی تو شرک شروع کر دیتے، یونس)



اس آیت میں کتنا واضح ہے کہ مشرکین کبھی صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو بھی پکارتے تھے۔

نیز ارشاد الہی ہے ﴿وَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ﴾ (جب کشتی میں سوار ہوتے تو مصیبت کے وقت صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو خالص پکارتے جب رہائی مل جاتی تو شرک کرتے، الانعام) سمجھ آئی کہ مشرکین کبھی اللہ کو بھی پکارتے تھے

نیز ارشاد ہے ﴿بَلْ آيَاءُ تَدْعُونَ﴾ (جب مصیبت پڑتی ہے سب کو پکارنا بھول جاتے ہو صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو، الفرقان) معلوم ہوا کہ مشرک اللہ کو بھی پکارتا ہے اللہ سے بھی مدد مانگتا ہے اور اللہ کے ماسوا سے بھی

## مسلم کی پکار

مسلم، توحید پرست اللہ ہی کو پکارتا ہے اسی سے مدد مانگتا ہے ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ کا کلمہ پڑھ کر اپنے رب سے عہد کرتا ہے تیرے سوانہ میں کسی کو پکارو نہ عبادت کرو نہ گناہ مدد چاہو نہ گناہ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (کے اندر اسی کا اقرار کرتا ہے قرآن پر ذرا غور کیجئے کہ اصحاب کہف جو کہ اولیاء کرام تھے انکا ولی ہونا قرآن سے ثابت ہے انہوں نے کہا تھا کہ ﴿لَنْ نَدْعُوا مِنْ دُونِهِ إِلَهًا لَقَدْ قُلْنَا إِذَا



شَطَطًا ﴿﴾ (ہم اللہ کے سوا کسی معبود کو نہ پکاریں گے اگر ہم نے اسکے سوا

کسی کو پکارا تو ہم نے ایک حد سے بڑھی ہوئی بات کی، الکہف)

سید کو نبی ﷺ کے تربیت یافتہ امت کے اولین کلمہ گو تو حید پرستوں کے

بارہ میں ارشاد ہے ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ﴾ (صبح

شام اپنے رب کو پکارتے ہیں، الانعام)

اہل ایمان، صلحاء، اولیاء کرام کی تعریف میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے

سوا کسی کو نہیں پکارتے، الفرقان)

اولیا تہجد گزاروں کے بارہ میں فرمایا ﴿يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا

وَّطَمَعًا﴾ (ڈر اور امید سے اپنے رب کو ہی پکارتے ہیں، الم سجدہ)

تمام انبیاء کرام کے بارہ میں فرمایا ﴿يَدْعُونَنَا رَغَبًا

وَرَهَبًا﴾ (شوق اور خوف سے ہم کو پکارتے تھے، انبیاء)

اہل ایمان کو حکم ہے کہ صرف اپنے رب کو پکارو ﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ

تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً﴾ (گڑ گڑا کر آہستہ سے اپنے رب کو پکارو،

الاعراف)

عام مسلمانوں کو فرمایا ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ

كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾ (صرف اللہ ہی کو پکارو چاہے کافر برا ہی مانیں،

مؤمن)

ارشاد ہے ﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ



تَعُوذُونَ ﴿خالص اللہ ہی کو پکارو جیسے پہلی مرتبہ پیدا کیا دوبارہ بھی  
کریگا، الاعراف﴾ اس آیت میں اگر آپ غور کریں گے تو تین باتیں سمجھ  
آئیں گی

نمبر 1: اللہ ہی کو خالص پکارنا ارشاد ہے

﴿فادعوه مخلصين له الدين﴾

نمبر 2: مخلوق کو اول پیدا کر نیوالا ارشاد ہے ﴿كما بدئكم

نمبر 3: ﴿تعودون﴾ مخلوق کو دوبارہ پیدا کر نیوالا ارشاد ہے

کیا لطف آمیز کلام ہے وحدانیت سمجھانے کیلئے کہ اے مسلمانو جب میں  
نے پہلی مرتبہ پیدا کیا کسی کو شریک نہیں بنایا نہ کوئی مدد کیلئے شامل تھا نہ انبیا  
کرام نہ اولیا کرام نیز جب دوبارہ قبروں سے نکلو گے اس پیدا کرنے  
میں بھی کوئی شریک نہ ہوگا۔ کسی کی مدد نہ انبیاء کرام علیہم السلام سے نہ  
اولیاء عظام سے، یہ دونوں باتیں تم بھی مانتے اور تسلیم کرتے ہو

اول پیدائش کا تمہیں مشاہدہ ہے ارشاد ہے ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ

الْأُولَى﴾ (تم اپنی پہلی پیدائش کو جانتے ہو، الواقعہ) اس میں اللہ کے

سوا کوئی نہ ہونا تمہیں معلوم ہے دوسری بات ہم تمہیں بتاتے ہیں ہم ہی

اٹھائیں گے ارشاد ہے ﴿وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْآخِرَى﴾ (دوسری

مرتبہ اٹھانا ہمارے ذمہ ہے، النجم) اس میں بھی کوئی شریک نہ ہوگا۔

بعض مردوں کے زندہ کرنے کا مشاہدہ بھی کروایا گیا ہے مثلاً بنی اسرائیل



کا ایک واقعہ ہے ﴿فَقَالَ لَهُمُ اللَّهُ مُوتُوا ثُمَّ أَحْيَاهُمْ﴾ (اللہ نے

ان سے فرمایا مر جاؤ وہ مر گئے پھر اللہ نے انکو زندہ کر دیا، البقرہ)

نیز بنی اسرائیل کے گائے والے قصے میں ایک قتل شدہ انسان کو زندہ

کر کے موسیٰ علیہ السلام کو اصل حال سے آگاہ فرمایا ارشاد ہے ﴿فَقُلْنَا

اضْرِبُوَاهُ بِبَعْضِهَا كَذَلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَى﴾ (ہم نے کہا اسکو

گائے کے گوشت سے لگاؤ وہ زندہ ہوا، البقرہ)

ایک نبی جن کے پاس سفری طعام، شراب اور سواری کا گدھا موجود تھا انکو

موت آئی ۱۰۰ سال تک ان پر موت طاری رہی پھر زندہ ہوئے یہ نبی

غالباً حضرت عزیر علیہ السلام تھے یہ سب کچھ بتا کر ارشاد فرمایا کہ جب

پہلی مرتبہ پیدائش میں کوئی نبی، ولی شریک نہیں تو دوبارہ پیدا کرنے میں

بھی کوئی شریک نہیں لہذا ﴿فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (

پکارنے میں بھی کسی کو شریک مت بناؤ، الزمر)

اہل ایمان کو خاص خطاب ﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ

مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ (وہ زندہ قائم ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں

خالص اسی کو پکارو)

اس آیت پر غور کرنے سے تین باتیں معلوم ہوئیں

نمبر 1: وہ ہمیشہ حی ہے ﴿هُوَ الْحَيُّ﴾

نمبر 2: لا الہ الاہو کلمہ توحید ہے

نمبر 3: خالص اسی کو پکارو ﴿فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ



الدِّينِ ﴿

آپکو سمجھ آگئی ہوگی کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ ہر مصیبت، مشکل میں اسی کو پکارا جائے اسکے سوا کسی کو نہ پکارا جائے۔

### کلمہ توحید کیلئے سات شرطیں

اس کلمہ توحید کا جب بندہ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرتا ہے تو اسکے لئے سات شرطیں ہیں۔ یعنی بندہ کے اندر وہ سات چیزیں پائی جائیں تو اسکا اقرار اور تصدیق معتبر ہے یہ سات شرطیں تفصیلاً نہ بھی ہوں تو کم از کم اجمالاً معلوم ہونا چاہئیں۔

نمبر 1 علم: یعنی آدمی کو یہ بات معلوم ہو کہ یہ نفی اور اثبات کس کے لئے ہے کس کی نفی ہے اور کس کا اثبات ہے تفصیلاً نہیں تو کم از کم اتنا معلوم ہو کہ معبود صرف اللہ ہے اسکے سوا معبود نہیں۔ اگر کسی کو اللہ کا معبود ہونا اور اللہ کے سوا کسی اور کا معبود نہ ہونا بھی معلوم نہ ہو تو گویا اس نے کلمہ توحید کا اقرار ہی نہیں کیا ارشاد الہی ہے ﴿إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾ (مگر جو لوگ کلمہ حق کی گواہی دیں اور وہ جانتے بھی ہوں، الزخرف) اس آیت میں واضح طور پر کلمہ شہادت کے لئے علم کی قید اور شرط موجود ہے

نیز ارشاد الہی ہے ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (یعنی جان لو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، محمد)



نیز ارشاد الہی ہے ﴿فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَن لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (جان لو کہ جو کچھ اتارا ہے علم کے موافق اتارا ہے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، ہود)۔

اس آیت میں واضح طور پر کلمہ توحید کا ذکر ہے اور اس سے پہلے علم کی قید اور تنبیہ موجود ہے، معلوم ہوا کہ کلمہ توحید کے لئے علم ضروری ہے۔ حدیث میں ارشاد ہے ﴿مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ﴾ (یعنی جسے موت آئی اور وہ جانتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں تو وہ جنت میں داخل ہوگا)۔ اس حدیث میں غور کریں گے تو آپکو معلوم ہوگا کہ کلمہ توحید کے ساتھ علم کا ہونا ضروری ہے۔

نمبر 2 یقین: کلمہ توحید کے اقرار کے لئے دوسری شرط یقین ہے جب تک اس پر ایسا یقین جو شک و شبہ سے پاک ہونہ ہو تو اس کا اقرار معتبر نہیں ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾ (یعنی مومن جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے، الحجرات)

نیز قرآن کریم میں شک شبہ کرنیوالوں کی مذمت فرمائی گئی ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَأَرْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ﴾ (یعنی انکے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں سرگرداں ہیں، التوبہ)۔

نیز حدیث شریف کے اندر ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے ساتھ ﴿مُسْتَيَقِنًا﴾



بِهَاقَلْبَةٍ ﴿ یعنی دل میں یقین ہونے کی قید بھی موجود ہے (روایت ابو ہریرہؓ بحوالہ مشکوٰۃ) ﴾

نمبر 3 اخلاص: کلمہ توحید کے اقرار کے ساتھ اخلاص کا ہونا

بھی بہت ضروری ہے اسکے بغیر ایمان معتبر نہیں ارشاد الہی ہے ﴿ وَمَا أَمْرُو إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ﴾ (یعنی انکو اسکے علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت خالص اسی کیلئے کریں، البینہ)

نیز ﴿ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ﴾ (یعنی آپ فرمادیجئے کہ میں صرف اللہ ہی کی عبادت کرتا ہوں خالص کرتے ہوئے اسی کیلئے عبادت کو، الزمر)

نیز انسان کی ﴿ عمل الیوم واللیلة ﴾ کے اندر کلمہ توحید کے ساتھ ﴿ مخلصا له روحه مصدقا بها قلبه ﴾ کے الفاظ موجود ہیں۔

نمبر 4 صدق: چوتھی شرط یہ ہے کہ کلمہ توحید کے اقرار کے

اندر صادق ہو قول، فعل، عمل سے اس کی تصدیق نظر آتی ہو، ایسا نہ ہو کہ اقرار تو اللہ کے ماسوا کی نفی کا کرتا ہے اور عمل کے اندر ماسوا اللہ کی طرف متوجہ ہو، اللہ کی ذات کا دھیان بھی نہ ہو اور اللہ کے ماسوا کی طرف پورا

پورا متوجہ ہو، ارشاد الہی ہے ﴿ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴾ (یعنی جو شخص سچائی لیکر آیا اور سچی بات کی تصدیق کی وہی متقین میں سے ہے، الزمر) نیز ارشاد ہے ﴿ فَمَا مِنْ



اعطی و اتقی و صدق بالحسنی ﴿ (جس اللہ کے نام پر دیا اور اللہ سے ڈرا اور بھلی بات کی تصدیق کی، اللیل)

نمبر 5 محبت: یعنی کل کائنات میں سب سے زیادہ محبت اللہ کی ذات عالیہ سے ہو ارشاد الہی ہے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ (یعنی ایمان والے سب سے زیادہ محبت اللہ تعالیٰ سے رکھتے ہیں، البقرہ) نیز ارشاد الہی ہے ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (یعنی عنقریب اللہ سبحانہ و تعالیٰ ایسی قوم لے آئے گا کہ جن سے اللہ محبت کرے اور وہ اللہ سے محبت کریں گے، المائدہ) ایک حدیث میں ارشاد گرامی ہے ﴿ثَلَاثٌ مَنْ كُنَ فِيهِ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (یعنی تین خصلتیں ہیں وہ جس شخص میں آجائیں اسکو ایمان کی مٹھاس مل جائیگی یہ کہ اللہ اور اسکے رسول سے سب سے زیادہ محبت رکھتا ہو اور اگر کسی سے محبت کرے تو اللہ ہی کیلئے محبت رکھتا ہو اللہ اور اسکے رسول کی محبت کا مفہوم یہ ہے کہ اوامر کی اطاعت کرے نواہی سے پرہیز کرے، انکے اولیاء سے محبت رکھے، انکے دشمنوں سے عداوت رکھے۔

نمبر 6 انقیاد: یعنی احکام الہیہ کے سامنے ظاہری باطنی ہر طریقہ سے مطیع رہے اور سر تسلیم خم کرے ارشاد الہی ہے ﴿وَمَنْ يُسْلِمْ وَجْهَهُ إِلَى اللَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ



الْوُثْقَى ﴿جس نے ایمان کی حالت میں اللہ کے سامنے اپنے چہرے کو جھکایا اس نے اسلام کا مضبوط کڑا پکڑ رکھا ہے، لقمان﴾ نیز ارشاد ہے ﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ ﴿اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور فرمانبردار ہو جاؤ، الزمر﴾ نیز فرمایا ﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ﴿جو اپنا چہرہ اللہ کے سامنے جھکائے اس سے بہتر دین کس کا ہے؟ النساء﴾ نیز ارشاد نبوی ہے (ﷺ) ﴿لَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنَ الْكُفْرَانِ سُبُلٌ وَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنَ الْكُفْرَانِ سُبُلٌ وَلَا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنَ الْكُفْرَانِ سُبُلٌ﴾ (تم میں سے کوئی مؤمن نہیں جب تک کہ اسکی خواہشات میرے لئے ہوئے دین کے موافق نہ ہو جائیں، اربعین نووی)

نمبر 7 قبولیت: یعنی تمام احکام الہیہ کو بلا چون و چرا تسلیم کرے کلمہ توحید کے لوازمات کو ایسا تسلیم کرے کہ شک و شبہ باقی نہ رہے اور کسی حکم کے سامنے تکبر باقی نہ رہے، کیونکہ کفار کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا ﴿أَنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾ ﴿جب انکو لا الہ الا اللہ کی دعوت دی جاتی تھی تو وہ تکبر کرتے تھے، بحوالہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ مصنفہ شریف حمدان﴾



## الہ اور الوہیت سے مراد

امام زہریؒ کہتے ہیں کہ اللہ اسکی اصل الہ ہے، پھر الہ پر الف لام تعریف کے لئے داخل کیا گیا الالہ ہو گیا، پھر شروع میں ہمزہ ہے ثقل کی بنا پر اسکو حذف کر دیا گیا اسکے بدلہ میں لام لایا گیا تو یہ بن گیا الالہ لام تعریف جو ساکن ہوتا ہے اسکو حرکت دیدی گئی اب دو لام جمع ہو گئے اسکو دوسرے میں ادغام کر دیا اللہ ہو گیا۔ (جہود الشافیہ فی توحید العبادہ ص 58-59۔)

امام بیضاوی کہتے ہیں کہ الہ اصل میں ہر معبود کو کہا جاتا ہے چاہے وہ معبود برحق ہو یا باطل لیکن بعد میں یہ غالب الاستعمال ہوا ہے معبود برحق سبحانہ و تعالیٰ کے لئے ارشاد ہے ﴿وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاءِ إِلَهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَهٌ﴾

اور یہ الہ مشتق ہوتا ہے الہ الہتہ اولوہتہ الوہیتہ سے ان تمام الفاظ کے معانی ہیں عبد یعنی عبادت (بیضاوی ج 1 بحث الالہ)

کلمہ توحید کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے الوہیت اور الہ ہونیکو ثابت کیا گیا ہے اور انکی ذات عالیہ کے علاوہ کل کائنات سے الوہیت کی نفی ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے الہ ہونے کے معنی صرف یہ نہیں کہ وہ ہمارا معبود ہے ہم اسکے لئے سجدہ، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یا کسی اور قسم کی عبادت مثلاً



ذکر وغیرہ کرتے ہیں۔ الہ اور اللہ ہونے کے یہی معانی نہیں بلکہ یہ سب بھی انہی کے لئے ہے اور انکے الہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ہر حاجت کو انہی سے مانگتے ہیں جیسا ارشاد ہے ﴿اِذَا سَأَلْتُمْ فَاسْأَلُوا اللّٰهَ﴾ (جب مانگے تو اللہ سے مانگ) نیز ارشاد ہے ﴿فَاذْعُورِ اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهٗ الدِّيْنَ﴾ (اخلاص کے ساتھ ماسوا اللہ سے دل کو فارغ کر کے اللہ ہی کو پکار، الغافر) نیز ارشاد ہے ﴿فَاذْعُورِ اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهٗ الدِّيْنَ﴾ (اخلاص کے ساتھ ماسوا اللہ سے دل کو فارغ کر کے اللہ ہی کو پکار، الاعراف) نیز ارشاد ہے ﴿هُوَ الْحَيُّ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهٗ الدِّيْنَ﴾ (وہ زندہ ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اخلاص کے ساتھ ماسوا اللہ سے دل کو فارغ کر کے اللہ ہی کو پکار، الغافر) دیکھا آپ نے کہ اس آیت کریمہ میں دعا اور پکارنے کو کلمہ توحید لا الہ الاہو کے ساتھ ذکر فرمایا گیا ہے۔

نیز قرآن حکیم میں صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پکارنے کو قابل تعریف فرمایا گیا اور اپنے بندوں کو اسکا حکم دیا گیا ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ (تمہارے رب نے کہا ہے مجھے پکارو میں تمہاری فریاد سنوں گا، غافر)

نیز اللہ کے ماسوا کو پکارنے کی مذمت فرمائی گئی ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (اللہ کے ماسوا کو پکارنے والے سے بڑھکر گمراہ کون ہے؟)



نیز ایسے لوگوں کو جانور ہی نہیں بلکہ جانوروں سے بدتر فرمایا گیا ارشاد ہے ﴿أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ﴾ (وہ جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر ہیں، الاعراف)

صرف اپنے پکارنے والوں کو اپنے ناموں کا تعارف کروایا ارشاد ہے ﴿وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا﴾ (اللہ کے نام بھلے ہیں ان ناموں کے ساتھ پکارو، الاعراف)

اور کھلی چھوٹ دی جس نام کے ساتھ چاہو پکارو ارشاد ہے ﴿قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوْ ادْعُوا الرَّحْمَنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ﴾ (اللہ کہہ کر پکارو یا رحمن کہہ کر پکارو جس نام سے بھی چاہو پکارو، الاسراء)

اور ہر وقت پکارنے کی اجازت دی جس وقت چاہو پکارو ارشاد ہے ﴿أَجِيبْ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ﴾ (پکارنے والے کی پکار کو قبول کرونگا جب چاہے مجھے پکارے)

پھر اس وعدے کے پورے ہونے کی جھلک دکھلائی ایوب علیہ السلام کی بیماری میں سنی اور شفاء کیلئے فرمایا کہ پیر گڑ تیری زمین کے نیچے سے شفاء کا چشمہ بہا دونگا ارشاد ہے ﴿أَرْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا مُغْتَسَلٌ بَارِدٌ وَشَرَابٌ﴾ (اپنے پیر کو گڑیے یہ نہانے کا چشمہ اور پینے کا ٹھنڈا چشمہ حاضر ہے، ص)

ابراہیم کی آگ میں سنی ﴿قُلْنَا يَنَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰی



إِبْرَاهِيمَ ﴿ اے آگ ابراہیم کیلئے ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا،  
الانبیاء )

یونس کی مچھلی کے پیٹ میں سنی ﴿ فَنَادَى فِي الظُّلُمَاتِ أَن لَّا إِلَهَ إِلَّا  
أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ  
وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الغَمِّ ﴿ ( یونس نے تاریکیوں میں پکارا اور یہ کہا لا الہ الا  
انت تیرے سوا کوئی معبود نہیں مجھ سے غلطی ہوگئی تیرے سوا میری کوئی  
سننے والا نہیں، الانبیاء )

دیکھا آپ نے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے پکارنے کو کلمہ توحید کے ساتھ  
ملا کر کیسا پکارا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات ہی کو پکارنا انکی  
الوہیت کا قائل ہونا ہے اور انکے معبود ہونے کا یہی مفہوم ہے کیوں نہ  
ہو جبکہ ہر توحید پرست کو نماز کی ہر رکعت میں خود اپنی زبان سے یا اپنے  
امام کی زبان سے اس عہد کو دہراتے رہنے کا حکم ہے ﴿ اِيَّاكَ نَعْبُدُ  
وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿ ( تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد  
چاہتے ہیں )

سرور کونین ﷺ کی زبان مبارک سے اقرار کروایا ﴿ وَ رَبُّنَا الرَّحْمَنُ  
الْمُسْتَعَانُ ﴿ ( ہمارا رب رحمن ہے اسی سے مدد چاہتے ہیں، الانبیاء )  
موسیٰ نے بھی اپنی قوم سے کہا اللہ ہی سے مدد مانگو ﴿ قَالَ مُوسَى  
لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ، الاعراف ﴿

اب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے الہ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہمارا حاجت رو



اے، انکا حاجت روا ہونا اور اسکو تسلیم کرنا کہ میرا حاجت روا اور مشکلات میں کام آنے والا اللہ ہی ہے اسی کو کہتے ہیں کہ اللہ میرا معبود ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں یہی تو معنی ہے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا اور اگر یہی حاجت پوری کرنے والی صفت آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے مانتے ہیں اس طریقے سے کہ بظاہر کوئی سبب نہیں ہوتا لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ حاجت کو پورا فرمادیتے ہیں ایسے ہی بغیر کسی سبب کے آپکے سامنے کچھ بھی نہیں اور اگر کوئی نیک انسان بھی ہیں مثلاً وہ مرچکے ہیں اب انکے پاس آپکی مدد کرنے کے لئے کوئی ہاتھ پاؤں نہیں کہ جس سے وہ آپکی مدد کر دیں اسکے باوجود آپ ان سے حاجات میں مدد کے طلبگار ہوتے ہیں جس طرح یہ کام اللہ سے وابستہ کیا جائے تو وہی معبود ہے اگر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے وابستہ کریں تو وہ آپکا معبود ہے۔

احکام اور افعال میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حکم کو تسلیم کرتے ہو تو یہ اللہ کو معبود ماننا ہے ارشاد ہے ﴿إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ﴾ (تمام اختیار اور حکم صرف اللہ ہی کا چلتا ہے، یوسف) نیز ارشاد ہے ﴿إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأُمُورُ كُلُّهُ﴾ (تمام اختیارات اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں ہر کام کا انجام اسی کے پاس ہے، ہود) لہذا ہر حکم، ہر فعل، ہر نہی میں بلا چون و چرا اسکے حکم کو تسلیم کرنا اسکو معبود ماننا ہے اگر یہی صفت اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے سوا کسی اور کو دی جائے تو اسکو معبود ماننے کے مترادف ہے۔

قرآن تو یہاں تک کہتا ہے کہ اگر کوئی اپنے نفس کے پیچھے چلتا ہے تو اسکا



نفس اسکا معبود ہے ارشاد الہی ہے ﴿اَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ الْهَاهُ  
 هَـوَ اَهُ﴾ (کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنے نفس کو معبود  
 بنا رکھا ہے، الجاشیہ) آپکو اس سے سمجھ آ گیا ہوگا کہ معبود ماننے کا مفہوم  
 کتنا وسیع ہے اسکو ہم ایک آیت سے سمجھتے ہیں ارشاد ہے ﴿اِنَّ اللّٰهَ  
 هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (اللہ ہی رزق دینے والا ہے،  
 الذاریات)

اب ذرا غور کیجئے کہ اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے صفت رزق  
 بتائی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کل کائنات کے رازق ہیں سب کو رزق  
 مہیا فرماتے ہیں، بظاہر اللہ کے ہاتھ پیریا آپکو رزق دینے کے لئے  
 کوشش کرتے ہوئے اللہ سبحانہ و تعالیٰ آپکو نظر نہیں آرہے لیکن اس سب  
 کے باوجود آپکو رزق پہنچا رہے ہیں یہی معنی ہیں انکے اللہ یا الہ یا معبود  
 ہونے کے۔

اور آپ ان سے مانگتے ہیں، سوال کرتے ہیں، آہ وزاری کرتے ہیں یہی  
 مطلب ہے آپکے عابد یا عبادت گزار ہونے کے یعنی جب آپ اللہ سے  
 رزق مانگتے ہیں تو گویا آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں  
 کیونکہ قرآن میں موجود ہے ﴿فَاَبْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ  
 وَاَعْبُدُوهُ﴾ (یعنی رزق اللہ سے مانگو اور اسکی عبادت کرو، العنکبوت)  
 تو گویا یہ مانگنا عبادت ہوا آپ عابد ہوئے اور اللہ آپکے الہ اور معبود  
 ہوئے۔



اب مسلمان لا الہ الا اللہ کے ساتھ یہ اقرار کرتا ہے کہ میرا رازق، نیز رزق کا کم ہونا یا بڑھنا یا اسکے اسباب مہیا ہونا سب اللہ ہی کے کرنے سے ہوتا ہے اسکے سوا کوئی نہیں کر سکتا اور اگر یہ سب کچھ یعنی اسباب کے بغیر آپ خود تو کہیں موجود ہیں اور جس نیک انسان سے آپ فیض مانگ رہے ہیں وہ کہیں، یا آپکے اور انکے زمانے میں صدیوں کا فرق ہے نہ آپ انکو جانتے ہیں اور نہ وہ آپکو جانتے ہیں، یا جو نیک انسان فوت ہو چکے ہیں وہ عالم برزخ کے اندر ہیں جیسا کہ قرآن نے کہا ہے ﴿مِنْ وَّرَائِهِمْ بَرَزَخُ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ﴾ (انکے آگے قیامت کے دن تک مقام برزخ ہے، المؤمنون) پھر بھی آپ انکی قبر پر جا کر ان سے سوال فیض کرتے ہیں جب کہ آپ جانتے ہیں کہ انکے ہاتھ پیر کام نہیں کر رہے ہیں اور آپ ان سے فیض کی امید لگائے ہوئے ہیں یہی امید اور سوال فیض اللہ سے ہو تو انکی عبادت ہے اور اگر یہی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے نیک بندوں اور اولیاء کرام سے ہو تو اسکو آپ کیا کہتے ہیں کہ یہ کس کی عبادت ہو رہی ہے؟ پھر بھی آپ اس کام پر لگے ہوئے ہیں تو معبود کون ہو ایہ معاملہ اللہ کے ساتھ ہو تو وہ معبود انکے علاوہ کسی اور کے ساتھ ہو تو وہ الہ اور معبود اسی کی تو نفی کروائی جا رہی ہے کہ ﴿لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ انکے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ ان سے رزق مانگا جائے ارشاد الہی ہے ﴿فَاَبْتَغُوا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ﴾ (رزق اللہ سے مانگو اور اسکی عبادت کرو، العنکبوت)



تھوڑا سا آگے بڑھتے ہیں سورۃ یونس کی آیت نمبر ۳۱ میں چند چیزوں کا ذکر ہے کان، آنکھ، مردہ سے زندہ، زندہ سے مردہ تدبیر عام، آپ یہ سب کس کے لئے مانتے ہیں؟ آپ سے کوئی سوال کرے یہ سب کام کون کر سکتا ہے آپ کہیں گے اللہ کر سکتا ہے، قرآن کہہ رہا ہے کہ مشرک ابو جہل اور ابولہب بھی کہتے تھے کہ یہ سب کام اللہ کر سکتا ہے، توحید پرست بھی کہتے ہیں کہ ان کاموں کو اللہ کر سکتا ہے، ان کاموں کو آپ نے اللہ کے لئے مانا اگر صرف اتنی ہی بات کا اقرار توحید ہے تو ابو جہل اور دیگر مشرکین اور توحید پرست کلمہ گو میں فرق کیا رہ جاتا ہے لہذا آپ کو اس اقرار کے ساتھ ایسا بننا پڑیگا کہ اس ذات کیلئے سب کچھ کو مان کر اپنے دل، نگاہ سب کو ایک رب کے ساتھ وابستہ کرنا پڑیگا کہ اس دربار عالی کے سوا آپ کے لئے کوئی دربار نہ ہو جبکہ مشرکین ان چیزوں کا اقرار اللہ کیلئے کرتے تھے پھر اللہ کو منوانے کیلئے بہت سارے تلاش کر رکھے تھے اسی لئے توحید پرست ان سب چیزوں کا اقرار کر کے لا الہ الا اللہ کا نعرہ مستانہ لگا دیتا ہے اور مشرک ان سب چیزوں کا اقرار اللہ کیلئے کر کے بھی لا الہ الا اللہ کا نعرہ حق نہ لگا سکتا ہے نہ سن سکتا ہے اس نعرے کے لگانے سے گونگا، بہرا اور اندھا ہو جاتا ہے ارشاد ہے ﴿الَّذِينَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِي غِطَاءٍ عَنِ ذِكْرِي وَكَانُوا لَا يَسْمَعُونَ سَمْعًا﴾ (میرے ذکر سے انکی آنکھوں پر پردہ ہے اور وہ سن بھی نہیں سکتے، الکہف)



## اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا الہ ہونا

کسی قسم کی عبادت میں خواہ وہ عبادت مالی ہو یا بدنی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے سوا آپ کسی بھی چیز کو شامل کرتے ہیں تو وہ عبادت باطل ہوتی ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اسے کبھی بھی قبول نہیں فرماتے۔ (سورۃ بقرۃ آیت نمبر 264-266)

یہ آیات آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو الہ ماننے کا طریقہ اور انکی عبادت کا طریقہ اور انکے ماسواکل کائنات حتیٰ کہ اپنی نیت اور ارادہ میں کسی کو بھی شامل کرنے سے نفی کروا رہی ہے اور اگر آپکی ان تمام چیزوں کے لئے نفی کامل نہ ہو اثبات اور مقصود صرف ذات الہی نہ ہو تو ایسی مالی عبادت کو باطل فرما رہے ہیں ارشاد الہی ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَبْطُلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنْفِقُ مَالَهُ رِثَاءَ النَّاسِ﴾ (اے ایمان والو اپنی مالی عبادات (صدقات وغیرہ) احسان جتلا کر یا تکلیف پہنچا کر باطل مت کرو جیسے دکھلاوا کر نیوالے اپنے صدقات وغیرہ کو باطل کر دیتے ہیں))

ان آیات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے راستے میں مال خرچ کرنے کی عظمت اور فضیلت بتا رہے ہیں۔ جو آدمی اس مال کو خرچ کرتے وقت دل اور جان سے ذات الہی کا ہی طلبگار ہے اسکی شان یہ بتائی کہ ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ پھر ان لوگوں کا بھی حال بتا



یا کہ جو اس مال کو خرچ تو کرتے ہیں اور خرچ بھی اللہ کے نام پر کرتے ہیں لیکن صرف نیت میں فرق کرتے ہیں کہ اس سے مقصود صرف مخلوق کو دکھانا ہے یعنی کر تو اسلام کے نام پر رہا ہے لیکن مخلوق کو دکھانے کے لئے اسکے لئے فرمایا کہ سب کچھ باطل ہے۔

یہ تو حال ہے انکا جو اللہ کے نام پر خرچ کرتے ہیں لیکن دکھاتے مخلوق کو ہیں، کیا حال ہوگا اس شخص کا جو کرتا ہی مخلوق کے نام پر ہے مثلاً فلاں پیر فقیر یا کسی اللہ کے نیک بندے کے نام پر تو وہ کیا ہوگا؟

صرف دکھلانے سے اللہ فرماتا ہے کہ یہ باطل ہے، آخر میں مثال کے ذریعے بات سمجھا کر کہا کہ ﴿فَاحْتَرَقْتَ﴾ (یعنی گویا جل کر راکھ ہو گیا) تو جو کر ہی مخلوق کے لئے رہا ہے دو میل سے چل کر، اٹھا کر، لا کر کسی نیک بندے کی درگاہ پر کر رہا ہے وہ کیا ہوگا کیا مقبول ہوگا یا باطل ہوگا غور کیجئے!

آپ ذرا اس سے بڑھ کر سن سکتے ہیں تو سنئے کہ سرور کونین ﷺ نے دکھلاوے کیلئے صدقہ کرنے کو شرک فرمایا اور شرک کا تو مطلب ہی غیر کو معبود بنانا ہے، قرآن حکیم ریا کو شرک سے تعبیر کرتا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ ریا کا مفہوم ہی یہ ہے کہ اللہ کیلئے کیا جانو الّا عمل مخلوق کو دکھانے کیلئے کیا جائے ارشاد ہے ﴿مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (جسے اپنے رب کی ملاقات کی امید ہے اسے نیک عمل کرنا چاہئے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا چاہئے) یہاں



شرک سے مراد ریا کاری ہے (دیکھئے جلالین وغیرہ)  
 اور جہاں عمل ہو ہی مخلوق (نیک بندوں) کو خوش کرنے کیلئے اور انکی  
 قبروں پر ہی ہوا سے آپ کیا کہیں گے؟  
 میری بات کو گروہ بندی کی نظر مت کیجئے میں صرف اللہ وحدہ لا شریک کی  
 رضا کے لئے آپ سے مخاطب ہوں۔

## الہ کی ایک شان

سورہ یونس آیت نمبر ۷ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں  
 ﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا  
 تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا ذَاتِ فَيْضٍ فِيهِ وَمَا  
 يَعْرُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ  
 وَلَا أَصْفَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ﴾ (آپ کسی  
 بھی حال میں ہوں اور آپ قرآن کی تلاوت کر رہے ہوں یا کسی اور عمل  
 میں مصروف ہوں تو ہم آپ کے پاس موجود ہوتے ہیں زمین و آسمان  
 میں کوئی چیز ایک ذرے کے برابر یا ذرہ سے بڑی اور چھوٹی ایسی نہیں جو  
 تیرے رب سے پوشیدہ ہو اور انکے علم میں نہ ہو، یونس)

اس آیت میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو یہ بتایا ہے کہ ہر جگہ اور ہر حال  
 میں تیرے ہر عمل اور کام کرتے وقت ہم تیرے پاس ہیں اور سب کچھ



ہماری نظر میں ہو رہا ہے۔ اور یہ اسلامی عقیدہ ہے ہم اس سب کچھ کو صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے لئے مانتے ہیں اسکے سوا کسی اور کے لئے اس صفت کو نہیں مانتے کیونکہ جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ یہ پیغام دے رہے تھے تو ساتھ یہ نہیں کہا کہ یہ سب میں بھی ہوں اور میرے نیک بندے بھی تم پر نظر کرم رکھتے ہیں۔ لہذا ہم بھی یہ ہی کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے ہی ہے، ہمارا اسکو تسلیم کرنے کا مطلب ہے اللہ کو معبود ماننا اگر آپ اس عقیدے کا ذرہ بھی یا یہ سب کچھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سوا کسی مخلوق کے کسی بھی فرد زندہ یا مردہ کے لئے مانیں تو وہ کیا بنے گا؟

کلمہ توحید یعنی ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے اندر اسی کی تو نفی کروائی جا رہی ہے، اب اس آیت کی رو سے ﴿لَا إِلَهَ﴾ کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ میرا ہر حال تلاوت قرآن ہو یا کوئی بھی عمل صرف اللہ کی نظر میں ہے اسکے سوا میرے کسی خفیہ حال سے کوئی بھی واقف نہیں اب کہیں ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ سب حقیقت سمجھ آ جائیگی۔ اس ارشاد الہی پر غور فرمائیں ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلْمَةٍ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَابِسٌ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ﴾ (اسی کے پاس غیب کے خزانوں کی چابیاں ہیں اسکے سوا کوئی نہیں جانتا، خشکی اور تری میں کیا ہے وہی جانتا ہے اسکے سوا کوئی نہیں درخت کا کوئی بھی پتہ گرتا ہے وہی جانتا ہے، زمین کی تاریکیوں میں چھپا



ہوا کوئی بھی دانہ کوئی بھی خشک یا تر چیز اسی کے علم میں ہے) جس ذات کے بارے میں آپ ایسے علم کا عقیدہ رکھیں وہ الہ ہے اسی لئے کہا جا رہا ہے ایسا علم صرف اللہ ہی کیلئے مانئے کیونکہ وہی معبود ہے اسکے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ اسکے لئے ایسا علم مانا جاسکتا ہے۔

اس آیت میں اگر آپ غور کریں گے تو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی نورانیت نظر آئیگی دیکھئے ﴿لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ (اسکا موازنہ کیجئے) ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ سے۔

مزید غور کیجئے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ اس میں کل کائنات سے معبود ہونے کی نفی ہے اس میں انبیاء بھی ہیں، اولیاء بھی ہیں، فرشتے بھی ہیں، جنات بھی ہیں، ان میں سے کوئی بھی معبود نہیں ایک اللہ کیلئے معبود ہونے کا اثبات ہے اس آیت پر غور کیجئے ﴿قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (کہہ دیجئے زمین و آسمان میں غیب کی خبر اللہ کے سوا کوئی نہیں رکھتا، العنکبوت) اس آیت میں کل کائنات انبیاء، اولیاء، فرشتے، جنات سب سے علم غیب کی نفی ہے ایک اللہ کیلئے اثبات ہے ﴿لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا

﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾

سے موازنہ کیجئے

اب حقیقت سمجھ آئیگی کہ کلمہ توحید میں کل کائنات سے معبود ہونے کی نفی ہے



تو کل کائنات سے غیب دان ہونے کی بھی نفی ہے۔

آپ قرآن حکیم کے اندر انبیاء کرام کے واقعات پڑھتے یا سنتے ہونگے کسی نبی کے واقعہ میں آپ نے کہیں پڑھا، یا قرآن شریف کی کسی آیت سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہو کہ کسی بھی نبی (علیہ السلام) نے گزشتہ انبیاء سے فلاں معاملے میں فیض طلب کیا یا کم از کم دعا کے لئے انکی قبروں کا سہارا لیا ہو جیسے آجکل ہو رہا ہے؟ کچھ لوگ 100 میل کا سفر خصوصاً ننگے پیر چل کر آتے ہیں اور وہاں حاضری دے کر دعائیں کر کے اپنے آپکو خوش نصیب سمجھ کر پھر کم از کم دوڑاھائی سو میل سفر پر چل دیتے ہیں کسی دوسرے نیک بندے کی قبر کی طرف۔ اسے علماء بھی دیکھتے ہیں بلکہ اسکو تو بعض کی حمایت بھی حاصل ہے کیا یہ دین حنیفیت ہے؟ کیا یہ سب کچھ ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کے مطابق ہے؟ آپ دیکھتے بھی ہونگے کہ ایسے مواقع پر جلسہ نما پر وگرام بھی ہوتا ہے اور کسی نہ کسی مذہبی شکل والے انسان کی تقریر بھی ہو رہی ہوتی ہے اسکو عرس کا نام بھی دیا جاتا ہے لوگوں کو مطمئن رکھنے کے لئے آیت کریمہ ﴿إِنَّا إِنَّا أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ کی بار بار وہ تلاوت بھی کر رہا ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ شاید قرآن میں موجود ہے کیا اسی کا نام دین توحید ہے؟ جبکہ اس آیت میں نیک بندوں کی عظمت کا تو بیان ہے لیکن یہ کہیں بھی نہیں ہے کہ یہ نیک بندے موت کے بعد دوسروں کی مدد یا انکے لئے دعایا سفارش کرتے ہیں



انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات قرآن میں موجود ہیں ان میں کہیں آپ کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کے سوا کسی اور ذات کی بھی فیض رسانی یا وسیلہ مروجہ کی کوئی جھلک نظر آتی ہو تو ذرا قرآن کھول کر اس آیت کو تلاش کیجئے۔ وگرنہ جو ہمیں قرآن میں مل رہا ہے اسے پڑھ لیجئے اور دیکھئے کہ ان اولیاء اور انبیا کے بارے میں قرآن نے کہیں کہا ہو کہ ان کے ساتھ ایسا معاملہ جائز ہے یا گزشتہ زمانوں کے مسلمان ان بزرگوں سے اس طرح مانگتے رہے بلکہ اس سے بڑھ کر نیک بندوں کا حال پڑھئے!

حضرت مریم (علیہا السلام) معصوم بچی ہیں حضرت زکریا علیہ السلام نے انکے پاس رزق دیکھا جبکہ حضرت زکریا علیہ السلام کے سوا وہاں کسی کی پہنچ نہ تھی حیران ہوئے معصوم بچی مریم سے سوال کیا ﴿قال یمریم انی لک هذا﴾ (اے مریم یہ کہاں سے آئے؟) فرمایا ﴿قالت ہومن عند اللہ﴾ (کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں، آل عمران)

غور کیجئے حضرت زکریا علیہ السلام زندہ نبی موجود ہیں مریم (علیہا السلام) نے بالکل بھی نہیں کہا کہ جناب یہ آپ کا فیض ہے جبکہ یہ سب کچھ ہمارے ہاں وفات پا جانے والے انسان کو جسکی قبر ہمارے سامنے ہے کہا جا رہا ہے، زبان زد عام ہے کہ یہ فلاں بزرگ کا صدقہ ہے یہ فلاں کا ہے یہ فلاں کا۔

حضرت زکریا علیہ السلام بے اولاد تھے انہوں نے اپنے رب کو کیسے پکارا



اپنی دعا کے ذریعے قیامت تک آنیوالی نسل انسانی کو سمجھایا کہ الہ وہی ایک ہے اسی سے مانگنا چاہئے۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں کوئی صدقہ کوئی وسیلہ نظر نہیں آ رہا اگر آپ کو کوئی وسیلہ نظر آتا ہے تو سورۃ مریم کی تلاوت کر کے دیکھیں اور ہماری بھی راہنمائی فرمائیں۔ اور جو وسیلہ نیک بندوں سے ثابت ہے اسکا کوئی منکر نہیں لیکن اسکی ایک حد ہے جو احادیث سے ثابت ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام آہستہ سے پکارتے ہیں (اس عمر میں اولاد مانگنے کا کوئی سن نہ لے) اپنی عمر کی کمزوری کی شکایت بھی کرتے ہیں پھر بھی آل یعقوب کے لئے وارث مانگتے ہیں۔

نیز جہاں مریم علیہا السلام کے پاس بے اسباب رزق دیکھے اسی جگہ کھڑے ہو کر مانگا حالانکہ بیت المقدس کے پاس تو سینکڑوں انبیاء کرام علیہم السلام کی قبریں موجود تھیں کسی بھی نبی کی قبر کا سہارا نہیں لیا نیز نبیوں کے باپ ابراہیم علیہ السلام جو کہ اللہ کے خلیل (دوست) ہیں ان سے بھی سفارش نہ کروائی اور ہم کیا کر رہے ہیں؟ جا کر دیکھو اللہ کے نیک بندوں کی قبروں کا ہم نے کیا حشر بنا رکھا ہے؟ اور کیسے ہم اس چہرے کو جسکے اندر زبان سے کلمہ توحید ﴿لا الہ الا اللہ﴾ کی گواہی دیتے ہیں اسی زبان سے ان قبروں کی دیواروں کو جو کہ چونہ گچ پتھروں سے معماروں نے بنائی ہیں ہم انکو چاٹتے ہیں اور ان قبروں کے پاس بنی ہوئی عالی شان مساجد کے علماء یہ سب منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے



ہیں کیا انہوں نے بھی کبھی لا الہ کی ضرب لگائی ہے؟ اگر نہیں تو قیامت عنقریب آرہی ہے کیا بنے گا؟ جن کو انبیاء کرام کا وارث بنایا گیا ہے ان سے اگر سوال ہوا کہ کیا یہ سب کچھ قرآن یا سنت رسول کے اندر موجود تھا وہ کہیں گے کہ نہیں تھا سوال ہوگا اس سب کچھ کا قرآن و سنت میں نہ ہونا بیان کیوں نہیں کیا جواب کیا ہوگا۔

اللہ

(کلمہ توحید و جود باری تعالیٰ کو ثابت کرنے کیلئے نہیں)

یہ کلمہ توحید و جود باری تعالیٰ کے اثبات کے لئے نہیں بلکہ صرف اور صرف توحید اور وحدانیت کے لئے ہے، اسلئے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا وجود بامسعود ہر مخلوق کی فطرت کے اندر مرکوز اور موجود ہے۔ ہر مخلوق خواہ انسان ہوں یا حیوانات ہوں سب اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کو خوب پہنچانتے ہیں اسلئے وجود باری کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ بلکہ قرآن حکیم تو اس سے بھی ایک قدم آگے بڑھکر کہتا ہے کہ وجود باری کو تو مخلوق پہنچانتی ہی ہے اسکے ساتھ ساتھ توحید باری تعالیٰ سے بھی انسان واقف ہیں بشرطیکہ شرک اور کفر نے فطرت سلیمہ کو مسخ نہ کر دیا ہو کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کو اسی فطرت توحید پر پیدا فرمایا ہے۔ قرآن حکیم ارشاد فرماتا ہے ﴿فَاقِمْ



وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ﴿۱﴾ (یعنی اپنے آپ کو حنیف بن کر دین پر قائم رکھیں اللہ نے انسانیت کو اسی فطرت پر پیدا فرمایا ہے)۔

نیز سرور کونین ﷺ کا ارشاد ہے ﴿مَا مِنْ مَوْلُودٍ يُوَلَّدُ إِلَّا عَلَى الْفِطْرَةِ﴾ یعنی ہر پیدا ہونے والا بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اسکے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی، مجوسی بناتے ہیں (بخاری)۔ دیکھئے اس حدیث میں سرور کونین ﷺ نے واضح فرمایا کہ ہر انسان دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔

نیز دین فطرت سے ہٹا کر یہودی، نصرانی، مجوسی والدین یا معاشرہ بناتا ہے۔ غور کیجئے اس میں یہ نہیں فرمایا (یسلمانہ) یعنی اسکے ماں باپ اسے مسلمان بناتے ہیں کیونکہ مسلمان بنانے کی ضرورت ہی نہیں وہ اسکی اپنی اصل فطرت ہے جس پر وہ پیدا ہوا ہے۔ جیسے کسی کو پیاس کے وقت یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ پانی سے پیاس بجھے گی۔ چنانچہ یہ بات سمجھ آئی کہ وجود باری تعالیٰ کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں، نیز یہ بھی سمجھ آیا کہ کلمہ توحید ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ وجود باری بتانے کے لئے نہیں کہ آپ کلمہ توحید سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا موجود ہونا سمجھیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ موجود ہیں۔

مشرکین مکہ جو کہ اس کلمہ توحید سے باغی تھے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کو وہ بھی مانتے تھے۔ غور کیجئے چند آیات پر ﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ



السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ ﴿﴾ یعنی اگر آپ ان سے سوال کریں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے پیدا کیا (قمن 25)۔ واضح ہوا کہ مشرکین وجود باری تعالیٰ کو مانتے تھے بلکہ ان موجودات کا خالق مانتے تھے۔

نیز سورۃ المؤمنون کے اندر چند اشیاء کا ان سے اقرار کروایا گیا۔ ارشاد الہی ہے

نمبر 1: ﴿قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيهَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ﴿﴾ (زمین اور اسکے اندر جو کچھ ہے کس کی ملکیت ہے؟ وہ کہتے تھے اللہ کی ملکیت ہے)

نمبر 2: ﴿قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ﴿﴾ سات آسمانوں اور عرش عظیم کا مالک کون ہے؟ کہتے تھے اللہ)

نمبر 3: قُلْ مَنْ بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ سَيَقُولُونَ لِلَّهِ ﴿﴾ (ہر چیز کی تاثیر کس کے قبضہ قدرت میں ہے؟ سب کو پناہ دینے والا کون ہے؟ جواب میں کہتے تھے اللہ، دیکھئے المؤمنون آیت نمبر 84-89۔)

آپ غور فرمائیں گے تو سمجھ آئیگا کہ اللہ کی وحدانیت کے اقرار کیلئے کلمہ توحید ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کو مقرر فرمایا گیا اور قرآن حکیم نے لا الہ الا اللہ



کی ترجمانی کرتے ہوئے اس پر دلائل نقلیہ، علمیہ، آفاقیہ، عقلیہ، انفسیہ پیش فرمائے۔

نیز منکرین توحید کا خوب کھول کھول کرتز کرہ فرمایا اور انکو مثالوں کے ساتھ بات سمجھائی۔

لیکن وجود باری تعالیٰ جو کہ توحید سے بھی بڑھکر معاملہ ہے کیونکہ توحید کا قائل ہونے کے لئے وجود باری تعالیٰ پر پہلے ایمان ضروری ہے۔ قرآن حکیم نے صراحت کے ساتھ اسکا ذکر ہی نہیں کیا اور نہ منکرین وجود باری تعالیٰ کا کھول کرتز کرہ فرمایا سوائے چند آیات کے ان میں سے ایک سورۃ الجاثیہ میں ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ﴾ (یعنی وہ کہتے ہیں کہ ہماری یہ دنیا کی زندگی ہے اسی میں جنیں گے اور اسی میں مرینگے اور یہ سب زمانے کا کھیل ہے)۔ اس آیت میں منکرین وجود باری کا ذکر ہے۔ پھر اسکے خلاف یہاں بھی کوئی دلائل کثیرہ کا ذکر نہیں فرمایا کیونکہ وجود باری تعالیٰ سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ منکر انسان کو چھوڑ کر کوئی جانور بھی نہیں کہہ سکتا کہ میرا کوئی پیدا کرنیوالا نہیں کیونکہ انسان کا اپنا وجود اسے موجد کی خبر دے رہا ہے۔

اگر کوئی اپنے وجود سے نہ سمجھے تو زمین و آسمان کے وجود سے سمجھ لے ارشاد الہی ہے ﴿أَمْ خَلَقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ﴾ (یعنی خود کسی خالق کے بغیر پیدا ہوئے ہیں یا خود ہی خالق ہیں؟) ظاہر



ہے کہ خود تو خالق ہو نہیں سکتے کیونکہ جو خود موجود نہیں تھا وہ موجد کیسے بن گیا؟ اگر کوئی بیوقوف یہ بھی کہ دے کہ میں نے تو اپنے آپ کو خود ہی پیدا کیا ہے تو اس سے دریافت فرمایا کہ اپنے آپ کو تو، تو نے پیدا کر لیا اور تیرے فائدے کے لئے تیرے اوپر آسمان بنایا تیرے نیچے زمین یہ کس نے پیدا کئے؟ کیا یہ بھی تو نے پیدا کیا ہے؟ ارشاد ہے ﴿أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (کیا آسمان و زمین انہوں نے بنائے ہیں؟)

اب مخلوق کے پاس کوئی جواب نہیں سوائے اسکے کہ انکا کوئی بنانیوالا ہے۔ اب فطرت کہتی ہے کہ انکو جو بنانیوالا ہے وہی اللہ ہے۔ نیز قرآن کہتا ہے وجود باری تعالیٰ کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں خود انسان کے اپنے وجود کے اندر اسکی نشانیاں موجود ہیں ﴿وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ﴾ (تمہارے اپنے اندر قدرت کی نشانیاں ہیں تم دیکھتے سمجھتے کیوں نہیں؟)۔ نیز کل روئے زمین اور اس پر رہنے والے باسی علامات و نشانات ہیں کہ کوئی حق تعالیٰ ہے جو انکا موجد ہے ارشاد ہے ﴿وَعَلَّمْتِ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ﴾ (ہم نے زمین پر نشانیاں رکھی ہیں اور ستاروں سے بھی راہنمائی لے سکتے ہیں)۔ جس ذات نے اپنی ہر ایجاد اور مخلوق کی جدا فطرت بنائی، جدا پہچان بنائی ہے ہر ایک کو اسکا طریقہ زندگی سمجھایا اور اسکے اقدار سمجھائے اسی ذات کا نام ہے ﴿اللہ﴾



اسی لئے فرمایا ﴿ وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ﴾ (یعنی زمین کے اندر یقین رکھنے والوں کیلئے بڑے نشانات ہیں)۔

مزید تفصیل کیلئے سورۃ الروم آیت نمبر 20 تا 27 ضرور پڑھئے خلاصہ درج ذیل ہے۔

نمبر 1: انسان کا مٹی سے بن کر روئے زمین پر پھیل جانا  
نمبر 2: انسانوں کے جسمانی سکون اور نسل انسانی کی بقاء کیلئے انسانوں کے اندر سے بیویوں کی پیدائش اور دلی الفت۔  
نمبر 3: ایک مٹی سے بننے والے انسان کی رنگت اور زبان کا اختلاف۔

نمبر 4: رات کی نیند اور دن کا طلب معاش۔  
نمبر 5: آسمان پر بجلی کی گرج اور چمک اسکے ساتھ ہی باران رحمت کا نزول۔

نمبر 6: امر الہی سے آسمان اور زمین کا قائم رہنا۔

یہ سب نشان ہائے قدرت ہیں

ایک مسموخ الفطرت انسان (فرعون) نے کامل الفطرت انسان حضرت موسیٰ علیہ وعلی نبینا صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ رب کون ہے ارشاد الہی ہے ﴿ قَالَ فَمَنْ رَبُّكُمَا يَا مُوسَى ﴾ موسیٰ تیرا رب کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام کا جواب سنئے فرمایا ﴿ قَالَ رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَى ﴾ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکا وجود



بخشنا اور اس کو اسکی زندگی کی راہ سمجھائی۔ ہر ایک کو اسکا کام سمجھایا  
تدبیر سمجھائی اور اسکی فطرت ایسی بنا دی جسکے بعد مزید کسی تعلیم کی ضرورت  
نہیں۔

## چند مخلوقات پر ایک نظر نخل (شہد کی مکھی)

یہ روئے زمین پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مخلوق ہے اسکا معاملہ بھی بڑا عجیب  
ہے۔ ان شہد کی مکھیوں کا ایک امیر ہوتا ہے جسکا نام یعسوب ہے یہ تمام  
مکھیوں کے اندر بڑا ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ خوش رنگ ہوتا ہے نیز شہد  
کی مکھیاں اکثر مادہ جنم دیتی ہیں وہ بھی موسم بہار میں۔ ان شہد کی مکھیوں  
میں نر بہت کم پیدا ہوتے ہیں اگر کوئی نر پیدا ہو جائے امیر اسے بھگا دیتا  
ہے یا قتل کر دیتا ہے جنکو باقی چھوڑتا ہے وہ اسکے پہریدار اور باڈی گارڈ  
بنتے ہیں نیز یہ امیر ان مکھیوں کو لے کر جنگلات، باغات میں جاتا ہے  
سب سے مختصر اور قریبی راستہ اختیار کرتا ہے، وہاں سے یہ تمام مکھیاں اپنی  
ضرورت کی چیز وصول کرتی ہیں پھر جب واپس آنے لگتی ہیں تو سب سے  
پہلے یہ یعسوب آتا ہے اور اپنے چھتے کے دروازے پر کھڑا ہو جاتا ہے کسی  
نر یا اجنبی مکھی کو داخل نہیں ہونے دیتا۔ جب سب مکھیاں داخل ہو جاتی  
ہیں پھر یعسوب خود کام شروع کرتا ہے گویا ان کو تعلیم دیتا ہے۔ جب  
مکھیاں کام شروع کر دیتی ہیں تو ایک طرف ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور مکھیوں



کی مختلف اقسام بنا دیتا ہے۔ ایک قسم وہ ہے جو چھتہ کے لئے موم بناتی ہے اور ایک قسم وہ ہے جو بادشاہ کی نگہبانی کرتی ہیں اور کوئی کام نہیں کرتیں۔ کچھ قسم وہ ہیں جو اس موم کے اندر مٹھاس لا کر بھرتی ہیں اور موم کو صاف رکھتی ہیں۔ اور ایک قسم وہ ہیں جو اس چھتہ کے خانے بناتی ہیں۔ اور کچھ قسم وہ ہیں جو اسکے لئے پانی مہیا کرتی ہیں۔ اب جب چھتہ بن جاتا ہے تو پھر اس چھتہ کے اندر سب سے بلند جگہ میں ایک تخت بنایا جاتا ہے جس پر وہ یعسوب بیٹھتا ہے اور اسکے گرد چند مذکر محافظ ہوتے ہیں اور اسکے قریب ہی ایک حوض نما ہوتا ہے جس میں باقی مکھیاں پہلے شہد بھرتی ہیں جو اس یعسوب کی خوراک ہوتی ہے۔ اسکے بعد اس چھتہ کی مکھیاں شہد سے بھرائی کرتی ہیں۔ غور کیجئے کہ یہ سب کچھ آلات، پیمانہ اور مثال کے بغیر ہوتا ہے مکھی کو یہ راہ سمجھانے والا کون؟ اسی کو اللہ جل جلالہ کہتے ہیں۔ (شفاء العلیل ابن قیم صفحہ 10)

قرآن آپ سے مخاطب ہے، پڑھئے، سمجھئے اور اپنے معبود حقیقی کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیئے، اس کے بن جائیئے اسکے سوا کسی کے نہ بنیئے۔ یہی تمام انبیاء اکرام اور امام الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔

﴿وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنْ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا  
وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ﴾ ﴿ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ  
فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلًّا - يَخْرُجُ مِنْ بُطُونِهَا شَرَابٌ  
مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ



يَتَفَكَّرُونَ ﴿١٠﴾ (تیرے رب نے شہد کی مکھی کو حکم دیا کہ پہاڑوں اور درختوں اور انکی چھپر نما ٹاٹیوں میں اپنے گھر بنا پھر ہر قسم کے پھل کھا اپنے رب کے بتائے ہوئے راستوں پر چل کر اسکے پیٹ سے مختلف رنگتوں والا شہد برآمد ہوتا ہے جو لوگوں کی شفا کا ذریعہ ہے سوچنے والوں کیلئے قدرت کا نشان ہے۔)

قرآن آپکو تفکر کی دعوت دے رہا ہے اس دعوت کو قبول کیجئے اور سمجھئے کہ کائنات کے اندر آپ کی نظر میں ایک حقیر مکھی آپکو وجود باری تعالیٰ سمجھا رہی ہے اگر آپ بھی صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو موجود ہی مانتے ہیں تو آپکے اندر اور مکھی کے اندر کیا فرق ہے؟ جب تک کہ آپ کلمہ توحید کی اصل بنیاد لا الہ یعنی غیر اللہ کی تمام اشیاء میں نفی نہیں مانیں گے اور اسی ذات واحد کے سوا کل کائنات سے اپنی تمام وابستگیاں ختم نہیں کر لیں گے تو گویا آپ نے ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا مفہوم ہی نہیں سمجھا۔

اے غافل۔ تو نے مخلوق ہو کر اپنے آپکو مخلوق کے اندر ہی لگا رکھا ہے کیوں تمام الجھنوں سے نکل کر، لا الہ کی ضرب لگا کر الا اللہ کی چوکھٹ پر سر نہیں رکھتا؟ اب اس آیت پر غور کریں ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ﴾ (یعنی زمین میں یقین رکھنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔)



## نملہ (چیونٹی)

آپکی نظر میں چیونٹی ایک حقیر سی مخلوق ہے اسکی فطرت بتاتی ہے کہ کوئی ذات اسکی راہنمائی کرنیوالی ہے جس نے اسکی فطرت ایسی بنا دی ہے یہ چیونٹی اپنے گھر سے نکل کر غذا، دانہ تلاش کر کے مشکل اور اونچے نیچے راستوں سے اسے اٹھا کر لاتی ہے اور اپنے گھر کے اندر پہنچا دیتی ہے پھر اسکے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اور اسکا جواگنے والا حصہ ہوتا ہے اسے نکال کر پھینک دیتی ہے تاکہ یہ آگ کر پودانہ بن جائے اور اگر یہ دانہ دو ٹکڑے کرنے کے باوجود آگ پڑے تو اسے چار ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتی ہے۔ پھر جب سردی کا موسم ہو جس میں اس دانہ پر تری آجائے اور اسکے خراب ہونے کا ڈر ہو تو یہ چیونٹی اس دانہ کو باہر لے آتی ہے جس دن دھوپ ہو پھر اسے اپنے گھر کے سامنے پھیلا دیتی ہے خشک ہونے پر اسے پھر اندر لے جا کر محفوظ کر دیتی ہے۔ یہ دانے اسکے گھر کے باہر پڑے ہوتے ہیں دوسری چیونٹیاں ادھر ادھر غذا کی تلاش میں پھرتی ہیں لیکن اسکے دانوں میں سے نہیں لیتیں۔ (العقیدہ فی اللہ سلیمان)۔

آپ چیونٹیوں کے گھر کے پاس جا کر ان سب باتوں کا مشاہدہ کر سکتے ہیں (رشیدی)۔

غور کیجئے! چیونٹی کو یہ فطرت یہ آگاہی کس نے دی ہے؟ چیونٹی کو یہ سب کچھ سمجھانیوالی اور فطرت بنانیوالی جس کے بعد چیونٹی کو دوبارہ تعلیم دینے



کی ضرورت نہیں اسی ذات برحق سبحانہ و تعالیٰ کو کہتے ہیں اللہ جل جلالہ۔

## چیونٹی کی ذہانت اور قرآن

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسانوں کو ایک چیونٹی کے واقعہ سے مطلع فرمایا ہے جس سے انسان آسانی سے وجود باری تعالیٰ، عظمت باری تعالیٰ، علم باری تعالیٰ، احاطہ باری تعالیٰ، ادراک باری تعالیٰ، کو سمجھ سکتا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکر سمیت کسی طرف جا رہے تھے۔ چلتے ہوئے ایسے راستہ پر چلے جس پر آگے چیونٹیوں کی آبادی تھی ایک چیونٹی نے جب اللہ کے نبی کے اس لشکر کو آتے ہوئے دیکھا تو باقی چیونٹیوں سے کہا کہ ﴿يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٌ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (یعنی اے چیونٹیو! سب اپنے گھروں میں چلی جاؤ کہیں بے خبری میں سلیمان اور اسکا لشکر تمہیں روندھ نہ ڈالے)

غور کیجئے کہ چیونٹی [ نے اس کلام اور اپنی گفتگو میں کیسا عجیب انداز اختیار کیا ہے۔

- نمبر 1: سب سے پہلے عمومی خطاب کیا ﴿يَا أَيُّهَا النَّمْلُ﴾  
 یعنی تمام چیونٹیوں کے لیے اعلان عام ہے
- نمبر 2: ﴿ادْخُلُوا مَسَاكِنَكُمْ﴾ تمام چیونٹیوں کو اپنے



گھروں میں داخل ہونے کا حکم ہے تاکہ لشکر سلیمانی سے بچ سکیں  
 نمبر 3: ﴿لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ﴾ گھروں میں  
 داخل ہونے کی وجہ ہے کہ سلیمان اور ان کا لشکر آ رہا ہے کہیں تم ان کے پیروں  
 کے نیچے روندھ نہ جاؤ جو کہ موت کا سبب ہے۔

نمبر 4: ﴿وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ (اور انکو خبر بھی نہ ہو) یہ  
 حضرت سلیمان علیہ السلام سے چیونٹی نے معذرت کی کہ میں آپکو ظالم  
 نہیں کہہ رہی کہ آپ قصد ایسا کرینگے نہیں بلکہ آپکو اور آپکے لشکر کو خبر بھی  
 نہ ہوگی آپکے قصد اور اختیار کے بغیر ایسا ہوگا جو کہ آپکا قصور نہیں بلکہ ہم  
 چیونٹیوں کا قصور ہوگا کہ ہم راستہ سے کیوں نہ ہٹیں۔

غور کیجئے کہ کیسے چیونٹی نے سلیمان اور ان کے لشکر اور اپنا روندھ جانا سمجھا اور  
 لشکر کے قائد کو سمجھا اور ان سے معذرت کی، کیا یہ چیونٹی کی کم ذہانت  
 ہے؟ چیونٹی کی یہ ذہانت اور فطرت بنانیوالا کون ہے سوائے اللہ جل جلالہ  
 کے؟۔

یہ چیونٹی کیسے وجود باری سمجھا رہی ہے۔ نیز چیونٹیوں کو ملامت بھی ہے کہ  
 خود اپنا بچاؤ کیوں نہیں کرتیں چیونٹیوں کی یہ کمال عقل و ذہانت دیکھ کر اللہ  
 کے نبی مسکرائے ارشاد ہے ﴿فَتَبَسَّمْ ضَاكًا مِّنْ  
 قَوْلِهَا﴾ (سلیمان علیہ السلام مسکراتے ہوئے ہنس پڑے۔)

غور کیجئے کہ وجود باری تعالیٰ آپکو چیونٹی سے بھی سمجھ آ رہا ہے، مگر یہ وجود  
 باری تعالیٰ کا علم جو چیونٹی سے بھی سمجھ آ رہا ہے آپ کے کیا کام آگیا کلمہ



توحید ﴿ لا الہ الا اللہ ﴾ کے بغیر۔

اے غافل! غیر اور ماسوی اللہ کے دروازے پر سر رکھنے والے! چشمہ توحید جو دل کے اندر موجزن ہے اسکو غبار آلود اور پر آگندہ کر نیوالے ایک قدم آگے بڑھ کر لا الہ کی نفی کی ضرب لگا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الا اللہ کی چوکت پر سر رکھ دے اور اسی ایک ذات کا بن جا جو سب کے لئے ایک ہے یعنی اللہ جل جلالہ۔

چیونٹی وجود الہی کو مانتی ہے اور یہ سمجھتی ہے کہ آسمانوں سے واء الوراء اسکا رب ہے جو اس کی دعا کو سنتا اور قبول کرتا ہے اور اسکی ضروریات کا کفیل ہے۔ چیونٹی اسی سے مانگتی ہے۔ حدیث ابی ہریرہ کے اندر ارشاد ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کوئی نبی تھے انکے زمانے میں قحط اور بارش نہ ہونیکی وجہ سے وہ دعاء استسقاء کے لئے نکلے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک چیونٹی ہے پشت کے بل پڑی ہے اور پیروں کو آسمان کی طرف اٹھا کر دعاء بارش کر رہی ہے۔ اللہ کے نبی نے اپنی قوم سے کہا کہ واپس چلو بارش آئیگی تمہارے لئے چیونٹی کی دعا کافی ہے۔ غور کیا آپ نے کہ چیونٹی بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کو مانتی ہے اور اسی سے مانگتی ہے اور معلوم ہوا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود برحق کا قائل ہونا یہی فطرت کائنات ہے۔ اے غافل مسلم! اگر تو بھی وجود الہی کو مانتا ہے تو یہ چیونٹی سے بڑھکر نہیں ہو سکتا جب تک تو کلمہ توحید کے ساتھ لا الہ کی نفی کی ضرب لگا کر اپنے دل سے اللہ کے سوا کل کائنات کو نہ نکال دے اور



الا اللہ کی ضرب کے ساتھ اپنے دل میں اس ذات الہی کو جگہ نہ دے جسکے لئے دھرتی کی ہر چیز ہے اور وہ ہر چیز کے لئے ایک ہے جسے اللہ جل جلالہ کہتے ہیں۔

### ہد ہد

قرآن حکیم کے اندر ہد ہد کا کلام ہے اس میں ہد ہد نے کس فہم اور ذہانت اور کلام کے اعلیٰ درجہ کو اختیار کیا ہے اور اپنی بات کو بیان کرنے میں علم کلام کے کیسے موتی استعمال کئے ہیں نمبر وار مندرجہ ذیل ہیں:

نمبر 1: ﴿فَقَالَ أَحَطُّ بِمَا لَمْ تَحِطْ بِهِ﴾ (میں ایسی چیز کی خبر معلوم کرنے میں مشغول ہو گیا تھا جس کا آپ کو علم نہیں) تو گویا یہ تاخیر کی معذرت ہوئی۔

نمبر 2: ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَأٍ يَقِينٍ﴾ (اپنی غیر حاضری کا مقام بتایا کہ میں ملک سبا پہنچا ہوا تھا)

نمبر 3: ﴿إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ (ملک سبا کے حالات بتائے کہ وہاں کی حکمران ایک عورت ہے اسکے پاس ضرورت کا ہر سامان موجود ہے اور اسکا ایک عظیم الشان تخت بھی ہے)

نمبر 4: ﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ (اس قوم کا مذہب بتایا کہ وہ سورج پرست ہیں)



نمبر 5: ﴿وَزَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانَ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ

السَّبِيلِ﴾ (انکی سورج پرستی اور توحید سے دوری کی وجہ شیطان کو بتلایا)

نمبر 6: ﴿وَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ﴾ (اور انکے گمراہ ہونے کا فتویٰ

بھی صادر کر دیا کہ وہ ہدایت یافتہ نہیں)

نمبر 7: ﴿الَّذِينَ يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْأَ فِي

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (عقیدہ توحید کی طرف رغبت دلائی کہ آسمان

وزمین میں پوشیدہ چیزوں کو پیدا کرنیوالی ذات کے لئے سجدہ ریز کیوں

نہیں ہوتے؟)

نمبر 8: ﴿وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ﴾ (چھپے

اور علانیہ سب کو جانتا ہے) علم الہی کا بیان ہوا۔

نمبر 9: ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ (اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وجود

کے ساتھ اللہ کی توحید کے اثبات کیلئے کلمہ توحید کی دعوت دی)

نمبر 10: ﴿رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ (ملکہ بلقیس کے عرش کے

مقابلے میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عرش عظیم کی شان کو بیان کیا۔

﴿تلك عشرة كاملة﴾

غور کیجئے کہ ملکہ بلقیس کے عرش کیلئے کہا ﴿عَرْشٌ عَظِيمٌ﴾ (نکرہ یعنی

عام قسم کا ایک بڑا عرش ہے) اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عرش کیلئے

کہا ﴿الْعَرْشِ الْعَظِيمِ﴾ (معرفہ ایک خاص عظمت شان والا عظیم

عرش ہے)



ایک موتی: علامہ ابن الجوزیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن حکیم کے اندر کلمہ توحید ﴿ لا الہ الا ہو ﴾ کے ساتھ ۳۰ مرتبہ ہے اور یہ اسم اعظم ہے اسکے لئے انہوں نے ایک خواب بھی ذکر فرمایا ہے (فن الفنون از ابن الجوزی)

ہد ہد نے بھی ﴿ لا الہ الا ہو ﴾ کہا ہے گویا ہد ہد بھی اسم اعظم کا وظیفہ خواں ہے (از رشیدی)

## وجود الہی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت موسیٰ فرعون کے پاس جب پہنچے اور دعوت دی تو فرعون نے وجود الہی کے متعلق سوال کیا۔

حضرت موسیٰ نے جب اسکے سامنے آیات اور دلائل ذکر کئے تو فرعون لا جواب ہو گیا اور دھمکیوں پر اتر آیا اور موسیٰ کو قتل کی دھمکی دی لیکن اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے موجود نہ ہونے پر کوئی دلیل نہ لاسکا، غور کیجئے قرآن آپ سے مخاطب ہے۔

﴿ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴾ (فرعون نے کہا کہ رب العالمین کی حقیقت کیا ہے؟)

﴿ قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ مُوقِنِينَ ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ آسمان و زمین کا پیدا



کرنیوالا اللہ ہے،

﴿قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمْ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ﴾ فرعون نے کہا (معاذ اللہ) موسیٰ علیہ السلام تو مجنون ہے، ﴿قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ﴾ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اللہ وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک ہے، ﴿قَالَ لَئِنِ اتَّخَذَتِ الْهَاءَ غَيْرِي لَأَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُورِينَ﴾ فرعون نے کہا کہ اگر میرے سوا کسی اور کو معبود تسلیم کیا تو قید کر دوں گا (الشعراء)  
قرآن اقوام عالم سے مخاطب ہے ﴿أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاِطَّرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (کیا اس اللہ کی ذات کے بارے میں شک ہے جو آسمان وزمین کا پیدا کرنیوالا ہے)۔

قوم نوح، عاد و ثمود سب کو کہا گیا کہ کیا زمین اور آسمان کی تخلیق کے وجود کے بارے میں بھی کوئی عقلمند شک کر سکتا ہے؟ یعنی انکے وجود کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ تو کل کائنات کی فطرت ہے جو وجود الہی کو تسلیم کرتی ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ اے انسان تیرا وجود خود اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے موجود ہونے کی نشانی ہے ﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (یعنی تم اللہ کا کیسے انکار کر سکتے ہو؟ تم بے جان غیر موجود تھے اس نے حیات کے ذریعہ تمہیں وجود بخشا، پھر تم کو فنا کریگا پھر وجود بخشے گا پھر اپنے پاس



حاضر کریگا) اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ پر ایمان رکھنے والوں کو انعامات اور خلعتوں سے نوازے گا اور منکرین کو ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کی قدر معلوم کروائے گا۔ نیز ارشاد ہے ﴿قُلْ أَيْنَكُمْ لَتَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَنْدَادًا ذَلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (کیا تم اس ذات کا انکار کر سکتے ہو جو زمین کو دو دنوں میں پیدا کر نیوالا ہے اور اسکے شریک مانتے ہو وہ رب العالمین ہے)

### وجود باری اور ابراہیم (علیہ السلام)

حضرت ابراہیمؑ کا مکالمہ نمرود خبیث سے ہوا نمبرود نے کہا کہ اے ابراہیم تیرا رب کون ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ﴿رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ﴾ (میرا رب وہ ہے جو ہر چیز کی حیات اور موت کا مالک ہے)۔ اس خبیث نے کہا ﴿أَنَا الْحَيِّ وَأُمِيتُ﴾ (کہ حیات اور موت کا میں بھی مالک ہوں) اور اسکا عملی نمونہ بھی دکھلایا کہ مجرم کو بری کر دیا اور بری کو قتل کر دیا۔ بالکل ایسے ہی جیسے کوئی موحد کہے کہ بیماری اور شفاء کا مالک اللہ ہے اور کوئی خبیث بد باطن ڈاکٹر یا حکیم کہے کہ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں چنانچہ تندرست کو غلط دوا دیدے وہ بیمار ہو جائے اور بیمار کو صحیح دوا دیدے وہ ٹھیک ہو جائے اس سے وہ اپنے آپکو بیماری اور شفاء کا مالک سمجھ بیٹھے معاذ اللہ)۔



ابراہیمؑ سمجھ گئے کہ نمرود ایک جاہل ہی نہیں بلکہ جاہل کے ساتھ  
 ہمار (گدھا) بھی ہے، چنانچہ ابراہیمؑ نے ایک آفاقی دلیل ذکر فرمائی کہ  
 میرا رب وہ ہے جو ﴿فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ  
 بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ﴾ (میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے طلوع کرتا  
 اور مغرب میں غروب کر دیتا ہے تو ذرا جو ہر کمال دکھلا کہ آج مغرب سے  
 طلوع کرے)۔ آپکو معلوم ہے کہ نتیجہ کیا ہوا؟ زمین اور آسمان کے خالق و  
 مالک، میرا اور آپ کا رازق، جسکی نظر میں سب کا سب کچھ ہے اس نے  
 خبر دی کہ نتیجہ یہ ہوا ﴿فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ﴾ (نمرود مبہوت، ساکت،  
 لاجواب ہو گیا، البقرہ۔) اور خادم دین تو حید اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے خلیل  
 کے قتل کے درپے ہو گیا (الانبیاء)۔

اس مالک سبحانہ و تعالیٰ نے پھر کہا کہ ہم زمین میں ایک اور نشانی دکھلاتے  
 ہیں کہ اب میرے دین کا خادم اور میرا خلیل بے سہارا ہے، میرا منکر اور  
 دشمن تمام اسباب فوج، حکومت، قوت کا مالک ہے بلکہ خود کو خدا کہتا ہے۔  
 آج بے سہارا دوست کامیاب ہوگا تمام اسباب کے باوجود دشمن ذلیل  
 و رسوا ہوگا۔ پھر کیا ہوا؟ قرآن کہتا ہے ﴿فَارَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمْ  
 الْأَخْسَرِينَ﴾ (یعنی ابراہیمؑ کو ناکام کر نیوالے خود ناکام  
 ہو گئے (الانبیاء 70)۔



## وجود باری اور ایک دیہاتی

ایک دیہاتی نے عجیب کہا ہے کہ

البعرة تدل على البعير الاثر يدل على المسير

فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج الا تدل على الخبير  
ترجمہ: اونٹ کی مینگنی بتاتی ہے کہ اونٹ گزرا ہے، قدم کے  
نشانات بتاتے ہیں کہ انسان گزرا ہے، یہ بجوں والا آسمان کشادہ اور گول  
زمین ذات الحق والعز سبحانہ وتعالیٰ کا وجود کیوں نہیں بتاتی؟

## ایک حرفی بات

قرآن حکیم خداوند قدوس حق سبحانہ وتعالیٰ کے وجود پر ایک حرفی کلام کرتا  
ہے جو ہر ایک کے دل و دماغ کے تاریک مقفل گوشوں کو کھولنے کے  
لئے کافی ہے۔ ﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ  
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ (یعنی وہ موجود ہے، کب سے ہے اسکے لئے سن  
کہ جب کوئی بھی نہیں تھا وہ اس وقت سے ہے جب وقت اور زمانہ خود  
بھی نہ تھا وہ موجود تھا اور یہ وقت اور زمانہ اسکے بنائے ہوئے ہیں اسی  
لئے اسکو ﴿الاول﴾ کہتے ہیں نرا ﴿اول﴾ نہیں کہتے۔  
اگر کسی کے چار بیٹے ہوں تو وہ اول بیٹے سے پہلے کسی کو اول بیٹا نہیں کہتا  
حالانکہ یہ محض اول مجازی ہے کیا حقیقت ہے اس ذات کی جو اول ہی  
نہیں بلکہ ﴿الاول﴾ ہے۔



## وہ کب تک ہے؟

قرآن کہتا ہے کہ جب تیرے یہ وقت اور زمانے سب ختم ہو جائیں گے وہ موجود رہے گا کیونکہ یہ سب کچھ اسکے بنائے ہوئے ہیں اسی کو تو کہا ہے ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (ہر ایک چیز کو فنا ہے اسی کے لئے بقاء ہے)۔ نیز اسی کو تو کہا ﴿وَاللَّهُ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ﴾ (اللہ بہتر اور باقی ہے) اسی لئے قرآن کہتا ہے کہ وہ اخیر یا آخر ہی نہیں بلکہ ﴿الْآخِرُ﴾ ہے،

## وہ کہاں ہے؟

قرآن کہتا ہے وہ جگہ لاؤ جہاں وہ نہیں ہے وہ ہر چیز میں ہے جہاں تو ہے وہ وہاں بھی ہے جہاں تو نہیں ہے وہ وہاں بھی ہے۔ جہاں تم متعدد ہو تیرے آخری عدد کے بعد وہ ہے، تیرے اول عدد سے پہلے بھی وہ ہے۔ چنانچہ قرآن اسکی وضاحت کرتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿مَا يَكُونُ مِنْ نَجْوَى ثَلَاثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا آدْنَىٰ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ آيْنَ مَا كَانُوا﴾ (یعنی جب تم تین ہو چوتھا وہ ہوتا ہے، جب تم پانچ ہو تو چھٹا وہ ہوتا ہے، اگر تم پانچ سے بھی زیادہ ہو جتنے بھی ہو تمہارے عدد کے بعد وہ ہے، مثلاً جب تم دس ہو تو گیارہواں نمبر اسکا بھی ہے۔

اور اگر تم کم ہو تو پہلے عدد میں اسکو شمار کرو، یعنی تین ہو تو چوتھا وہ، دو ہو تو تیسرا وہ، ایک ہو تو دوسرا وہ اگر تم میں سے ایک بھی نہ ہو تو پھر بھی وہ مو



جود ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ﴾ (تم جہاں بھی ہو وہ تمہارے ساتھ ہے)۔

نیز، اگرچہ تمہاری جان تمہاری نظر میں تمہارے بہت قریب ہے تو وہ اس سے بھی زیادہ قریب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ (یعنی ہم تمہاری شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں، ق)۔

نیز، اگر تم موت کی کشمکش میں ہو تو پھر بھی وہ سب سے قریب ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿نَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلَكِنْ لَا تُبْصِرُونَ﴾ (یعنی ہم مرنیوالے کے اسکے اہلخانہ سے زیادہ قریب ہوتے ہیں لیکن تمہیں نظر نہیں آتے)۔

### الظاہر

وہ اتنا ظاہر ہے کہ ہر چیز کو ہر ایک چیز میں نظر آ سکتا ہے بلکہ ہر ایک چیز کا وجود اسکے وجود کی وجہ سے ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿اللَّهُ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (یعنی وہ کل کائنات کی کسی بھی واضح چیز سے زیادہ واضح ہے) اسی لئے قرآن کہتا ہے ﴿نُورٌ عَلَى نُورٍ﴾۔  
اسی لئے قرآن کہتا ہے وہ ظاہر ہی نہیں بلکہ ﴿الظَّاهِرُ﴾ ہے۔

### الباطن

وہ اتنا پوشیدہ اور باطن ہے کہ کوئی اسے دیکھ نہیں سکتا اگر حضرت موسیٰ



جیسے انسان بھی دیکھنا چاہیں تو جواب ﴿لَنْ تَرَانِي﴾ (یعنی آپ مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے)۔ اگر جناب موسیٰ دیدار کے لئے اصرار فرمائیں تو مقام امتحانی ہے جس کا نتیجہ ﴿فَخَرَّمُوسَى صَعِقًا﴾ ہے (یعنی موسیٰ بیہوش ہو کر گرے)۔

جب موسیٰ کو ان کے باطن ہونے کی کیفیت معلوم ہوئی تو موسیٰ کا جواب ﴿سُبْحَانَكَ﴾ کلام حقانی ہے۔ اسی لئے قرآن نے باطن نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ ﴿الباطن﴾۔

اب تک معلوم ہوا کہ وجود الہی کو ثابت کرنے کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ فطرت کائنات ہے اس ذات کے وجود کا قائل ہونا۔

### لطیفہ یزدانی

نحویوں کی ایک بحث ہے کہ اسم کی دو قسمیں ہیں معرفہ اور نکرہ، پھر نحویوں نے معرفہ کی سات اقسام بیان کی ہیں، پھر بحث کی کہ ان سات معرفہ میں سے سب سے بڑھکر معرفہ کون سا ہے؟ پھر اسکے دلائل بھی ہیں۔ لیکن امام سیبویہ تمام نحوی ابحاث سے خالی الذہن ہو کر کہتے ہیں کہ سب سے بڑھکر معرفہ اسم اللہ ہے۔

کہتے ہیں کہ اس قول کی بنا پر امام سیبویہ نے عجیب مقام حاصل کیا کسی نے انکو موت کے بعد خواب میں دیکھا سوال کیا کہ آپ کے ساتھ کیا



معاملہ ہوا؟ امام سیبویہؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اس قول کی وجہ سے  
 کہ سب سے بڑھکر معرفہ اسم اللہ ہے خیر کثیر پائی ہے اور میری مغفرت  
 ہوگئی، (زرکشی ص 106)

جو انکے وجود کا بھی قائل نہیں وہ ﴿مَسُوخَ الْفَطْرَةِ﴾ (جسکی فطرت ختم  
 ہو چکی ہو) ہے۔ خداوند قدوس سبحانہ و تعالیٰ اس سے بحث ہی نہیں فرمائی  
 نہ اسکو قابل ذکر سمجھا ہے انکے بارہ میں ایک ہی ارشاد ہے ﴿وَقَالُوا  
 مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا  
 الدَّهْرُ وَمَا لَهُم بِذَلِكَ مِنْ عِلْمٍ إِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ﴾ یعنی کہتے  
 ہیں کہ صرف یہی دنیاوی زندگی اور موت ہے اور یہ صرف زمانے کا کمال  
 ہے، انکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں سوائے خیالات کے (یعنی انکو بے  
 علم، جاہل، توہم پرست قرار دیا ہے۔



## اللہ کا وجود معرفت

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ کو اگر کوئی دنیا کے اندر رہتے ہوئے دیکھنا چاہے تو محال تو نہیں لیکن ناممکن ہے کیونکہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے سوال فرمایا ﴿رَبِّ اَرِنِي اَنْظُرَ اِلَيْكَ﴾ (اے میرے رب میں آپ کا دیدار کرنا چاہتا ہوں) فرمایا کہ اے موسیٰ ﴿لَنْ تَرَانِي﴾ (تو مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتا) نیز ارشاد الہی ہے ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ (آنکھیں اسکا احاطہ نہیں کر سکتیں) البتہ آخرت کے اندر دیدار الہی ہوگا جو قرآن سے بھی ثابت ہے ارشاد الہی ہے ﴿وَجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاظِرَةٌ اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ (بہت سے چہرے اس دن اپنے رب کا دیدار کر رہے ہونگے، القیامہ) نیز قرآن حکیم میں کفار کی سزا بتائی گئی ہے کہ وہ اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونگے ارشاد ہے ﴿كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَّحْجُوبُونَ﴾ (وہ لوگ اپنے رب سے پردے میں کر دئے جائینگے) یہ سزا اسی وقت بن سکتی ہے کہ جب اہل ایمان کو دیدار ہو نیز ارشاد ہے ﴿لِّلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾ اس آیت میں زیادہ سے مراد دیدار الہی ہے، نیز احادیث کے اندر اسکی تفصیل موجود ہے معلوم ہوا کہ آخرت میں دیدار الہی ہوگا لیکن دنیا میں نہیں ہو سکتا اسی لئے اہل ایمان خصوصا اولیا کرام اخص الخصوص انبیاء کرام علیہم السلام کے اندر بھی سوائے حضرت موسیٰ علیہ



السلام کے (ہمارے علم کے مطابق) کسی نبی سے دیدار الہی کی درخواست بھی ثابت نہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کا جو سوال فرمایا اسکی انتہا موسیٰ علیہ السلام کا یہ کلمہ مبارک تھا ﴿سُبْحَانَكَ﴾ جبکہ گذشتہ ادوار اور امتوں کے اندر یہ ہوا کہ وہ بے وقوف اپنے اپنے نبی اور رسول سے یہ سوال کرنے لگے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ ہمیں دکھاؤ، دیدار کراؤ ارشاد ہے ﴿وَإِذْ قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً﴾ (ہم نہیں مانیں گے جب تک کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اپنے سامنے نہ دیکھ لیں، البقرہ)

نیز ارشاد ہے ﴿فَقَالُوا آرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً﴾ (انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ کی ذات سامنے کر کے دکھاؤ، البقرہ)

نیز ارشاد ہے ﴿أَوَنَرَىٰ رَبَّنَا﴾ (کافر کہتے ہیں کہ ہم اس وقت مانیں گے کہ ہمیں ہمارا رب دکھاؤ، الفرقان)

اور کبھی کہتے کہ اللہ ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتا ارشاد ہے ﴿لَوْ لَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ﴾ (اللہ ہم سے خود بات کیوں نہیں کرتا)

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایسے خبیث انسانوں کیلئے جو دنیا میں اللہ کو دیکھنا چاہتے ہیں، بات کرنا چاہتے ہیں اور اپنے آپ کو اس کا اہل سمجھتے ہیں ایسے انسانوں کے لیے چار لقب عطاء فرمائے

(1) وہ جاہل ہیں ارشاد الہی ہے ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ لَوْ

لَا يُكَلِّمُنَا اللَّهُ أَوْ تَأْتِينَا آيَةً﴾ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسکا جواب یہ



ارشاد فرمایا کہ یہ سوال کرنا لاعلم اور جاہل لوگوں کا کام ہے یہ کوئی نئی بات نہیں جاہل پہلے بھی ایسا سوال کر چکے ہیں، البقرہ  
اگر کسی نے ہم کو پہچاننا ہے تو ہماری آیات کو دیکھ لے ہم خود ہی پہچان میں آجائیں گے۔

(2) متکبر ایسے لوگ جو اللہ کی معرفت انکی ذات کو دیکھ کر گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ متکبر ہیں انہیں اپنی حقیقت کا بھی علم نہیں ارشاد ہے ﴿وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَةُ أَوْ نَرَى رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًا كَبِيرًا﴾ (ہماری ملاقات سے ناامید لوگ کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں اترے یا اپنے رب کو ہم کیوں نہیں دیکھ سکتے یہ سرکش اور متکبر ہیں، الفرقان)

(3) منحرف یعنی اللہ کو دیکھ کر یا بات کر کے جو پہچاننا چاہتے ہیں وہ منحرف ہیں دیکھئے فرعون مصر نے حضرت موسیٰ علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کہا تھا ﴿وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَامَانَ ابْنِ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أُطَّلِعُ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ﴾ (فرعون نے ہامان سے کہا کہ میرے لئے ایک قلعہ بنا اس پر چڑھ کر میں موسیٰ کے معبود کو دیکھنا چاہتا ہوں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا ﴿وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيلِ﴾ (فرعون کیلئے اسکا برا عمل مزین ہوا اور راہ حق سے رکنے کا سبب بن گیا) اسی کا نام



انحراف ہے۔

(4) ظالم یعنی جو اللہ کو دیکھ کر یا بات کر کے پہچاننا چاہتے ہیں وہ

ظالم ہیں جیسے یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ﴿وَإِذْ

قُلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ نَرَىٰ اللَّهَ جَهْرَةً﴾ اس

مظموں کے آخر میں ارشاد فرمایا ﴿وَلَكِنْ كَانُوا أَنفُسَهُمْ

يَظْلِمُونَ﴾ (وہ اپنی ہی جانوں پر ظلم کر رہے تھے، البقرہ)

نیز ﴿فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرًا مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ

جَهْرَةً فَآخَذَتْهُمْ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ﴾ (انہوں نے موسیٰ سے اس

سے بھی بڑے سوال کئے اور یہاں تک کہا کہ اللہ کی ذات ہمیں سامنے

دکھلاؤ انکو انکے ظلم کی وجہ سے بجلی کی کڑک نے آپکڑا، النساء)

معلوم ہوا کہ اللہ کی معرفت صرف آیات الہیہ سے ہو سکتی ہے نہ کہ دیکھ کر

اسی لئے اہل ایمان سے کہا کہ تم ایسے سوال نہ کرنا چنانچہ ارشاد ہے ﴿أَمْ

تُرِيدُونَ أَنْ تَسْأَلُوا رَسُولَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوسَىٰ مِنْ قَبْلُ وَ

مَنْ يَتَّبِعِ الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ﴾ کیا تم

بھی اپنے نبی سے ایسے سوال کرنا چاہتے ہو جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام

سے انکی قوم نے کیے تھے ایسے سوال کا مطلب ایمان کے بدلے کفر

حاصل کرنا ہوگا) لہذا یہ سوال تم نہ کرنا

اسکے بعد صحابہؓ آپ ﷺ کے سامنے کسی بھی قسم کا سوال نہ کرتے بلکہ باہر

سے آئیوالے اجنبی کا انتظار کرتے کہ آکر وہ سوال کرے اور ہمیں علم



حاصل ہو اس ادب رسول ﷺ کا انعام یہ ہوا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اکثر صحابہ کی مجلس میں سب کے سامنے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو سائل بنا کر بھیجا انہوں نے دین سے متعلقہ تمام سوال کر کے صحابہ کرام کو حیران کر دیا یہ دراصل اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے ادب رسول کا انعام تھا

## معرفت الہی کا حصول

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی معرفت کا حصول اس وقت ہو سکتا ہے جب دل چند عیبوں سے خالی ہو

1- تکبر کیونکہ متکبر کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی ارشاد الہی ہے ﴿سَأَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ (میں اپنی آیات سے متکبروں کو پھیر دوں گا وہ میری آیات پر غور ہی نہ کر سکیں گے، الاعراف)

2- ظلم ظالموں کی راہنمائی نہیں فرماتا، ﴿وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ﴾ (اللہ ظالموں کی راہنمائی نہیں فرماتا،)

3- کذب ارشاد ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ﴾ (اللہ جھوٹے ناشکر کو راہ نہیں دیتا، الزمر)

4- فساد فی الارض زمین میں فساد مچانے والا

نقض عہد رشتوں کا توڑنے والا



ارشاد ہے ﴿وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ الَّذِينَ يَنْقُضُونَ عَهْدًا  
لِلَّهِ مِنْ بَعْدِ مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ  
وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ (یعنی فاسقوں کو راہ ہدایت نہیں ملتی یہ وہ  
لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کئے ہوئے عہد (توحید) کو توڑتے  
ہیں اور جن رشتوں کو ملا کر رکھنے کا حکم ہے اسے بھی توڑتے ہیں اور زمین  
میں فساد مچاتے ہیں، البقرہ)

5- غافل دل ﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ  
يَتَفَكَّرُونَ﴾ (بیشک اس میں سوچنے والوں کیلئے مقام تفکر ہے، النحل)  
جبکہ غفلت کی حالت میں تفکر نہیں ہو سکتا اسی لئے ارشاد ہے ﴿فَلَا  
تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾ (آپ غافلوں میں سے نہ بنیں، الاعراف)

6- جرائم اور معاصی سے خالی ہو ارشاد ہے ﴿كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى  
قُلُوبِهِمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (انکے دلوں پر انکے اعمال کا رنگ  
چڑھ چکا ہے) نیز ارشاد ہے ﴿كَذَلِكَ نَسُكُّهُ فِي قُلُوبِ  
الْمُجْرِمِينَ﴾ (ہم انکار کی عادت مجرموں کے دل میں داخل کر دیتے  
ہیں، الحجر)

7- قبولیت حق کی اہلیت سے خالی نہ ہو ارشاد ہے ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَةً  
تَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوْلَٰ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي  
طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ﴾ (ہم انکے دل اور آنکھیں بدل دیتے ہیں  
اور انکو سرکشی میں مست چھوڑ دیتے ہیں، الانعام)



## تین چیزوں پر غور

اللہ کی معرفت کیلئے تین چیزوں پر غور ضروری ہے۔

۱۔ کون؟

یعنی کائنات، مخلوقات اور موجودات پر غور کرنے سے معرفت الہیہ حاصل ہو سکتی ہے ارشاد الہی ہے ﴿قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ (زمین و آسمان میں موجودات پر غور کرو، یونس) نیز ارشاد ہے ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لآيَاتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ﴾ (زمین و آسمان کی تخلیق میں، رات اور دن کے اختلاف میں عقل والوں کیلئے قدرت کے نشانات ہیں، آل عمران)

نیز ارشاد ہے ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَّاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (یعنی آسمان و زمین کی تخلیق، رات اور دن کا اختلاف، سمندروں میں نفع بخش تجارتی سامان کو لیکر نقل و حرکت میں رہنے



والے کشتیاں (جہاز) آسمان سے برسنے والی بارش  
 اور بارش کے ساتھ بنجر زمین کا آباد ہونا زمین میں ہر قسم کی چلنے  
 پھرنے والی مخلوق اور ہواؤں کی ہلچل آسمان وزمین  
 کے درمیان بادلوں کی گرج و چمک  
 یہ سب عقل والوں کیلئے قدرت الہیہ کی معرفت حاصل کرنے کے  
 نشانات ہیں۔

نیز سورہ روم آیت نمبر ۲۰ تا ۲۷ میں اہل فکر، اہل علم، اہل سمع و بصر، اہل  
 عقل کیلئے معرفت الہیہ کے نشانات بیان کئے گئے ہیں جس کا جی چاہے  
 غور کرے اور دنیا میں نورانیت الہی، معرفت الہی، دل سے دیدار الہی کی  
 لذت حاصل کرے۔

## ۲ قرآن

قرآن پر غور کرنے، تدبر کرنے، فکر کرنے، اسکی تلاوت کرنے سے  
 معرفت الہیہ آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے اسی لئے تو فرمایا ﴿أُولَٰئِكَ  
 يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ (آسمانی کتاب کی تلاوت کا حق ادا کر نیوالے ہی اصل  
 ایمان رکھتے ہیں) نیز ارشاد ہے ﴿أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ  
 الْكِتَابَ﴾ (کیا انکے لئے کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر قرآن نازل  
 کیا ہے) نیز ارشاد ہے ﴿بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ  
 الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ﴾ (بلکہ یہ واضح آیات ہیں علم والوں کے سینوں



میں) نیز ارشاد ہے ﴿وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ  
آيَاتُ اللَّهِ﴾ (تم کیسے کفر کر سکتے ہو جبکہ تمہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سنائی  
جاتی ہیں، آل عمران)

اور جو لوگ قرآن پر غور و فکر نہیں کرتے انکو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کہیں  
انکے دلوں پر تالے تو نہیں ارشاد ہے ﴿أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ  
عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ (یہ قرآن پر غور کیوں نہیں کرتے کیا انکے دلوں  
پر تالے ہیں؟)

۳

انبیاء کرام اور معجزات اولیاء کرام کی کرامات  
قرآن نے ان تینوں کو آیات کہا ہے ارشاد ہے ﴿وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ  
لِّلْمُوقِنِينَ﴾ (زمین میں یقین کرنیوالوں کیلئے نشانات ہیں  
الذریات) ﴿وَكَايٍ مِّنْ آيَةِ فِي السَّمَوَاتِ  
وَالْأَرْضِ، يَوْسُفَ﴾ (آسمان و زمین میں کتنی ہی قدرت کی نشانیاں  
ہیں) ﴿وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ، يَسْ﴾

معجزات

﴿وَفِيكُمْ رَسُولُهُ، آل عمران﴾  
﴿اقتربت الساعة، القمر﴾  
﴿وان يرواية يعرضوا، القمر﴾



﴿وَيَا قَوْمِ هَذَا نَارُ اللَّهِ، هُوَ﴾

﴿وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ، آلَ عِمْرَانَ﴾

ان آیات میں معجزات کو اللہ کی قدرت کا نشان فرمایا گیا ہے ہم نے اختصار سے کام لیا ہے آپ قرآن کریم سے دیکھ لیں۔

نیز اولیاء کی کرامات بھی قدرت کا نشان ہیں دیکھئے حضرت مریم کا تذکرہ قرآن میں

نیز حضرت ذوالقرنین کے کارنامے اور دنیا کے تین سفر

اصحاب کہف کا واقعہ

نیز صاحب لیس کا قصہ سورۃ لیس میں ان کا ذکر ہے

(تفصیل کیلئے دیکھئے عثمانی اور ابن کثیر اور دیگر تفاسیر)

## عظمت الہیہ

مسلم کے دل میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کیساتھ انتہائی درجہ کی عظمت ہونا

چاہئے اسی عظمت کا نام ایمان ہے اسکا بیج سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہر انسان کے دل میں کاشت فرمایا لیکن جن کا دل بنجر زمین کی شکل میں تھا

وہ محروم ہوئے اور جن کا دل زرخیز زمین کی شکل میں تھا وہ نصیب بنا گئے

ارشاد الہی ہے ﴿وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ﴾

(اور جو شہر پاکیزہ ہے اسکا پھل نکلتا ہے اسکے رب کے حکم سے اور جو



خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر ناقص، الاعراف)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کے دل میں اللہ کی عظمت پر اعتماد بٹھایا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مانوس ہونا سکھایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے گردن جھکانا سکھایا جب صحابہ اس پر عمل پیرا ہوئے تو کل کائنات پر شرف حاصل کر گئے اگرچہ کوئی صحابی نیکیوں کی گنتی کے اندر کسی دوسرے مسلمان سے کم بھی ہو سکتا ہے لیکن قرب الہی میں کل کائنات پر سابق فائق ہے بقول حضرت علی رضی اللہ کہ کچھ لوگ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور صدقہ میں تو کسی سے زیادہ نہ ہونگے لیکن جنت میں سب سے آگے ہونگے اللہ کی معرفت اور خوف کی بناء پر۔

حضرت ابو بکر صدیق اور عظمت الہی

ممکن ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق نماز روزہ کی گنتی میں ساری امت سے آگے نہ ہونگے لیکن توحید اور ایمان میں سب سے آگے تھے موت کے وقت کسی نے کہا طبیب بلا تے ہیں انہوں نے کہا طبیب مجھے دیکھ رہا ہے اور کہہ رہا ہے ﴿إِنِّي فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ﴾ (میں جو چاہوں کر سکتا ہوں، البروج)

حضرت عمر بن خطاب اور عظمت الہی

چہرے کے اوپر رونے کی وجہ سے دو خط بن چکے تھے خوف اور عظمت الہی کی وجہ سے کسی قاری کو ﴿إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ﴾ (تیرے رب کا عذاب پڑ کر رہے گا) پڑھتے سنا بے ہوش ہو کر کتنے دن بیمار رہے اور کہا



کرتے تھے اگر میں رات کو سویا تو اللہ کا حصہ ضائع ہو اور اگر دن کو سویا تو عوام کا ضائع ہو جائیگا۔

موت کے وقت بیٹے سے کہتے ہیں میرا چہرہ زمین پر رکھ دو شاید مالک رحم فرمادے۔

ایک دن چرواہے کو دیکھا کہا کہ ایک بکری ہمیں بیچ دے اس نے کہا کہ بکریاں میری نہیں فرمایا مالک کو کہنا بھیڑیا کھا گیا چرواہے نے کہا کہ ﴿فاین اللہ﴾ یعنی پھر اللہ کہاں ہے؟ اپنی داڑھی پکڑی اور کہتے رہے ﴿ای واللہ فاین اللہ ای واللہ فاین اللہ﴾ (اللہ کی قسم اللہ کہاں ہے، اللہ کی قسم اللہ کہاں ہے)

حضرت عثمان بن عفان اور عظمت الہی

آپ نے اپنے رب کی عظمت اور حیا کی بناء پر کبھی کھڑے ہو کر غسل نہ فرمایا ہمیشہ بیٹھ کر کرتے کوئی تعجب کی بات نہیں جناب سیدنا عثمان سے تو فرشتے بھی حیا کرتے ہیں صادق و مصدوق ذات کا فرمان برحق ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت علی اور عظمت الہی

سب سے زیادہ روزہ دار، تہجد گزار، شاہ سوار، رات کے راہب ایک دن فجر کی نماز پڑھ کر بیٹھے غمزدہ تھے طلوع آفتاب ہوا تو داڑھی مبارک کو پکڑا روتے رہے اور صحابہ کا زمانہ یاد فرمایا۔

حضرت ابی بن کعب اور عظمت الہی



ایک دفعہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں تجھے قرآن پڑھکر سناؤں حضرت ابی بن کعب عظمت الہی کی بناء پر کانپ گئے اور عرض کیا میرے رب سبحانہ و تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟

حضرت بلال اور عظمت الہی

انکا دل نور توحید سے منور تھا دل جلال و عظمت الہی سے لبریز تھا ہر عظیم چیز حقیر تھی ہر عذاب و سزا کو میٹھا سمجھتے تھے آگ کی چٹانوں پر بھی لیٹ کر نعرہ تھا احد احد پھر انہیں انعام ملا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس توحید کے چشمہ شہد کے انداز پر اپنی واحدانیت کو بیان فرمایا ارشاد ہے ﴿قل هو اللہ احد﴾ پھر سورۃ کے آخر میں دوبارہ اسی لفظ کو دہرایا ﴿ولم یکن لہ کفوا احد﴾ بلال کا احد دیکھئے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا احد دیکھئے کس قدر مماثلت ہے۔

حضرت خباب بن ارت اور عظمت الہی

جنتی تکالیف بڑھتی اتنا ہی صبر استقامت قوت ایمان اور یقین بڑھتا رہا۔

حضرت خالد بن ولید اور عظمت الہی

ایک جنگ میں لشکر اسلام صرف چند بندے تھے کفار کثیر تعداد میں تھے کسی نے شکوہ کیا تو جواب دیا کہ ہم ﴿باللہ للہ﴾ (یعنی اللہ کی مدد کے ساتھ صرف اللہ ہی کیلئے) لڑتے ہیں انکے ساتھ روئے زمین کے تمام انسان بھی جمع ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں۔



### حضرت عبداللہ بن حزام اور عظمت الہی

آپ غریب انسان تھے ذات الہ الحق کیلئے قربان کرنے کو کچھ نہ ملا تو انکی محبت، جلال و تعظیم میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا اور ایسا پیش کیا کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ سبحانہ تعالیٰ نے کبھی کسی سے بے حجاب گفتگو نہ فرمائی لیکن عبداللہ رضی اللہ کیساتھ بغیر پردے کے گفتگو فرمائی وہ بھی اس طرح کہ وہ اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کو دیکھ کر مسکرارہے تھے اور رب سبحانہ و تعالیٰ انکو دیکھ کر مسکرارہے تھے۔

### حضرت ابو دحداح اور عظمت الہی

جب ذات الہ الحق نے ﴿مَنْ ذِي الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ کا حکم نازل فرمایا تو اس دور میں ایک باغ جسکے اندر 600 درخت تھے بیرحاء جسکا نام تھا قربان کر دیا اور اپنی بیوی کے پاس جا کر کہا اے ام دحداح باغ سے نکل جاؤ یہ میں نے اپنے رب کو قرض دیدیا ہے

حضرت عروہ بن زبیر اور عظمت الہی نماز کی حالت میں ٹانگ کاٹی گئی پتہ ہی نہ چلا۔ کسی سفر میں ایک بیٹا مر گیا کیا کہتے ہیں اے اللہ میرے چار اعضاء تھے دو ہاتھ دو پیر ایک تونے لے لیا اب تین باقی ہیں میرے سات بیٹے تھے ایک تونے لے لیا 6 باقی ہیں ﴿فلك الحمد على ما اعطيت ولك الشكر على ما ابقيت﴾ (جو تونے دیا اس پر بھی تیری حمد اور جو تونے باقی رکھا اس پر تیرا شکر ہے



## حضرت امام ابن ابی ذئب اور عظمت الہی

مہدی بادشاہ تھا (ہارون رشید کا باپ) مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر آیا امام ابن ابی ذئب بیٹھے ہوئے تھے تمام لوگ اسکی تعظیم کیلئے کھڑے ہو گئے یہ نہ کھڑے ہوئے لوگوں نے کہا کہ کھڑے ہو جاؤ امیر المؤمنین آئے ہیں انہوں نے کہا ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ، الْمُطْفِفِينَ﴾ کھڑا رب العالمین کیلئے ہوا جاتا ہے مہدی انکی بات سنکر کانپ گیا اور کہا کہ انکو رہنے دو انکی بات کی وجہ سے میرے جسم کا ہر بال کھڑا ہو گیا ہے۔

### حضرت سفیان ثوری اور عظمت الہی

آپ نے ایک دن بیت اللہ کا طواف فرمایا اور مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت پڑھنے کیلئے سر آسمان کی طرف اٹھایا خوف عظمت و جلال ھیت سبحانہ و تعالیٰ کی بناء پر بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

### اللہ محبوب ہوتا ہے

ہر انسان اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے لیکن ہم غور کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں انکی نشانیاں بتائی ہیں غور کیجئے چند نشانوں پر تا کہ آپ کو علی وجہ البصیرة معلوم ہو جائے کہ واقعی آپ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے محب ہیں یا نہیں۔



نمبر ۱: اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلی نشانی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے محبت کرنے والا سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع کرے گا ارشاد الہی ہے ﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي﴾ (فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو پھر

میری اتباع کرو جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ تم محبت سے محبوب بن جاؤ گے) محبت الہی دل کی حیات (زندگی) ہے، روح کی جنت ہے، نفس کا سرور ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، دنیا و آخرت کی سب سے اعلیٰ نعمت ہے۔

نمبر ۲: ایمان والوں پر مہربان محبت الہی کی دوسری نشانی یہ ہے کہ ایمان والوں پر مہربان، شفقت کرنے والا اور کفار پر سخت ہو

ارشاد الہی ہے ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ﴾ (اللہ ایسی قوم لایگا جن سے اللہ محبت کرے وہ اللہ سے محبت کرتے ہونگے) (جنکی نشانی یہ ہوگی) ایمان والوں کے لئے مہربان کفار پر سخت

امام عطاء فرماتے ہیں انکی نشانی یہ ہوگی کہ مؤمن کے لئے تو ایسے ہیں جیسے ماں کے لئے بیٹا ہوتا ہے اور کافر کے لئے ایسا جیسے شیر اپنے شکار پر۔

نمبر ۳: جہاد فی سبیل اللہ تیسری نشانی محبت الہی کی یہ ہے کہ اللہ کے راستے میں جہاد کریں ارشاد ہے ﴿يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾ (یعنی اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہیں)



نمبر ۴: ملامت کی پرواہ نہ کرے چوتھی نشانی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی فکر نہیں رکھتے، ارشاد ہے ﴿وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ﴾ (یعنی وہ ملامت کرنیوالے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے)

نمبر ۵: قرب الہی کا متلاشی پانچویں نشانی یہ ہے کہ قرب الہی کا متلاشی ہو کہ کسی بھی عمل صالح کے ساتھ مجھے قرب الہی حاصل ہو جائے ارشاد الہی ہے ﴿يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ﴾ (یعنی وہ اپنے رب کا قرب چاہتے ہیں، الاسراء)

نمبر ۶: رحمت الہی کا امیدوار ہو ارشاد ہے ﴿وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ﴾ (اور اسکی رحمت کے امیدوار ہیں)

نمبر ۷: خوف عذاب رکھتا ہو ارشاد ہے ﴿وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ﴾ (اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں)۔ (الدین الخالص ج ۲/۱)

### اسباب محبت

حضرت ابو بکر کنانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کچھ اہل اللہ اور انکے درمیان حضرت جنید بغدادی بھی تھے دوران گفتگو محبت الہیہ کا سلسلہ چل نکلا مشائخ نے قرب الہی پر کلام کیا حضرت جنید عمر کے اندر سب سے چھوٹے تھے علماء نے ان سے بھی کہا اے عراقی تیرے پاس کچھ ہے



تولا، انہوں نے سر جھکایا آنسو بہاتے ہوئے فرمایا محبت وہ ہوتا ہے جو  
فنائی اللہ ہو، دائمی ذکر الہی کے اندر مستغرق ہو، حقوق کی ادائیگی پر قائم  
ہو، دل سے متوجہ الی اللہ ہو، ہیبت اور جلال الہی نے اسکا دل جلا رکھا ہو،  
آنسوؤں کا گھونٹ پی رکھا ہو، جلال و ہیبت کے پردے اسکی حیاء کے  
سامنے کھل چکے ہوں، اگر کلام کرے تو اللہ کی، بات بولے، حرکت  
کرے تو اللہ کی طرف سے حرکت کرے، امر الہی سے سکون حاصل  
کرے، چاہت کرے تو معیت الہی سے کرے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ وہ باللہ رہتا ہو عن اللہ رہتا ہو مع اللہ  
رہتا ہو، اس پر اہل اللہ رونے لگے اور مزید کلام کا مطالبہ فرمایا جس پر تاج  
العارفین نے فرمایا کہ محبت کے دس (۱۰) اسباب ہیں۔

نمبر ۱: قرآن کریم اور فہم معانی کے ساتھ ہو

نمبر ۲: قرب الہی فرائض نوافل کے ساتھ ہو

نمبر ۳: دل، زبان، عمل صالح اور اپنے حال کے ساتھ ہر وقت

ذاکر الہی ہو

نمبر ۴: اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی مرضی کو خواہش کے وقت اپنی مرضی

پر ترجیح دے

نمبر ۵: دل سے اسماء الہی، صفات الہی اور مشاہدہ حق کا خیال

رکھے

نمبر ۶: اسکے احسانات ظاہری اور باطنی نعمتوں کا ہر وقت



دھیان رکھے۔

نمبر ۷: سب سے بہتر سبب یہ ہے کہ دل سے اسکے سامنے

ہر وقت عاجزی کا اظہار رکھے

نمبر ۸: مشاہدہ ذات الہی اور اسکی کتاب کی تلاوت جلوت

وخلوت میں رکھے آخر میں استغفار کرے

نمبر ۹: اہل اللہ سے محبت رکھے انکے کلام سے پھل چننا رہے

نمبر ۱۰: جو چیز بھی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور دل کے درمیان حائل

ہو اس سے دور رہے

الہ الا اللہ کی دعوت دی جاتی تھی تو وہ تکبر کرتے تھے، بحوالہ لا الہ الا اللہ محمد

رسول اللہ مصنفہ شریف حمدان

## اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عرش

اس سے مقصود یہ نہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عرش پر ٹھہرے ہوئے ہیں بلکہ یہ

عرش خود انکی مخلوق ہے عرش کی نسبت انکی طرف تعظیم کیلئے ہے جیسے بیت

اللہ اور کرسی کی نسبت۔ البتہ قرآن حکیم کے اندر استوی علی العرش کا

ذکر موجود ہے اور متعدد بار ہے۔ اہلسنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ

اللہ سبحانہ و تعالیٰ بلا مکان بغیر جہت، بغیر حد اور بغیر کیفیت کے عرش پر قائم

ہیں جیسے انکی شان ہے یہ عرش عظیم انکا جلوہ گاہ ہے۔ عرش اللہ سبحانہ و تعالیٰ

کو اٹھائے ہوئے نہیں ہے بلکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی قدرت عالیہ عرش کو



تھامے ہوئے ہے عرش کے بننے سے پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ جس شان، عظمت و جلال کے ساتھ تھے اسی شان، جلال و عظمت کے ساتھ عرش کے بننے کے بعد بھی ہیں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

خالق عالم ز عالم برتر است (عالم کا پیدا کرنیوالا عالم سے اوپر ہے) (معارف القرآن کاندھلوی)

قرآن حکیم کے اندر ﴿استوی علی العرش﴾ کا ذکر سات جگہ پر ہے۔ علامہ آلوسیؒ کہتے ہیں کہ لغت کے اندر عرش بادشاہ کے تخت کو کہتے ہیں اور شریعت کے اندر عرش سے مراد ایسا تخت ہے جسکے پائے بھی ہیں اور اسکو فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں یہ عرش آسمانوں کے اوپر چھتری نما ہے عرش کے پائے ہونیکی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ایک یہودی کو مسلمان کے تھپڑ مارنے کا ذکر ہے اسکے آخر میں یہ الفاظ ہیں ﴿فاذا انا بموسیٰ علیہ السلام آخذ بقائمة من قوائم العرش﴾ (یعنی موسیٰ علیہ السلام عرش کے پائے کو پکڑے کھڑے ہونگے، بخاری و مسلم)

فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں ارشاد الہی ہے ﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ﴾ (یعنی وہ فرشتے جو عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں، الزمر) ایک حدیث میں ارشاد ہے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے آپ ﷺ نے اپنی مبارک انگلیوں سے ایک قبہ کی شکل بنا کر سمجھایا کہ وہ اسطرح ہے، روح المعانی)



اس ذات کے عرش کا تصور شریعت اسلامیہ سے قبل بھی لوگوں کے ذہنوں میں موجود تھا۔

امیہ بن ابی الصلت زمانہ جاہلیت کا شاعر ہے وہ کہتا ہے

مجدو اللہ فهو للمجد اهل ربنا في السماء امسى كبيرا  
بالبناء العالی بهر الناس وسوی فوق السماء سریرا  
شرحعلا یناله طرف العین تری حوله الملائک صوراً  
ترجمہ: اللہ کی حمد بیان کر کہ وہ حمد کے لائق ہے ہمارا رب آسمانوں پر ہے  
سب سے بلند عظمت والا ہے تمام کائنات سے عالی ہے آسمانوں کے  
اوپر ان کا تخت ہے اتنا بلند بالا ہے کہ مخلوق کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی اسکے  
ارد گرد فرشتے ہیں۔

دنیا میں کسی واقعہ کے پیش آنے پر عرش الہی جھوم بھی پڑتا ہے ایک  
حدیث میں ارشاد ہے حضرت سعد کی موت پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عرش  
حرکت میں آ گیا تھا ﴿ اهتز له عرش الرحمن ﴾ (یعنی انکی موت  
پر عرش الہی حرکت میں آ گیا)۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا فرمان استوی علی العرش معلوم ہے کیفیت  
غیر معقول ہے اسکا اقرار ایمان ہے اور انکار کفر ہے، روح المعانی  
ربیعہ بن عبد الرحمن کہتے ہیں کہ استوی علی العرش معلوم ہے  
کیفیت غیر معقول ہے اللہ کے ذمہ رسول بھیجنا ہے اور رسولوں کے ذمے  
پیغام پہنچانا ہے ہمارے ذمہ قبول کرنا ہے، روح المعانی)۔



اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عرش کے بارے میں مخلوق اسکی حقیقت معلوم نہیں  
کر سکتی البتہ صفات جان سکتی ہے، روح المعانی)

## عرش کہاں؟

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عرش زمین و آسمان بننے سے پہلے پانی پر تھا ارشاد الہی  
ہے ﴿وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ﴾ (اللہ کا عرش پانی پر تھا، ہود)  
حضرت کعب فرماتے ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ایک سبز رنگ کا موتی پیدا  
کیا پھر اس پر نظر جلال ڈالی وہ پانی بن کر کانپنے لگا پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ  
نے ہوا کو پیدا فرمایا اور پانی کو ہوا کے گرد رکھا پھر عرش کو پانی پر رکھا  
(خازن، ہود)

ربیع بن انس کی روایت میں ہے کہ پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا عرش پانی پر تھا  
جب اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو بنایا تو اس پانی کو تقسیم فرمایا  
نصف پانی کو عرش کے نیچے رکھا اسی کو قرآن میں ﴿وَالْبَحْرِ  
الْمَسْجُورِ﴾ فرمایا گیا ہے اسی کے پانی کے قطرے شبہم کی طرح قبروں  
پر برسینگے اس سے مردوں کے جسم کھڑے ہونگے۔ پانی کے دوسرے  
نصف حصے کو زمین کے نیچے رکھا، روح المعانی، ہود)  
عرش سرخ رنگ کے موتی سے بنا ہے جسکی شان رب ہی جانتا ہے (ابن  
کثیر، ہود)

وہب کہتے ہیں کہ عرش نور الہی سے بنا ہوا ہے (ابن کثیر، یونس)  
بعض علماء کہتے ہیں کہ عرش الہی سبز رنگ کا موتی ہے۔



ایک حدیث کے اندر ارشاد مبارک ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے اسکی گہرائی اور اونچائی دو آسمانوں کے فاصلہ کے برابر ہے پھر اس سمندر کے اوپر اوعال (بکرا نما مخلوق) عرش الہی انکے سینگ پر ہے یا پشت پر یہ اتنے بڑے ہیں انکے کھر اور کندھوں کا درمیانی فاصلہ دو آسمانوں کی مسافت کے برابر ہے انکی پشت پر عرش الہی ہے اس عرش کی اونچائی دو آسمانوں کی مسافت کے برابر ہے (روح البیان)

عرش الہی کی بلندی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ عرش الہی اور اسکے اٹھانے والے فرشتوں کے درمیان

- ۷۰ ہزار پردے ہیں آگ کے
- ۷۰ ہزار پردے ہیں پانی کے
- ۷۰ ہزار پردے ہیں برف کے
- ۷۰ ہزار پردے ہیں سفید موتی کے
- ۷۰ ہزار پردے ہیں سبز زبرجد کے
- ۷۰ ہزار پردے ہیں سرخ یاقوت کے
- ۷۰ ہزار نور کے
- ۷۰ ہزار تاریکی کے (اللہ اکبر)

کسی نے آج تک بیہوش ہونے کے ڈر سے عرش الہی کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھا (روح البیان)

## حملۃ العرش

عرش الہی کو اٹھانیوالے فرشتے ابھی انکی تعداد ۴۲ ہے قیامت کے دن انکی تعداد آٹھ ہوگی۔ ابھی جو چار فرشتے عرش الہی کو اٹھائے ہوئے ہیں ان



میں سے ایک کی شکل مرد کی ہے دوسرے کی شکل شیر کی ہے تیسرے کی شکل بیل کی ہے چوتھے کی شکل شاہین کی ہے (مظہری)

ان فرشتوں کی تسبیح چار کہتے ہیں ﴿سبحنك الله وبحمدك لك الحمد على حلمك بعد علمك﴾ (اے اللہ تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں کہ سب کچھ جاننے کے باوجود تیرا حلم اور بردباری غالب ہے) چار فرشتے کہتے ہیں ﴿سبحنك الله وبحمدك لك الحمد على عفوك على قدرتك﴾ (تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے، خازن)

## فضائل امت توحید

قرآن حکیم کے اندر ﴿لا اله الا الله محمد رسول الله﴾ والی امت کو تیس ایسی صفات عطاء فرمائی گئی ہیں جن میں سے ۱۰ ابراہیم علیہ السلام والی صفات ہیں اور ۱۰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہیں اور ۱۰ آپ ﷺ کی ہیں اس لحاظ سے یہ امت توحید حضرات ابراہیم، حضرت موسیٰ، جناب سید کونین ﷺ کی صفات کا مجموعہ ہے۔

صفات خلیلی	امت توحید کیلئے
ابراہیم علیہ السلام مجتبیٰ تھے	﴿اجتبه﴾
ابراہیم علیہ السلام مصطفیٰ تھے	﴿ولقد اصطفینہ﴾
ابراہیم علیہ السلام صالح تھے	﴿بالصالحین، شعراء﴾
ابراہیم علیہ السلام صراط مستقیم پر تھے	﴿عبادی الصالحون، انبیاء﴾
مستقیم، انبیاء	﴿الی صراط مستقیم، نحل﴾
ابراہیم علیہ السلام پر سلام	﴿سلام علیکم، الرعد﴾
﴿سلام علی ابراہیم﴾	



ابراہیم علیہ السلام مؤمن تھے ﴿من عبادنا المؤمنین﴾ ﴿قل لعبادی الذین آمنوا، الزمر﴾  
 ابراہیم علیہ السلام توبہ کر نیوالے تھے ﴿تب علینا، البقرہ﴾ ﴿یتوب اللہ علی المؤمنین﴾  
 ابراہیم علیہ السلام مقبول تھے ﴿تقبل منا، البقرہ﴾ ﴿نتقبل منهم، الاحقاف﴾  
 ابراہیم علیہ السلام کو مہربان بنا دیا ﴿بشرناہ، الصافات﴾ ﴿وبشر الذین آمنوا، البقرہ﴾  
 صفات کلیدی  
 امت توحید کیلئے

موسیٰ علیہ السلام کا شرح صدر ﴿اشرح لی صدی، طہ﴾ ﴿افمن شرح اللہ صدرہ، الزمر﴾  
 موسیٰ علیہ السلام کیلئے یسر (آسانی) ﴿یسر لی امری، طہ﴾ ﴿یرید اللہ بکم الیسر، البقرہ﴾  
 موسیٰ علیہ السلام پر احسان ﴿ولقد مننا علی موسیٰ، الصافات﴾ ﴿لقد من اللہ علی  
 المؤمنین، آل عمران﴾

موسیٰ علیہ السلام کیلئے معیت الہی ﴿ان معی ربی﴾ ﴿ان اللہ مع الذین اتقوا﴾  
 موسیٰ علیہ السلام کی دعا کی قبولیت ﴿قد اجیبت دعوتکما﴾ ﴿ویستجیب الذین آمنوا﴾  
 موسیٰ علیہ السلام غالب و عالی ﴿انک انت الاعلیٰ، طہ﴾ ﴿انتم الاعلون، آل عمران﴾  
 موسیٰ علیہ السلام مہذب و محبت ﴿القیبت علیک محبۃ منی﴾ ﴿سیجعل لہم الرحمن ودا، مریم﴾  
 موسیٰ علیہ السلام کو امن ﴿انک من الآمنین، قصص﴾ ﴿اولئک لہم الأمن، انعام﴾  
 موسیٰ علیہ السلام کیلئے مغفرت ﴿ففغفر لہ، قصص﴾ ﴿یفغر الذنوب جمیعاً، الزمر﴾  
 صفات جیبی (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 امت توحید کیلئے

آپ ﷺ پر تنگی نہیں ﴿مان کان علی النبی من حرج﴾ ﴿ما جعل علیکم فی الدین من حرج﴾  
 آپ ﷺ کے گناہ معاف ﴿لیغفر لک، الفتح﴾ ﴿یفغر لکم، آل عمران﴾  
 آپ ﷺ کیلئے صراط مستقیم ﴿ویہدیک صراطاً مستقیماً، الفتح﴾ ﴿لہادی الذین  
 آمنوا الی صراط مستقیم، حج﴾

آپ ﷺ کیلئے اتمام نعمت ﴿ویتم نعمتہ علیک، الفتح﴾ ﴿اتممت علیکم نعمتی، البقرہ﴾  
 آپ ﷺ کی نصرت ﴿وینصرک اللہ، الفتح﴾ ﴿نصر المؤمنین، روم﴾  
 آپ ﷺ کیلئے ثابت قدمی ﴿لولا ان ثبتتک، بنی اسرائیل﴾ ﴿یثبت اللہ الذین آمنوا﴾  
 آپ ﷺ کیلئے رضا ﴿یعطیک ربک فترضی، ضحیٰ﴾ ﴿مدخلاً یرضونہ﴾  
 آپ ﷺ کیلئے شرح صدر ﴿نشرح لک صدرك، الانشراح﴾ ﴿یشرح صدرہ﴾  
 آپ ﷺ کیلئے نہ ختم ہونیوالا اجر ﴿ان لك لا جراً غیر ممنون، القلم﴾ ﴿فلاہم  
 اجر غیر ممنون﴾



آپ ﷺ گواہ ﴿علیٰ ہؤلاء شہداء النساء﴾ ﴿لتکونوا شہداء علی الناس، البقرہ﴾  
 آپ ﷺ پر اللہ اور فرشتوں کی صلوات ﴿ان اللہ و ملائکتہ یصلون علی  
 النبی، الاحزاب﴾ (اللہ اور اسکے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں  
 ﴿ہو الذی یصلی علیکم و ملائکتہ﴾ (اللہ اور اسکے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے ہیں، الاحزاب)

## سرور کونین ﷺ اور توحید

آپ ﷺ نے زندگی کے ہر حال اور کیف میں کلمہ توحید سے زبان کو تر رکھا ہے اگر  
 کسی کو کسی جگہ کا حاکم بنا کر بھیجا تو اسے بھی کلمہ توحید کی دعوت دینے کا پہلے حکم دیا۔  
 آپ ﷺ نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمین کا حاکم بنا کر بھیجا تو سب سے  
 پہلے حکم دیا کہ انکو کلمہ توحید کی طرف دعوت دینا اگر اسکو قبول کر لیں تو پھر باقی اعمال  
 کی طرف دعوت دینے کا حکم فرمایا، بخاری کی حدیث میں ارشاد ہے ﴿فلیکن  
 اول ما تدعوہم الی ان یوحدوا اللہ﴾ (یعنی سب سے پہلے انکو توحید کی  
 دعوت دینا)

## توحید اللہ کا حق ہے

آپ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے سوال فرمایا کہ اے معاذ! تجھے  
 معلوم ہے اللہ کا بندوں پر حق کیا ہے حضرت معاذ نے عرض کی اللہ اور اسکے رسول  
 بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ توحید پر قائم  
 رہیں بخاری ج ۲)



## توحید ثلث قرآن

غور کیجئے سورۃ الاخلاص جو کہ کلمہ توحید کا خلاصہ ہے اسکو توحید کے بیان کی بنا پر ہی قرآن کا تہائی فرمایا گیا ہے ارشاد نبوی ﷺ ہے ﴿انہ لتعدل ثلث القرآن﴾ (یہ تہائی قرآن کے برابر ہے، بخاری)

### توحید سے محبت

ایک آدمی نماز کی ہر رکعت میں سورۃ اخلاص پڑھا کرتا تھا دربار نبی ﷺ میں اسکی شکایت ہوئی اس سے تحقیق فرمائی تو اس نے کہا مجھے اس سورۃ سے محبت ہے کیونکہ اس میں رحمن سبحانہ و تعالیٰ کی صفت ہے آپ نے فرمایا کہ اس آدمی کو بتاؤ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں، بخاری ج ۲)

### ضرورت رسول

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا فرمایا اور اپنی نسبت مخلوقات پر اسکو فضیلت دی ہے کائنات کے خزانوں سے فائدہ نفع اٹھانے کے لئے اسکو عقل عطا فرمائی ہے اسکی عقل کی وجہ سے انسان کل کائنات سے ممتاز ہے اسی عقل کی وجہ اسکو خلافت ارضی کا اہل بنایا گیا ہے۔

اس کائنات میں ہر انسان کو دوسرے انسان کی محتاجگی ہے مثلاً صانع محتاج ہے کھیتی باڑی والے کا کھیتی والا صانع کا پھر ان دونوں کو محتاجگی ہے تاجر کی تاجر محتاج ہے مزدور کا مزدور مال والے کا جاہل عالم کا، اسی طرح اجتماعی



نظام دوسرے اجتماعی نظام کا محتاج ہے۔

اس طریقہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کل کائنات انسانی کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے تاکہ مصلحت عامہ پوری ہو سکے۔

غور کیجئے انسان اکیلا تنہا بغیر کسی احتیاج کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ اجتماعی نظام کا محتاج ہے لہذا انسان کے اندر احتیاجگی ہے پھر غور کیجئے انسان صرف عقل کا نام نہیں کہ اپنی عقل سے سب کچھ کرے گا بلکہ انسان کے اندر عقل کے ساتھ چند قوتیں اور بھی ہیں مثلاً قوت شہوانیہ ہے یہ قوت شہوانیہ اگر حد اعتدال سے بڑھ جائے تو اسکے اندر حرص لالچ پیدا ہو جاتا ہے جسکی بنا پر یہ حصول مال میں افراط و تفریط کا شکار ہو جاتا ہے۔

نیز اسکے اندر قوت غضبیہ یعنی غصہ والی کیفیت ہے جسکے بڑھ جانے سے انسان کے اندر قتل غدر ظلم شر و ایذا کا ملکہ پیدا ہوتا ہے لہذا انسان صرف اپنے عقل کے زور پر کچھ نہیں کر سکتا۔

اس لئے اس انسان کی عقل کے اندر فکر و نظر کی طاقت رکھی گئی ہے جسکی بناء پر یہ سوچ سکتا ہے اس زندگی کے علاوہ ایک اور زندگی بھی ہے جس میں جا کر انسان کی سعادت اور بدبختی کا فیصلہ ہونا ہے اگر دنیا کی زندگی میں رہ کر خیر کی تو نتیجہ سعادت کی شکل میں پیدا ہوگا وگرنہ شر اور شقاوت کا ہوگا۔

اس عالم کی معرفت کے لئے عقل کافی نہیں بلکہ اسکے لئے خدائی رہنمائی



کی ضرورت ہے شرع سماوی ضروری ہے اور اس تشریح کا حق اگر ہر انسان کو دیدیا جائے تو شرعی نظام کا کوئی فائدہ باقی نہ رہے گا جس طرح کہ دنیاوی نظام کے اندر اگر ہر کوئی خلیفہ بن جائے تو دنیاوی نظام فنا ہو جائے گا۔

لہذا اس شرعی نظام کیلئے ایسے افراد مقرر فرمائے گئے ہیں جو نفس کی پاکیزگی، فطرۃ کی بلندی، تزکیہ، اصول تربیت اور آداب مکارم اخلاق، محاسن افعال کے اندر کل کائنات انسانی کے اندر ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں۔

جنکے اندر صدق کامل اور امر خالق کی تبلیغ کامل، فطانت کامل، امانت و عصمت کامل، حتیٰ کہ انکا ظاہر و باطن ہر قباحت سے پاک ہوتا ہے انکے بدنی اعضاء ایسے نقص اور عیب و بیماری سے پاک ہوتے ہیں جس سے انسانوں کو نفرت ہو۔ ہر کامل صفت کے اندر وہ تمام نوع انسانی کے اندر ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں جسکی بنا پر انکے اندر وحی کو اخذ کرنیکی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کبھی براہ راست ذات الہی سے کبھی بواسطہ فرشتہ، کبھی بواسطہ الہام۔

یہ افراد انبیاء کرام ہیں جو کہ انسانوں کے اندر ایسا مقام رکھتے ہیں جیسا کہ روح کا مقام ہے جسم کے اندر جس طرح جسم بغیر روح کے باقی نہیں رہ سکتا

اسی طرح کمال انسانیت انبیاء کرام کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا۔



لہذا جس ذات پر قطب عالم کا مدار ہے جو ذات مرکز کمال انسانیت ہے  
اس ذات کو رسول کہتے ہیں

جسکی اتباع و اطاعت سے کل کائنات کا نظام باقی رہ سکتا ہے  
اور جس ذات کی اطاعت کے ترک ہو جانے سے نظام عالم کی تباہی ہے

جس ذات کے ذریعہ خیر و شر کے درمیان فرق معلوم ہو  
اور جس ذات کے ذریعہ ہدایت و ضلالت کا فرق واضح ہو  
جس ذات کے ذریعہ حق و باطل کے درمیان فرق ہو  
جس ذات کے ذریعہ کفر و ایمان کی تفصیلات معلوم ہوں  
جس ذات کے ذریعہ جنت و جہنم کی تفصیلات معلوم ہو  
جس ذات کے ذریعہ معرفت الہیہ حاصل ہو  
جس ذات کے ذریعہ خشیت و خوف انابت رجوع تقویٰ و توکل پیدا ہو  
جس ذات کی وجہ سے انسان کی قوت شہوانیہ اور قوت غضبیہ اعتدال پر آئے  
جس ذات کی وجہ سے دلوں کو حیات ملے  
جس ذات کی وجہ سے ظلمت سے نور کی طرف رہنمائی ہو  
جس ذات کی وجہ سے کل کائنات غلامی سے نکلے اور ایک ذات  
واحد احد صمد غنی سبحانہ و تعالیٰ کی غلامی حاصل ہو  
یہ منصب مجاہدات، ریاضتوں اور عباداتوں سے نہیں بلکہ یہ خاص فضل  
و عنایت الہی ہوتا ہے۔



جب دوسرے انسان نبی اور رسول کے اس منصب عظیم پر فائز ہونے پر اعتراض کرتے ہیں اور اپنا نام سامنے لاتے ہیں یا کسی اور کا قادر مطلق کی طرف سے ایک خاموش کن جواب دیا جاتا ہے ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (یعنی اللہ بہتر جانتا ہے کہ منصب رسالت کو کس کو عطا کرنا ہے) (الانعام)

### انبیاء اور رسل

انسانوں میں ہر قسم کا انسان ہوتا ہے مثلاً خوبصورت، بدصورت، اندھا، کا نام معذور وغیرہ لیکن انبیاء کرام علیہم السلام انسانوں کے اندر ایسے افراد ہیں جو ان تمام نقائص بدنہ سے پاک ہوتے ہیں گویا انبیاء اور رسل علیہم السلام کا ظاہری کمال بھی کل مخلوقات سے افضل ہوتا ہے اسی لئے ارشاد ہے ﴿اللَّهُ أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ (اللہ کو خوب معلوم ہے کہ میں نے منصب نبوت اور رسالت کہاں عطاء کرنی ہے) معلوم ہوا کہ نبی اور رسول ظاہری کمالات میں بھی کامل اور اکمل ہوتا ہے اور کامل انسان ہر قسم کے نقص سے پاک ہوتا ہے ارشاد الہی ہے ﴿الرَّحْمَنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْإِنْسَانَ﴾ (وہ رحمن ہے جس نے قرآن کی تعلیم دی انسان کو پیدا کیا) یہاں انسان سے مراد انسان کامل حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ نیز ارشاد ہے ﴿عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ (انسان کو وہ سکھلایا جو وہ جانتا نہ تھا) یہاں انسان سے مراد انسان کامل محمد ﷺ کی



ذات عالیہ ہے، نیز ارشاد ہے ﴿وَكَأَلَّا فَضَّلْنَا عَلَى  
 الْعَالَمِينَ﴾ (ہر ایک کو ہم نے تمام جہان والوں پر فضیلت بخشی)  
 غور کیجئے! حضرت موسیٰ پر یہودیوں نے خسیوں کی کسی بیماری کا  
 الزام لگایا اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی اس بیماری سے برأت کا  
 اعلان فرمادیا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا  
 مُوسَىٰ فَبَرَّاهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا﴾ (اے  
 ایمان والو! ان لوگوں کی طرح مت ہو جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی اللہ نے  
 انکو بری فرمایا) تفصیل کیلئے دیکھئے بخاری فتح الباری نمبر ۶۔ (بحوالہ  
 الرسل ورسالات) آپ صلی اللہ نے بعض انبیاء کے بدنی حسن کو بیان  
 فرمایا (دیکھئے کتب احادیث) مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے  
 میں ارشاد فرمایا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کا ایک حصہ عطا فرمایا  
 گیا۔

صحابہ کرامؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کو بیان فرمایا ایک حدیث  
 میں آپ کے مبارک حسن کے بارے میں یہ الفاظ موجود ہیں ﴿كَأَنَّهُ  
 سَبِيكَةٌ فِضَّةٍ﴾ (گویا چاندی کی گڑیا ہے) (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 بیہقی) مزید تفصیل کیلئے دیکھئے کتب شامل



## کمال اخلاق

انبیاء اکرام علیہم السلام اخلاق کے اندر بھی کل مخلوقات سے اعلیٰ اور بلند ہوتے ہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے فرمایا ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُنِيبٌ﴾ (ابراہیم بردبار، انتہائی نرم دل اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حضرت شعیب علیہ السلام کی مجسم حیا بیٹی نے کہا کہ ﴿يَا أَبَتِ اسْتَجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾ (اے میرے باپ اسی کو اجرت پر رکھ لیں سب سے بہتر قوت والا امانت دار مزدور ثابت ہوگا)

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹی کے ساتھ جانے لگے لڑکی آگے چل رہی تھی، ہوا سے اسکے کپڑے حرکت میں آتے۔ موسیٰ علیہ السلام نے پاکیزگی نظر کی بناء پر فرمایا میرے پیچھے چلو اور اگر کسی طرف راستہ تبدیل کرنا ہو تو آواز مت دینا بلکہ اس طرف ایک پتھر پھینک دینا اس لڑکی نے اسی لئے کہا ﴿الْأَمِينُ﴾



## سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کسی عطر دہن (خوشبودار منہ والے) صحابی نے کہا ﴿کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احی من العذراء﴾ (یعنی سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم عرب کی کسی بھی کنواری لڑکی سے زیادہ حیا والے تھے)

سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا کے متعلق اپنی بات تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ بھی فرما چکے ہیں جو قرآن کا ایک حصہ ہے قیامت تک سید کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا کو تلاوت کیا جاتا رہے گا ﴿وَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ﴾ (میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم سے شرماتا ہے، الاحزاب)۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارے میں فرمایا وعدے کے پکے تھے ﴿إِنَّهُ كَانَ مَدِينًا آتِيًا﴾ (وعدے کے پکے تھے، مریم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے کمال اخلاق کی جو ثناء فرمائی ہے اسکے لئے ایک ایسی جامع آیت کریمہ قیامت تک کیلئے نازل فرمادی کہ اگر قیامت تک مداح مدح کرتا رہے، اوصاف بیان کرتا رہے تو یہ آپ کے اخلاق فاضلہ کی ابتدائی حدود کو بھی بیان نہیں کر سکتا۔ ارشاد الہی ہے ﴿إِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ﴾ (بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں)

اس آیت پر غور کریں



اس میں تاکید دیکھئے ﴿انک﴾ (یقیناً آپ ﷺ)

دوبارہ تاکید ﴿لعلی﴾

تیسری تاکید ﴿خلق﴾ کانکرہ ہونا (ہر قسم کے اخلاق فاضلہ)

چوتھی تاکید ﴿عظیم﴾ کانکرہ ہونا (عظیم الشان اخلاق)

نیز پانچویں تاکید ﴿دوام اور ثبات کیلئے جملہ کا اسمیہ ہونا﴾ اپنے اندر

عجیب لطافت رکھتا ہے جسے مجھ جیسا تہی دامن انسان بیان نہیں کر سکتا

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اس آیت پر غور فرمائیں ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ

عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُفٌ

رَحِيمٌ﴾ (تمہارے پاس تمہارے ہی اندر سے ایک رسول آیا ہے،

تمہاری مشقت اس پر بڑی گراں ہے، تمہیں ہر بھلائی پہنچانے کا خواہش

مند ہے، ایمان والوں پر خصوصی مشفق اور مہربان ہے، التوبہ ۱۳۸)۔

اس آیت میں آپ کو انسانیت کے لئے ﴿عزیز﴾ نیز ﴿حریص

﴾ فرمایا گیا ہے۔

﴿عزیز﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے

﴿حریص﴾ کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کی چاہت ہے کہ ہر مخلوق کو

فائدہ حاصل ہو یہ صرف تعبیر ہے حقیقت کا ادراک ہم کہاں کر سکتے ہیں۔

آپ ﷺ کے ﴿عزیز﴾ اور ﴿حریص﴾ ہونے کی ایک جھلک

ملاحظہ فرمائے۔



صفوان بن امیہؓ کہتے ہیں پہلے میرے دل میں سب سے زیادہ نفرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے تھی آپ ﷺ نے مجھے اتنا دیا اتنا دیا کہ میرے دل میں آپ سے زیادہ کسی کی محبت نہیں رہی (مسلم شریف)

ایک آدمی نے آپ سے کوئی سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتنا نواز اتنا نوازا کہ وہ گیا اور جا کر قوم سے کہا کہ جلدی اسلام قبول کر لو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنا دیتے ہیں اور ایسا دیتے ہیں کہ فقر، (تنگ دستی) کی بالکل پرواہ نہیں کرتے (بحوالہ مسلم)

عبداللہ رئیس المنافقین سید کونین ﷺ کے دست قدرت کے نیچے تھا اسے کچھ بھی سزا دلوائی جاسکتی تھی، اسکی بد معاشیوں کے تذکرے قرآن میں موجود ہیں وہ جتنا خبیث تھا سید لولاک ﷺ اس سے کہیں بڑھ کر حلیم اور شفیق تھے۔ حتیٰ کہ اسکی موت کے بعد اسکے جنازے کیلئے تیار ہوئے اسکی میت کو لعاب دہن عطاء فرمایا اسکے کفن کیلئے تن مبارک کی وہ قمیض مبارک عطا فرمائی جس پر اولین آخرین نازاں ہیں، آپکی اس شفقت نوازی کو دیکھ کر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو یہ کہنا پڑا ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ﴾ (میرے محبوب ﷺ آپ انکی نماز جنازہ نہ پڑھیں اور نہ انکی قبر پر دعا کیلئے کھڑے ہوں، التوبہ)



## نسب نامہ

تمام انبیاء کرام علیہم السلام نسب کے اندر کل کائنات سے افضل ہوتے ہیں یہ نسب نامہ بڑا واضح ہے۔ دیکھئے پہلے نبی حضرت آدم ہیں انکی اصل سے کون واقف نہیں کہ مٹی کے اندر روح کو ڈالا گیا ﴿نَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي﴾ (میں نے اس میں اپنی روح کو پھونکا، الحجر) نیز ارشاد ہے ﴿خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ (مٹی سے پیدا کیا اور کن سے آدم موجود ہوئے، آل عمران)

نیز ارشاد ہے ﴿النَّاسُ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خَلَقَ مِنْ تُرَابٍ﴾ (تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے) پھر حضرت نوح تک تمام انبیاء اسی آدم علیہ السلام کے نسب سے رہے۔ حضرت نوح کے بعد تمام انبیاء حضرت نوح کے نسب سے رہے ارشاد ہے ﴿ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ﴾ (تم نوح کے ساتھ سوار ہو نیوالوں کی اولاد ہو) یہ سلسلہ ابراہیم علیہ السلام تک ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد تمام انبیاء کرام حضرت ابراہیم کی نسل سے ہیں ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ (ہم نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھ دیا، العنكبوت)

اس سے آگے پھر سونے کی دوزنجیریں ہیں

ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ



السلام ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً﴾ (ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق عطاء فرمائے اور مزید بطور انعام کے حضرت یعقوب عطاء فرمائے)

اور آگے انکی نسل بنی اسرائیل ہے۔ اس نسل کے اندر ہزاروں کی تعداد میں انبیاء کرام علیہم السلام ہیں یہ سلسلہ جناب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ہے اس سلسلہ میں ایک ایک امت میں کئی کئی انبیاء کرام علیہم السلام رہے ہیں یہ سلسلہ ہزاروں انبیاء کی تعداد میں ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آ کر مکمل ہو گیا۔

اس سب کچھ کے بعد ابراہیم علیہ السلام کی سونے والی زنجیر کی دوسری لڑی حضرت اسماعیل کی نسل سے آپ ﷺ تشریف لائے تو گویا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ نسب مختصر ترین اس طرح ہوا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تا ابراہیم علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام تا نوح علیہ السلام، نوح علیہ السلام تا آدم علیہ السلام، یہ نسب نامہ سب سے بلند ترین نسب نامہ ہے۔ اس سلسلہ نسب کی عمدگی کا ایک نمونہ سید لولاک کی زبان نبوتہ صلی اللہ علیہ وسلم سے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ﴿الکریم ابن الکریم بن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم﴾ گو یا یہی کریم تمام انبیاء کے اندر موجود ہے یہ چند نام تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور نمونہ بیان فرمائے۔



ہر نبی کے لئے جو القاب قرآن کریم میں موجود ہیں ان سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔

اگر آپ غور فرمائیں تو اس حدیث میں چار کریم کا ذکر ہے اور روحانی طور پر انبیاء کا سلسلہ نسب بھی چار ہے

محمد ﷺ تا ابراہیم (علیہ السلام)  
 ابراہیم (علیہ السلام) تا نوح (علیہ السلام)  
 نوح (علیہ السلام) تا آدم (علیہ السلام)

اس سلسلہ نسب کا احادیث میں اشارہ موجود ہے وہ اس طرح کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ﴿انا بن الذبیحتین﴾ (میں دو راہ خدا میں قربان ہونے والوں کی اولاد ہوں) ایک حضرت عبداللہ جل اسمہ دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام۔

دیکھا آپ نے اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا میں اسماعیل کی اولاد ہوں یہ نسب نبوت ہے۔

اس سلسلہ نسب کو قرآن نے اس انداز سے بھی بیان فرمایا جسکے بعد شک کی گنجائش نہیں۔ (دیکھئے سورہ انعام کی آیت نمبر ۸۳ تا ۸۶، تک) (۱۸) انبیاء کرام کا ذکر ہے درمیان میں حضرت ابراہیم کے لئے فرمایا ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ﴾ (یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اسحاق اور یعقوب عطا فرمائے) پھر ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ﴾ کے عنوان سے حضرت زکریا، حضرت یحییٰ، حضرت عیسیٰ کا ابراہیم علیہ السلام



کی اولاد سے ہونا بیان فرمایا۔

اب دیکھئے حضرت زکریا، یحییٰ علیہما السلام کا ذریعہ ہونا تو درست ہے لیکن حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ ہی نہیں ہے پھر انکو ذریعہ ابراہیم کے اندر شمار فرمایا اسی کو تو ہم سلسلہ نسب نبوۃ کہتے ہیں۔

آپ کو نسب نبوۃ کا اعلیٰ ترین نسب ہونا معلوم ہو گیا اس سلسلہ نسب نبوۃ کی آخری سونے کی اینٹ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں بھی ارشاد ہے ﴿أَنَا خِرَابِنَةُ﴾ (میں محل نبوۃ کی آخری اینٹ ہوں)

نیز انبیاء کرام کے ایک سلسلہ میں بہت سے نبیوں کے ذکر فرما کر ارشاد فرمایا ﴿ذُرِّيَّةَ بَعْضِهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ (یہ ایک دوسرے کی اولاد ہیں، اس آیت پر غور فرمائیں سلسلہ نبوت کی عمدگی خوب سمجھ آ جائیگی۔

## نبی اور رسول

ہم دونوں کے بارے میں کچھ ذکر کرنا چاہتے ہیں

نبی نبأ سے مشتق ہے جس کا معنی ہے خبر ارشاد الہی ہے ﴿عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيمِ﴾ (بڑی خبر کے بارے میں) یہاں نبأ کا معنی خبر ہے۔ نبی کو بھی نبی اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ مخبر (خبر دینے والا) بھی ہوتا ہے اور مخبر یعنی جسکو خبر دی جائے بھی ہوتا ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ اسے خبر دیتے ہیں وحی کے ذریعے ارشاد الہی ہے ﴿مَنْ أَنْبَاكَ هَذَا قَالَ نَبَأُنِي الْعَلِيمِ﴾



الْخَبِيرُ) (آپکو کس نے خبر دی کہا کہ مجھے علیم خبر ذات نے خبر دی، التحریم، ۳)

نبی مخر یعنی خبر دینے والا بھی ہوتا ہے ارشاد ہے ﴿نبی عبادی﴾ (میرے بندوں کو خبر کر دو)

نیز ارشاد ہے ﴿وَنَبَّيْتَهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيمَ﴾ (انکو ابراہیم کے مہمانوں کے بارے میں خبر دو)

بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ نبی نبوة سے نکلا ہے جس کا معنی ہے زمین کا بلند حصہ

نیز نبی کا لفظ زمین کی علامات جو راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں کیلئے بھی بولا جاتا ہے اس لحاظ سے بھی نبی کا معنی درست ہے کیونکہ وہ بھی زمین پر اللہ کی طرف رہنمائی کرنے والی ذات ہے

نیز انبیاء کل مخلوق کے اندر بلند اور اشرف بھی ہیں۔ مزید دیکھئے لسان العرب ج ۳ ص ۵۶۔

## رسول اور نبی کے درمیان فرق

بعض علماء نے کہا ہے کہ کوئی فرق نہیں دونوں ایک چیز ہیں لیکن یہ درست نہیں کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور رسل کی تعداد تین سو دس سے اوپر ہے یعنی مشہور تین سو تیرہ (مسند احمد) نیز قرآن میں نبی کا رسول پر عطف ہے جو فرق پر دلالت کرتا ہے، نیز قرآن میں بعض انبیاء کیساتھ رسالت کا تذکرہ ہے جو اشارہ ہے کہ



رسالت نبوت سے زائد انعام ہے ارشاد ہے ﴿وَإِذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ مُوسَى إِنَّهُ كَانَ مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾ (قرآن میں موسیٰ کا ذکر فرمائیں وہ مخلص رسول نبی تھے) نیز ارشاد ہے ﴿وَإِذْ كُرِّفِي الْكِتَابِ إِسْمَاعِيلَ إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا﴾ (قرآن میں اسماعیل کا ذکر کیجئے وہ وعدے کے سچے تھے اور رسول نبی تھے)

### فرق

یہ ہے کہ رسول پر نئی شریعت نازل ہوتی ہے جبکہ نبی پہلی شریعت کی تبلیغ کرتا ہے مثلاً حضرت موسیٰ کے بعد تمام انبیاء بنی اسرائیل شریعت موسیٰ کی تبلیغ کرتے تھے اس آیت پر غور کیجئے ﴿الَّذِينَ تَرَى الْمَلَائِكَةَ مِّنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِمَّنْ بَعَدَ مُوسَىٰ﴾ اس رکوع میں جس نبی کا تذکرہ ہے وہ تورات کے مبلغ تھے

### رسول پر ایمان

ایمان کے لیے رکن ہے نیز کسی رسول کے درمیان فرق نہ کیا جائے سب پر ایمان قبول کیا جائے اہل ایمان کی شان یہ بتائی ﴿لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ﴾ (ہم کسی رسول کے درمیان فرق نہیں کرتے ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں)

کسی ایک رسول یا تمام رسل کا انکار کفر و ضلال ہے ارشاد ہے ﴿وَمَنْ



يَكْفُرُ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ  
 ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿ (جو اللہ اسکے فرشتوں، رسولوں کا انکار کرتے ہیں وہ  
 گمراہ ہیں)

رسول کے درمیان تفریق یعنی کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا کفر ہے  
 یا اللہ پر ایمان اور رسول پر ایمان نہ ہو تو یہ بھی کفر ہے غور کیجئے اس آیت  
 پر ﴿ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ  
 بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ  
 سَبِيلًا ﴾ (جو لوگ اللہ اور اسکے رسولوں کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں  
 کہ ہم کچھ پر ایمان لاتے ہیں اور کچھ پر نہیں لاتے اور درمیانی کوئی راستہ  
 نکالنا چاہتے ہیں) انکے بارے میں ارشاد ہے ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ  
 حَقًّا﴾ (یہ بچے کافر ہیں، النساء)

## تعداد رسول

انبیاء کی تعداد کثیر ہے کیونکہ پہلے ہر قوم کیلئے جدا رسول یا ہر امت کیلئے  
 جدا رسول آتا رہا ہے ارشاد ہے ﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا  
 نَذِيرٌ﴾ (کوئی امت ایسی نہیں جس میں ڈرانے والا نبی اور رسول نہ  
 گزرا ہو) نیز ارشاد ہے ﴿وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (ہر قوم کیلئے کوئی  
 راہنما) نبی و رسول ہے

کل بشریت کیلئے سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی اور رسول نہیں



ارشاد ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ  
 جَمِيعًا﴾ (آپ فرمادیجئے کہ اے انسانو! میں تم سب کا رسول  
 ہوں) نیز ارشاد ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ﴾ (آپ  
 جنات کے رسول ہیں) دیکھئے سورۃ جن۔ نیز ارشاد ہے ﴿وَإِذْ صَرَفْنَا  
 إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ﴾ (جب ہم نے آپ کی  
 طرف جنات کی ایک جماعت کا رخ موڑا انہوں نے کان لگا کر قرآن  
 سنا، الاحقاف) اور یہ کہا ﴿يَقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا  
 بِهِ﴾ (اے ہماری قوم اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول  
 کرو اور اس پر ایمان لاؤ)

آپ تمام فرشتوں کے رسول ہیں فرشتوں کا امام جبریل علیہ السلام آپ کے  
 سامنے با ادب دوزانوں ہو کر بیٹھا اور شرف تلمذ حاصل کیا اور پوری  
 امت کو شاگردی کے آداب سکھلا گیا دیکھئے حدیث جبریل۔

آپ کل جہان کی ہر مخلوق کے رسول ہیں ﴿وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً  
 لِّلْعَالَمِينَ﴾

اقوام عالم بھی کثیر ہیں تو رسول اور نبی بھی کثیر ہوئے ایک ایک وقت میں  
 کئی کئی نبی و رسول ہوئے سورہ یس میں تین رسولوں کا بیک وقت  
 ذکر موجود ہے ارشاد الہی ہے ﴿إِذَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ  
 فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ﴾ (ہم نے انکی طرف دو رسول بھیجے  
 جب انہوں نے دو کو جھٹلایا تو ہم نے تیسرے رسول کو بھیج کر انکی تائید



(کروائی، لیس)

حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام ایک وقت میں نبی اور رسول رہے  
ارشاد ہے ﴿اجْعَل لِّي وَزِيرًا مِّنْ اَهْلِي هَارُونَ اَخِي﴾ (اے  
اللہ میرے بھائی ہارون کو میرا معاون بنا)

حضرت لوط، ابراہیم اور اسماعیل علیہم السلام ایک وقت میں رسول رہے  
حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام ایک وقت میں رسول رہے  
اگر یعقوب علیہ السلام کے نو بیٹوں کا نبی ہونا ثابت ہو جائے تو یہ نو بھائی  
ایک وقت میں نبی رہے بعض مفسرین کے بقول انہی کو ﴿الاسباط﴾  
کہا گیا ہے لیکن گنہگار کی تحقیق کے مطابق انکو نبی اور رسول ثابت کرنا  
مشکل ہے۔

قرآن کریم میں موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں جس مقدس انسان شعیب  
کا تذکرہ ہے اگر یہ وہی معروف نبی شعیب علیہ السلام ہیں تو پھر ایک  
وقت میں موسیٰ، ہارون، شعیب علیہم السلام تین نبی ہوئے۔ قرآن نے تو  
یہاں تک ارشاد فرمایا ہے ﴿ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرًا﴾ (پھر ہم  
لگاتار رسول بھیجتے رہے)

رسولوں کی تعداد تین سو تیرہ مشہور ہے  
اور انبیاء ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔

(مسند احمد، مشکوٰۃ المصابیح)



## زمانہ فترۃ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد زمانہ فترۃ ہے یعنی کل دھرتی روئے زمین کی کسی بھی ہادی سے خالی ہے۔ کل روئے زمین پر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا کوئی نمائندہ نہیں ہے دریاؤں میں پانی تھا مگر لطف الہی سے خالی، درختوں پر پھول پتے ہیں مگر کرم الہی سے خالی، جانوروں میں نسل کشی ہے مگر جذبہ ایثار سے خالی ہیں، انسانوں میں اخلاق ہیں مگر اطاعت الہی سے خالی ہیں، زمین و آسمان کی فضا میں ہیں لیکن وحی الہی کی گونج سے خالی ہیں۔

اس زمانہ فترۃ کی انتہاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باسعود سے ہوئی ارشاد الہی ہے ﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُولِ﴾ (اے اہل کتاب رسولوں کے سلسلہ کے منقطع ہو جانے کے بعد ہمارا رسول تمہارے پاس آچکا ہے جو ہر چیز تمہارے لئے کھول دیگا، المآئدہ۔

کل کائنات آپ ﷺ کی منتظر تھی مکہ کے مشرک بھی کہا کرتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کے پاس اللہ کے نبی آئے مگر انہوں نے قدر نہ کی اب اگر نبی آیا تو ہم کسی بھی قوم سے زیادہ قدر دان ہونگے ارشاد الہی ہے ﴿وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنَ إِحْدَى الْأُمَمِ﴾ (ستمیں کھا کر کہا کرتے تھے اب اگر کوئی نبی



آیا تو ہم کسی بھی امت سے بڑھکر اطاعت کر نیوالے ہونگے، الفاطر)  
یہود و نصاریٰ بھی مشرکین عرب سے کہا کرتے تھے آخری نبی آئیگا اسکے  
ساتھ ملکر ہم تمہاری طبیعت ٹھیک کریں گے ارشاد ہے ﴿يَسْتَفْتِحُونَ  
عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ (کافروں کے خلاف اللہ سے مدد کا فصلہ  
مانگتے تھے)

آپکی آمد سے قبل کل کائنات کو آپکے نام سے متعارف  
کروادیا گیا تھا ارشاد ہے ﴿مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ اسْمُهُ  
أَحْمَدٌ﴾ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد آئیوالے ایک رسول کی  
بشارت دی جنکا نام مبارک احمد بتلایا (صلی اللہ علیہ وسلم) (الصف)

تمام انبیاء کرام کو آپکا تعارف عالم دنیا کے اندر بھی کروادیا گیا تھا اور  
اطاعت کا عہد لیا گیا تھا ارشاد ہے ﴿وَإِذَا خَذَلَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ  
لَمَّا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ  
لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَى  
ذَلِكَُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ  
الشَّاهِدِينَ﴾ (تمام نبیوں سے عہد لیا تمہیں کتاب اور حکمت مل چکنے  
کے بعد تمہاری زندگی میں رسول تشریف لے آئیں تو تم ان پر ایمان  
لانا اور انکی مدد کرنا تم اس عہد پر پختہ رہنا سب نے کہا ہم نے یہ عہد کیا  
اور اس پر پختہ رہیں گے فرمایا تم سب گواہ رہو اور اسکے ساتھ اللہ سبحانہ  
و تعالیٰ نے اپنی گواہی بھی مثبت فرمادی (آل عمران)



جب آپ ﷺ تشریف لے آئے گستاخ کافر نے کہا ﴿لَسْتُ  
 مَرْسَلًا﴾ (آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں) اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی اس  
 گواہی کو بیان فرمایا ﴿قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا﴾ (کہو میری رسالت  
 پر اللہ گواہ ہے اور اسکی گواہی کافی ہے) نیز اپنی کتاب کی قسم دیکر فرمایا کہ  
 آپ رسول ہیں ﴿يَسَّ وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ إِنَّكَ لَمِنَ  
 الْمُرْسَلِينَ﴾ (قرآن حکیم کی عظمت کی قسم آپ رسول ہیں) نیز آپکی  
 رسالت کو آنکھوں دیکھے حال سے تعبیر فرمایا اس طرح کہ دنیا میں کسی  
 موقع پر طالوت اور جالوت کے لشکر کی ایک جنگ ہوئی اور یہ جنگ  
 انسانوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی جالوت کو شکست ہوئی طالوت کو  
 فتح ہوئی یہ بھی لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا۔

داؤد نے جالوت کو قتل کیا لوگوں نے آنکھوں سے دیکھا  
 طالوت کے لشکر کے جاتے وقت دریا سے کسی نے پیٹ بھر کر پانی پیا انکو  
 ناکامی کا پروانہ ملا لشکر خداوندی سے خارج ہوئے  
 کسی نے صرف ایک گھونٹ پیا کامیابی نے انکے قدم چومے  
 لشکر خداوندی میں شامل ہوئے، یہ نہر اور انسان، انسانوں نے اپنی  
 آنکھوں سے دیکھے جس کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے دنیا کے  
 تاریخ دان بھی جانتے ہیں۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ بھی فرماتے ہیں اے میرے محبوب ﷺ! روئے زمین  
 پر ان پیش آنیوالے واقعات کو آنکھوں سے دیکھ کر جتنا یہ یقینی سمجھتے ہیں



آپ کا نبی اور رسول ہونا اس سے کہیں زیادہ یقینی ہے ارشاد ہے

﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ﴾ (یہ آیات ہیں جنکو ہم سچ سچ آپ پر بیان کر رہے ہیں بیشک آپ رسولوں میں سے ہیں، البقرہ)

اور عالم برزخ میں تمام انبیاء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدی بنایا گیا اور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کی امامت کروائی۔

﴿مُحَمَّدٌ عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَوَاتِ وَاكْمَلُ التَّحِيَّاتِ فِي أَفْضَلِ الْأَقْسَامِ﴾ (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے آخری نبی ہیں آپ کا نام مبارک کلمہ توحید کا حصہ ہے لہذا آپ پر ایمان بھی اللہ پر ایمان کا حصہ ہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں اس وقت تک اللہ کی ذات پر ایمان بھی معتبر نہیں۔

قرآن میں ارشاد موجود ہے ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ (دنیا کا کوئی بھی گروہ اور جماعت آپ کی ذات کا انکار کرے جہنم اس کا ٹھکانہ ہے)،

نیز ارشاد عالی ہے ﴿الَّذِينَ اتَّيْنَاهُمْ بِالْكِتَابِ يُتْلُونَهُ حَقًّا تِلَاوَتِهِ أَوْلِيكَ يَوْمُنَا بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ﴾ (جو لوگ توراہ کو صحیح معنوں میں پڑھتے ہیں وہ آپ پر ایمان لاتے ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالیہ کا انکار کرتے ہیں وہ نقصان میں ہیں) ﴿



کتنا واضح ارشاد ہے کہ آپ کی ذات عالیہ کے بغیر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ذات عالیہ تک رسائی ممکن نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عالیہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی اطاعت کا ذکر قرآن حکیم کے اندر اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی اطاعت کیساتھ دیا گیا ہے، ارشاد الہی ہے ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ (اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اللہ سبحانہ تعالیٰ کی اطاعت قرار دیا گیا ہے ارشاد عالی ﴿وَمَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ (جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی)

## اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زونام ایسے ہیں جو کل کائنات ارضی و سماوی میں زبان زد عام ہیں حتیٰ کہ حیوانات کی زبان پر اور جنات کی زبان پر بھی (دیکھئے کتب توارخ و سیرة)

وہ نام یہ ہیں احمد اور محمد

آسمانوں پر آپ کا نام احمد ہے ﴿يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ﴾ محمد ایسا نام مبارک ہے کہ دنیا کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کسی نے بھی یہ نام استعمال نہیں کیا اور نہ کسی کو اس نام سے پکارا گیا۔ قدیم زمانوں میں عرب، غیر عرب میں سے کسی نے یہ نام کبھی استعمال



نہیں کیا، البتہ آپ کی پیدائش سے قریب زمانوں میں خود بخود یہ بات لوگوں کی زبانوں پر آتی جا رہی تھی کہ ایک نبی پیدا ہونے والا ہے جس کا نام محمد ہوگا۔ عرب کے کچھ لوگوں نے یہ سوچ کر شاید ہمارا بیٹا ہی نبی بن جائے کچھ بچوں کے نام محمد رکھ دئے تھے جنکی کل تعداد ۶ تھی بقول علامہ ابن کثیر کہ انکے لئے ساتواں نہ تھا یعنی کسی ساتویں مرد کا نام محمد نہیں تھا۔ وہ یہ ہیں

۱ محمد بن اجم بن جلاح اوسی

۲ محمد بن مسلم انصاری

۳ محمد بن براء البکری

۴ محمد بن سفیان بن مجاشع

۵ محمد بن حمران الجمعی

۶ محمد بن خزاعی السلمی۔ (السیرة النبویہ ابن کثیر)

قدرت قادر کی طرف سے حسن انتظام دیکھئے جن ۶ افراد کے یہ نام تھے ان میں سے کسی نے بھی نہ نبوت کا دعویٰ کیا اور نہ کسی نے انکی طرف اس منصب اعظم کی نسبت کی حتیٰ کہ انکے اندر کسی جن وغیرہ کی بھی کوئی ایسی علامت ظاہر نہیں ہوئی جسکی وجہ سے انکے بارے میں نبوت کا شک بھی ظاہر کیا جاتا۔

پھر قدرت قادر کا حسن انتظام دیکھئے کہ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ ہوا جس نے اپنے لئے محمد اور احمد دونوں ناموں کو جمع کیا ہو یہاں تک کہ



سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا مولود مبارک ہوا، اسکے لئے حضرت آمنہ پاک دامنہ کو خواب میں محمد نام رکھنے کا حکم ہوا اور انہوں نے اسکا دعویٰ فرمایا کہ مجھے خواب میں یہ نام رکھنے کا حکم ہوا ہے جبکہ پہلے ۱۶ افراد میں سے کسی کے والدین سے ایسی کوئی بات ثابت نہیں کہ انکو یہ نام رکھنے کا حکم دیا گیا ہو۔

غور کیجئے سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جو کمالات جمع تھے آپ سے پہلے آپ کے ہم نام ۱۶ افراد کو نصیب نہیں تھے۔

غور کیجئے آپ کے والد کا نام عبداللہ توحید سے بھرپور نام ہے۔

آپ کی والدہ محترمہ آمنہ امن سے بھرپور نام ہے۔

دودھ پلانے والی حلیمہ حلم بردباری سے بھرپور نام ہے

آپکو گود کھلانے والی شیما خصال سے بھرپور نام ہے

غور کیجئے آپ کے ساتھ رضاعت کی مدت میں کھیلنے والا اسکا نام عبداللہ

توحید سے بھرپور نام ہے یہ حسین ناموں کی فضا کیا کہہ رہی ہے۔

علم اور حلم میں کامل	دین اور علم میں کامل	آپ <small>صلی اللہ علیہ وسلم</small> تخلیق میں کامل
فقہ و جود میں کامل	تواضع و عفو میں کامل	عدل و زہد میں کامل
حسن ادب اور حسن معاشرت میں کامل	وقار اور رحمت میں کامل	مروءة و محبت میں کامل

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک قرآن میں چار جگہ ہے۔

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ﴾ آل عمران



﴿ماکان محمد﴾ الاحزاب

﴿وآمنوا بمانزل علی محمد﴾

﴿محمد رسول اللہ﴾ افتح

آپ کی خصوصیات نبوة (رشیدی)

پیدائش	پیر
نبوة	پیر
ہجرت	پیر
قدوم مدینہ شریف	پیر
وفات	پیر
رفع حجر اسود	پیر

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات پر اعتقاد

اس بات کا پختہ یقین اور تصدیق کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کل کائنات  
انسان اور جن سب کے رسول ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد موجود  
ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ  
جَمِيعًا﴾ (آپ فرمادیجئے کہ لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول  
ہوں)

نیز آپ کے آخری نبی اور رسول ہونے کا یقین ارشاد ہے ﴿وَلَكِنْ



رَسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ﴿﴾ ( لیکن آپ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں) آپ کے بعد نبوت اور رسالت کا دعویٰ تو بہت بڑی بات ہے اگر کوئی معجزہ کا دعویٰ بھی کرے تو وہ اور اسکو تسلیم کرنے والا دونوں کافر ہیں۔ اس قسم کے جتنے بھی نبوت کے مدعی گزرے سب راہزن، ڈاکو اور کذاب ہیں۔

نیز اس بات کا یقین کامل کہ آپ کی شریعت کے بعد تمام شریعتیں منسوخ ہیں ارشاد مبارک ہے ﴿لَوْ كَانَ مَوْسَىٰ حَيًّا لَوَسَّيْتُ الْوَسْوَءَ الْغَوَّيَّةَ لِيُخَوِّدَ الْبَشَرَةَ لَوْلَا فَضْلُ رَبِّي لَأَكْفَرُ مِنْكُمْ﴾ (اگر موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو میری اطاعت کے سوا انکا بھی چارہ نہیں تھا) نیز ارشاد ہے ﴿وَلَوْ كَانَ حَيًّا وَادْرَكَ نُبُوتِي لَاتَّبَعَنِي﴾ (اگر موسیٰ علیہ السلام میری نبوت کا زمانہ پاتے تو میری اتباع کرتے، داری)

## آپ کی خصوصیات نبوت

نمونہ کے طور صرف چند ذکر کرتا ہوں انشاء اللہ کلمہ توحید کا دوسرا جز محمد رسول اللہ اس پر مستقل کتاب ہوگی جو کلمہ توحید کی گویا جلد نمبر ۲ ہوگی۔ خصوصیت نمبر ۱: آپ کو جسم اور روح کے ساتھ معراج کے لئے عرش الہی پر بلایا گیا آپ وہاں پہنچے جہاں جبرائیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے۔ خصوصیت نمبر ۲: آپ کو مقام محمود جسے شفاعت عظمیٰ کا مقام بھی کہا جاتا ہے عنایت ہوا۔



آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ ﴿انا سید ولد آدم﴾  
 قیامت کے دن آپ ﷺ سب سے پہلے اٹھیں گے ﴿انا اول من

ینشق عنه القبر﴾

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط پر اپنی امت کو لے کر سب سے پہلے  
 گزریں گے، آپ اول شافع ہونگے جنکی شفاعت قبول ہوگی ﴿واول

شافع واول مشفع، مشکوٰۃ﴾

قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کے لئے جنت کا دروازہ کھلے گا

﴿انا اول من یقرع باب الجنة﴾

قیامت کے دن سب سے پہلے آپ کو دیدار الہی نصیب ہوگا

قیامت کے دن سب سے پہلے گفتگو کی اجازت ہوگی

آپ سب سے پہلے سجدہ کریں گے

آپ کی امت کا فیصلہ قیامت کے دن سب سے پہلے ہوگا

عالم ارواح کے اندر آپ کی نبوت تمام انبیاء سے پہلے تھی

، عہد ﴿الست﴾ ازل میں جب اولاد آدم سے لیا گیا تھا تو ﴿بلی﴾

کا اقرار سب سے پہلے آپ ﷺ نے فرمایا

یہ تمام خصوصیات ﴿الخصائص﴾ سے لی گئی ہیں (سیوطی)



## آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے مانگی گئی ہے رب جلیل کے خلیل نے جب اپنے رب کا گھر بنا دیا اور اب مزدوری کا وقت آیا تو دونوں نے جو کہ باپ اور بیٹے تھے ایک خلیل اللہ تھا اور ایک فداء اللہ تھا یا یوں سمجھئے کہ ایک قربان کرنے والا باپ تھا ایک راہ رب جلیل میں قربان ہونے والا دوست تھا دونوں نے رب سے مزدوری مانگی اور عجیب اجرہ مانگی جو ساری کائنات کی مزدوریوں سے جدا تھی۔ ﴿رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمِينَ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ﴾ (اے ہمارے رب ہمیں اور ہماری اولاد کو بھی اپنا فرمانبردار اور غلام بنا اور غلامی راہ حق کے اصول سکھلانے کیلئے انکے اندر ایک رسول (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقرر فرما، البقرہ)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال فرمایا آپ کی نبوت کے معاملہ کی ابتداء کیسے ہوئی؟ فرمایا میرے باپ ابراہیم نے مجھے اپنے رب سے مانگا تھا ارشاد ﴿انادعوة ابی ابرہیم﴾ (میں اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں) (مسند احمد ج ۵)

لہذا یہ بات صحیح ہے کہ تمام انبیاء اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے خود بھیجے لیکن محمد صلی



اللہ علیہ وسلم اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے دعاؤں کے ذریعے سے مانگے گئے، نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچانک نہیں آئے بلکہ انبیاء کی بشارتوں کے ذریعے خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے ذریعے کل کائنات میں آپکا چرچا کروایا گیا جس کی شہرت عرب کی گلیوں سے نکل کر فارس تک پہنچی ہوئی تھی جس کا پہلا پھل سیدنا سلمان فارسیؓ کی شکل میں برآمد ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت عطا فرما کر کل کائنات پر احسان فرمایا ارشاد ہے ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ (محمد علیہ وسلم کا مبعوث ہونا ایمان والوں پر اللہ کا احسان عظیم ہے) نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو اپنی قدرت کی نشانی بتایا ارشاد ہے ﴿هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا﴾ (الدین الخالص نواب صدیق حسن خان)



## عقیدہ

سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح اپنی زندگی کے اندر نبی اور رسول ہیں اپنی وفات کے بعد بھی اسی طرح نبی اور رسول ہیں وہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب ہیں۔ زندگی میں بھی کل کائنات سے افضل تھے اور اپنی وفات کے بعد بھی کل کائنات سے افضل ہیں۔ آپ کی قبر مبارک کا حصہ کائنات ارضی و سماوی سے افضل ہے، آپ کا جسد مبارک اسی طرح تازہ دم اور تروتازہ ہے۔ آپ اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں قریب سے پڑھنے والے کا درود و سلام سنتے ہیں اور جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں۔ احادیث میں صراحت کے ساتھ موجود ہے ﴿الانبياء احياء في قبورهم يرزقون﴾ (یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انکو رزق بھی دیا جاتا ہے) نیز ﴿من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی نائیا بلغته﴾ (جو شخص میری قبر کے پاس درود پڑھے میں اسکو سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے اسکا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے) دیکھئے ابن ماجہ، مسند ابی یعلیٰ موصلی، ابوداؤد

علماء دیوبند (کثر اللہ سوادہم و حفظ علمائہم) کا بھی یہی عقیدہ ہے دیکھئے فیض الباری علامہ انور شاہ کاشمیری (نیز نثر الطیب از تھانوی، فتح الملہم علامہ عثمانی

اور گنہگار بھی اسی کا قائل ہے



مجھے افسوس اور صد افسوس ہے ان لوگوں پر جو شاید حیات اور ممات کے اصل موضوع سے اتنے ہی ناواقف ہیں جتنا کہ عام بازار کا ایک آدمی۔ وہ بے چارے ممکن ہے اپنی علمی بے بضاعتی کی بناء پر ان الفاظ کے لفظی معنی سے بھی ناواقف ہیں وہ گناہگار کے متعلق اپنی سوقیانہ (بازاری) مجالس میں یہ کہتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ یہ شخص ممانی ہے

﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾

اصل حقیقت میں واضح کر چکا ہوں اور انکے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ ﴿والی اللہ المشتکی و افوض امری الی اللہ﴾

تمت باسم اللہ عزوجل

الحمد لله بعزته وجلاله تتم الصالحات

وصلی اللہ علی نبینا وحبیبنا وشفیعنا وصاحب لواء

الحمد وعلی آلہ واصحابہ واهل بیتہ وازواجہ وذریتہ

ومن تبعہم باحسان الی یوم الدین وسلم

سبحان ربك رب العزة عما یصفون وسلام علی

المرسلین والحمد لله رب العالمین

عبدالحق رشیدی بن حاجی محمد ایوب صاحب (رحمہ اللہ علیہ)

ساکن کانی وریڑ چک نمبر ۲ شہر پتوکی صلح قصور



حال مقیم کوٹ مراد خان قصور

۹ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ بمقام المدينة المنورة

بجوار النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

H



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# پاکستان در تہ

کلمہ توحید کی بہترین تشریح اور مفہوم  
قرآن حکیم کی روشنی میں

مصنف

قاری عبدالاحق ارشدی صاحب

از

حاجی محمد ایوب صاحب

مدیر و نایب

جامعہ عالی الترقی حیدرآباد

مکتبہ عالی الترقی حیدرآباد  
حیدرآباد